

تتویر الخواص الحاضر والنائم



امام الشافعی حضرت علامہ
مولانا محمد الشہداء صاحب

ادارہ اشاعت العلوم
لاہور پاکستان

هَذَا كِتَابٌ يُنَاطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ * فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيُكْفُرْ
 یہ ہماری کتاب ہے جو ہر انسان کے لیے حق کی بات کر رہی ہے
 پس جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے انکار کرے

توضیح الخواطر بالتحقیق الحاضر والناسخ

الوزائد محکمہ دینی خدمات صاحبزادہ لکھنوی کی کتاب
 تسوید النواظر فی تحقیق الحیثیۃ والنظر کا مکمل اور مستفادہ جواب اور اس کی
 وجہ لائن روشنی کا منصفانہ تعصب و مستند حاضر و ناظر کی عام فہم توضیح

از قلم

امام المناظرین حضرت علامہ مولانا محمد اللہ صاحب جہاد تھان علیہ

ناشر

ادارہ اشاعت العلوم و سن پورہ، لاہور، پاکستان

فہرست

نمبر	صفحہ	مضمون	نمبر	صفحہ	مضمون
۱	۷	گلدستہ	۱۶	۱۶	شرح الاسلام ابوالبرکات
۲	۸	چند شائیں - شال اول	۱۷	۱۷	حضرت ابو علیہ السلام کا واقعہ
۳	۱۱	شال دوم محمد اسحاق دہلوی سے	۱۸	۱۸	حضرت یعقوب علیہ السلام کا واقعہ
۴	۱۲	سوال و جواب	۱۹	۱۹	خان کے قول کا ایک جواب
۵	۱۳	شال سوم	۲۰	۲۰	خان کے قول کا دوسرا جواب
۶	۱۴	شال چہارم و پنجم	۲۱	۲۱	عارف صادق کا فرمان
۷	۱۵	شال ششم	۲۲	۲۲	حضرت محمد علی علیہ السلام کا واقعہ
۸	۱۶	شال ہفتم	۲۳	۲۳	حضرت سلیمان علیہ السلام کا واقعہ
۹	۱۷	شال ہشتم جواب اول - دوم	۲۴	۲۴	حضرت داؤد علیہ السلام کا واقعہ
۱۰	۱۸	جواب سوم	۲۵	۲۵	اعتراض
۱۱	۱۹	مسئلہ علم الغیب و مقیدہ اہلسنت	۲۶	۲۶	جواب
۱۲	۲۰	فرمان ملا علی قاری و نیرس شرح	۲۷	۲۷	اعتراض
۱۳	۲۱	شرح عقائد	۲۸	۲۸	جواب
۱۴	۲۲	فرمان علی قاری و رباعی کشف	۲۹	۲۹	دوسرا باب
۱۵	۲۳	اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں	۳۰	۳۰	اعتراض - جواب
۱۶	۲۴	فرمان علی قاری	۳۱	۳۱	فرمان قطب شہزادی
۱۷	۲۵	فرمان محشی جلالین العارف انصاری	۳۲	۳۲	صورت اول

نام کتاب :- تنویر الخواطر بحقیق الخاضع والناظر
مصنف :- امام المناظرین حضرت مولانا صوفی محمد اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
کتابت :- فاکر حسین باجوہ
اشاعت سوم :- اکتوبر ۱۹۹۱ء
تعداد :- اشاعت اول تا دوم = ۳۰۰۰
اشاعت سوم = ۲۰۰۰
قیمت :- ۱۶۰
ناشر :- ادارہ اشاعت العلوم اصفان شریف دکن پورہ لاہور ۳۹
طبعہ کا پتہ :- رحمة اللہ تعالیٰ
ادارہ اشاعت العلوم جامع مسجد صوفی صاحب
دکن پورہ - لاہور

نمبر	مضامین	صفحہ	نمبر	مضامین	صفحہ
۳۲	مسودت دوم و توضیح مسودت اول	۷۳	۵۱	چوتھا اعتراض جواب و مسودت	۱۰۳
۳۳	فرمان محمدی الدین ابن عربی	۷۷	۵۲	جواب مکاتیب بطریق دیگر	۱۰۵
۳۵	فرمان عبدالکریم سیسی شافعی	۷۸	۵۳	جواب بطریق دیگر	۱۰۶
۳۶	فرمان ملا علی قاری	۷۹	۵۴	پانچواں اعتراض و جواب	۱۰۷
۳۷	فرمان شاہ عبدالغنی محدث دہلوی	۸۰	۵۵	چھٹا اعتراض	۱۰۹
۳۸	فرمان شاہ عبدالغنی محدث دہلوی	۸۱	۵۶	جواب و مسودت	۱۱۰
۳۹	فرمان غوث الدیوبندی بلخیزی	۸۲	۵۷	دھوکہ و مسودت	۱۱۰
	درجہ		۵۸	اعلان	۱۱۳
۴۰	فرمان علامہ سید علی	۸۳	۵۹	ساتواں اعتراض و جواب	۱۱۵
۴۱	فرمان ابن حجر قسطلانی	۸۴	۶۰	آٹھواں اعتراض و جواب	۱۱۷
۴۲	رد معاندین از علامہ صادقی	۸۵	۶۱	نواں اعتراض و جواب	۱۱۸
۴۳	فرمان ابن حجر	۸۶	۶۲	دسواں اعتراض و جواب	۱۱۹
۴۴	فرمان امام جمال الدین سید علی فی	۸۷	۶۳	گیارہواں اعتراض و جواب	۱۲۰
	شرح الصدور		۶۴	بارہواں اعتراض و جواب	۱۲۱
۴۵	دلائل گمشتی کے جوابات	۹۰	۶۵	فرمان علامہ نووی شارح سلم	۱۲۲
۴۶	پہلا اعتراض	۹۱	۶۶	تیرہواں اعتراض و جواب	۱۲۳
۴۷	جواب	۹۱	۶۷	چودھواں اعتراض و جواب ہندوستان	۱۲۴
۴۸	دوسرا اعتراض	۹۳	۶۸	اعتراض	۱۲۵
۴۹	جواب	۹۵	۶۹	جواب	۱۲۶
۵۰	تیسرا اعتراض و جواب	۹۷	۷۰	اعتراض و جواب	۱۲۷

نمبر	مضامین	صفحہ	نمبر	مضامین	صفحہ
۷۰	اعتراض	۱۲۷	۸۴	فرمان تفسیر خازن تحت آیت	۱۲۸
۷۱	نوٹ - جواب	۱۲۷	۸۵	اعتراض - جواب	۱۲۹
۷۲	تیسرا باب	۱۲۹	۸۶	دوسرا واقعہ - اعتراض	۱۲۹
۷۳	قرینہ و مسودت	۱۳۰	۸۷	جواب	۱۲۹
۷۴	بہار عقیدہ	۱۳۲	۸۸	اعتراض - جواب	۱۳۱
۷۵	خاصہ صاحب کی ان ترقی و اعتراض	۱۳۷	۸۹	دوسرا جواب - اعتراض جواب	۱۳۷
۷۶	جواب - اعتراض - جواب	۱۳۸	۹۰	اعتراض اول	۱۴۵
۷۷	چوتھا باب تقریر شہادت	۱۳۰	۹۱	اعتراض ثانیہ، ثالثہ، رابعہ، خامسہ	۱۴۶
۷۸	مسودت اول محمدی کریم کا شاہد با بصر فرمان	۱۳۶	۹۲	سادسہ، سابعہ، ثامنہ	۱۴۶
۷۹	دلیل اول عقلی	۱۳۶	۹۳	نہاں سادسہ - عاشرہ - جواب	۱۴۷
۸۰	دلیل دوم عقلی	۱۳۷	۹۴	فرمان امام الانصاف علی قاری	۱۴۸
۸۱	دلیل اول عقلی	۱۳۸	۹۵	خاصہ صاحب کی حماقت	۱۴۸
۸۲	دلیل دوم عقلی	۱۳۹	۹۶	جواب - اعتراض	۱۴۹
۸۳	مسودت دوم محمدی کریم کا شاہد با بصر	۱۴۲	۹۷	جواب اول، دوم، سوم - چہارم	۱۴۹
	فرمان		۹۸	پہلا حیلہ - جواب - دوسرا حیلہ	۱۵۰
۸۴	علامہ علی نور الدین حلی کا فیصلہ	۱۵۵	۹۹	جواب	۱۵۱
۸۵	اعتراض - جواب	۱۵۶	۱۰۰	واقعہ انگلی کی خبیثیت	۱۵۲
۸۶	اعلان	۱۵۷	۱۰۱	واقعہ غریب کہتے ہیں ایک جواب	۱۵۸
۸۷	فرمان پرست نیہانی	۱۵۹	۱۰۲	اعتراض	۱۵۹
۸۸	واقعہ حضرت زید بن اسلم	۱۶۰	۱۰۳	انکشاف پر اعتراضات	۱۶۰

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۲۱۲	گنگوڑی کا مسند اوارس اللہ و ملکی	۱۹۸	اہلسنت کی پہلی دلیل اور گنگوڑی کا
۲۱۲	احمد یار خان پر بہتان		اعتراض
۲۱۳	فرمان ابن حبیبہ شہلائی	۲۰۰	اہلسنت کی دوسری دلیل اور
۲۱۵	خان صاحب کا ایکس اور ہزاران	۲۰۱	گنگوڑی کا اعتراض
۲۱۶	جواب	۲۰۱	ایک معر اور اس کا حل
۲۱۸	گنگوڑی کا اعتقاد جواب	۲۰۲	ماکت کنترل فی حدیث اہل پر اعتراض
۲۱۹	فرمان شاہ ولی اللہ محدث دہلوی	۲۰۳	گنگوڑی کا مسند علی عبدالرسول عبیدی
۲۲۰	فرمان خان بھٹوان دلیل اہلسنت	۲۰۳	ہر نے سے بیزار ی
۲۲۲	دلائل الخیرات کی روایت	۲۰۴	اشہد میں حضور نبی اکرم کو صیغہ
۲۲۲	تفسیر الشعمان کے متعلق خان صاحب	۲۰۴	غالب سے خطاب کی وجہ
	کی کن ترائی	۲۱۰	گنگوڑی کا مارج اثیرت اور امیا الملک
			کی عبارت مذکور

گزارش

ہر خاص و عام خواندہ و ناخواندہ پر یہ بات واضح ہے کہ اہل سنت اور وہابیوں کے درمیان حقائق اور اعمال میں ایسا اختلاف ہے جس کا رفع جو نہایت مشکل ہے کیونکہ فرقہ وہابیہ نے کبھی متقی مسند کی کوشش نہیں کی بلکہ سادہ مسلمانوں کو ہمیشہ دھوکہ اور فریب دینے کی کوشش کرتے رہے ہیں اور کرتے ہیں یہ ان کے بزرگوں کی پراپیگنڈا ہے اور سر فراز خان صاحب نے تو اس میں کمال بہادری کا ثبوت دیا ہے اور اپنی دو مصنفین خوب ظاہر فرمائی ہیں ایک جہالت اور دوسری یہودیت۔ خان صاحب گنگوڑی کی اس روش نے بندہ کو مجبور کیا کہ اس کی کتاب تبرید النواظر کا جواب لکھوں۔ اس کے جاہلانہ استدلال اور یہودیہ تحریف کا انکشاف کروں اس لیے اس کتاب میں جو کہ حدیث قاضین سے ہیں سند و باتوں کا ہی اہتمام کیا ہے۔ خان صاحب گنگوڑی اور اس طائفہ وہابیہ کی تحریفات اور ان کے استدلال کی تردید۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضل تمام مسلمانوں کو حقانہ حقیقت اور اعمالِ صالحہ کی توفیق عطا فرمادے آمین ثم آمین

نیاز آگین محمد اللہ داتا

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَنُصْرَتُهُ وَتُسْلِيْمُهُ عَلٰى
رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ وَعَلٰى اٰلِهِ وَاصْحَابِهِ اَجْمَعِيْنَ

اَنَابَعْد

ہوں تو اس طائفہ واپس بخدیہ کے یہودی صفت ہونے کی اتنی مثالیں ثابت
ہیں کہ اگر ان کو جمع کیا جائے تو ایک مستقل کتاب تیار ہو جائے۔ لیکن یہاں صرف
چند مثالیں بطور نمونہ تحریر کی جارہی ہیں۔ تاکہ ہمارے دعوے کی دلیل ہوں۔

مثال اول

خان صاحب گلکھڑوی نے اپنی کتاب "تسویہ النواظر" پر
احمد علی صاحب لاہوری کی تصدیق تحریر کی ہے۔ تحریر
تصدیق کے شروع میں ان کا نام یوں لکھا ہے۔ اسوۃ الصالحۃ قدوة العالیٰ شیخ التفسیر
حضرت مولانا احمد علی صاحب۔

مگر صدفوس کے ساتھ ساتھ (دروازہ شیر نوالہ لاہور) نے لکھا تاکہ رسوائی سے
بچاؤ کی کوئی تو صورت باقی رہے اور اسی طرح شیخ التفسیر صاحب نے اپنی تحریر
کے اخیر میں اپنے دستخط تو فرمائے لیکن یہ ظاہر نہ ہونے دیا کہ شیخ التفسیر صاحب
کوئی ہیں اور کہاں کے رہنے والے ہیں۔ درست ہے کہ دل کا چور ضرور کھٹکتا
ہے ایک علاوہ شیخ التفسیر کی حقیقت نیٹے اپنی تصدیق میں لکھتے ہیں۔

دیوبندی حضرات کے عقیدہ کے متعلق حنفیوں کے سلم التعلیم محدث حضرت
قاری قاری رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ نیٹے جو حضرت مولانا سر فراز خاں صاحب نے تبریک النواظر
کے صفحہ ۱۶۵ کے حاشیہ پر تحریر فرمایا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ حضرت قاری قاری

حضرت اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہتے ہیں..... اور اسی مسئلہ کو انہوں نے شرح شفا میں پیش
کیا ہے۔

"لَا يَلَانُ دَوْلَةً حَاضِرَةً فِي بَيْتِ الْمَسْجِدِ فِي خِيَالِ صَاحِبِ نَبِيِّهِ
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كِي رُوحِ مُبَارَكِ مُؤْمِنِينَ كِهْ دُورِ دُورِ
يَهْ عِبَارَتِ شَيْخِ التَّفْسِيرِ نِي تَسْوِيَةِ النَوَاطِرِ سِي كَاثِ چھانٹ کر کے نقل کی
ہے۔ تسویہ النواظر کی اصل عبارت یہ ہے۔

"لَا يَلَانُ دَوْلَةً حَاضِرَةً فِي بَيْتِ الْمَسْجِدِ فِي خِيَالِ
خَاں صاحب گلکھڑوی نے یہ عبارت شرح الشفا قاری قاری رحمۃ اللہ علیہ
سے اس عرض کے لیے نقل کی ہے کہ عقیدہ حاضر ناظر کو غلط ثابت کرے اور یہودیت
کا خوب ثبوت دے۔ بندہ قارئین کے سامنے شرح الشفا کی صحیح اور پوری عبارت نقل
کر دیتا ہے۔ پھر قارئین حضرات ان دونوں یعنی گرو اور چیلے کی عیاری پر غور
فرمادیں۔ شرح الشفا شریف کی اصل عبارت یہ ہے۔

رَأَى فِي تَشْجِئَةِ فَكْرِهِ لَمْ يَكُنْ فِي الْكَيْتِ أَحَدٌ فَقَدْ السَّلَامُ
عَلَى النَّبِيِّ وَوَحْيُهُ اللَّهُ وَبَرَكَاتُهُ (اَنَّا لَا نَرَى دَوْلَةً حَاضِرَةً
السَّلَامُ حَاضِرَةً فِي بَيْتِ الْمَسْجِدِ أَهْلًا وَلَا سَلَامًا
ترجمہ: اگر اہل بعض نعوں میں ہے۔ پس اگر گھر میں کوئی نہ ہو۔ پس
تو بحمد السلام علی النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، یعنی (یہ حکم نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام
نے اس لیے دیا ہے کہ رُوحِ مُبَارَكِ آپ کی اہل اسلام کے گھروں میں
موجود ہے۔

۱۔ تسویہ النواظر ص ۱

۲۔ تسویہ النواظر ص ۱

۳۔ شرح شفا جلد ۲ ص ۱۱

قَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ شَمَّا حَرَّمَ اتَّخَذَ الْمَسَاجِدَ عَلَيْهَا لَأَنْفِ
الْمَسَلَّةِ فِيهَا رِسَالَتَانَا بِسْمَةِ اللَّهِ وَفِيهَا عَلَيْهِمَا
يُنْبِئُ أَنْ اتَّخَذَ الْمَسْجِدَ بِحَيْثُهَا لَا بَأْسَ بِهِ وَقَدْ لُغِيَ
قَوْلُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ اللَّهُ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى
الَّذِينَ اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ وَمُصَلِّينَهُمْ مَسَاجِدَ لَهُمْ

علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابن مالک نے کہا ہے کہ جہاں پر مسجید بنائی گئی ہے۔ قبروں پر مسجد بنانا اس لیے کہ اس مسجد میں نماز گزار نہ ہو دیوں کے طریقے پر عمل کرنا ہے۔ انتہی یعنی اتنا ابن مالک کا قول ہے کہ اس کے بعد خود فرماتے ہیں کہ حدیث میں میٹھا کی قید یہ فائدہ دیتی ہے کہ قبر کے ایک طرف مسجد بنانے میں کوئی حرج نہیں۔

ابن قاری حضرت اسحاق بن عقیل کی دیانت داری دیکھیں کہ ابن مالک کے قول کو اصل قاری کا قول قرار دے دیا اور علی قاری کی اصل عبارت ہضم کر گیا۔ اب ذرا اسحاق صاحب سے بچوں کو ملاحظہ فرماویں۔

مثال سوم

اس طائفہ واپس بخند یہ کے گروں کی فہرست میں رشید احمد لنگوہی اور خلیل احمد انیسٹروی کا نام بھی آتا ہے بلکہ رشید احمد لنگوہی تو ان کے عزت و اعظم ہیں۔ اس عزت و اعظم کے حکم سے ایک کتاب بھی لکھی گئی۔ جس کا نام تبراہین قاطعہ ہے اور لکھے والے خلیل احمد صاحب انیسٹروی ہیں وہ اس کتاب کے صراحہ پر لکھتے ہیں شیخ عبدالحق روایت کرتے ہیں کہ مجھ کو (یعنی نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام) دیوار

۱۔ ماہنامہ مدنی و اسلامی دہلی

۲۔ مقامات شرح مشکوٰۃ

کے پیچھے کا بھی علم نہیں حالانکہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بعض لوگ یہ روایت بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا مجھے دیوار کے پیچھے کا علم نہیں، اس کی کوئی اصل نہیں۔ لا اَصْلَ لَكَ كَذَا جملہ خارج الثبوت ہیں موجود ہے اب قاری میں خود فیصلہ فرما دیں کہ لا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ کو نقل کرنا اور تَقْرَبُوا کو منکوحی کو چھوڑ جانا دیانت ہے یا بددیانتی۔ اب ذرا اس عزت و اعظم کے چہرے سے محوڑا سا نقاب اور اٹھا دیتا ہوں۔

رشید احمد کی خدمت میں سوال کیا گیا کہ اوّل ما خلق اللہ نور نبی اور لو کان ما خلقت اللہ فلک یہ دونوں صحیح حدیثیں ہیں یا وضعی زبان کو وضعی بتا ہے۔

جواب :-

یہ حدیثیں کتب صحاح میں موجود نہیں مگر شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے اوّل ما خلق اللہ نور نبی کو نقل کیا ہے کہ اس کی کچھ اصل ہے۔

ملاحظہ ہو عبارت شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ دہلوی کی۔ آپ لکھتے ہیں۔

بدانکہ قول مقرقات و واسطہ جان تو کہ اوّل مقرقات اور واسطہ صدور کائنات و واسطہ خلق آدم و عالم نور محمد است صلی اللہ علیہ وسلم چنانچہ در حدیث صحیح وارد شد کہ اوّل ما خلق اللہ نور نبی

کہیں جناب گھر دہلی صاحب رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان چھپا نہ سکتے یہود ہے یا نہیں۔

۱۔ قادی رشیدہ کال ص ۱۵۵

۲۔ مارج البیوت ج ۲ ص ۲

مثال چہارم۔ ذرا نیچے شرح حسن حسین جس کے شارح قطب الدین محدث دہلوی ہیں۔ اس کا ایک قدیم نسخہ جو کہ ۲۵۲ھ ہجری میں عبدالغفور شاہ جہاں آبادی کے مطبع میں چھپا تھا۔ میرے پاس موجود ہے اس میں ایک حدیث اور اس کی شرح یوں موجود ہے۔

وَإِذَا أَرَادَ عَقْلٌ فَلْيَقُلْ يَا عِبَادَ اللَّهِ أَعِيتُفِي يَا عِبَادَ اللَّهِ أَعِيتُفِي
يَا عِبَادَ اللَّهِ أَعِيتُفِي

اور جو چاہے مدد اللہ کی جانب سے کسی امر میں پس چاہیے کہ کہے اسے بندہ اللہ کے مدد کو میری اسے بندہ اللہ کے مدد کو میری۔ نقل کی ہے یہ خبر انی نے فیہ قول راوی کہ ہے۔ میرک شاہ نے بعض علماء ثقات سے نقل کیا ہے۔ کہ یہ حدیث حسن ہے اور محتاج میں طرف اس کے تمام مسافر اور مشائخ سے روایت کی گئی ہے کہ یہ مجرب ہے اس مقدمہ اور نزدیک ہے ساتھ اسی کے فتح مقصود کو ذکوا الفخیر والمعلیٰ

اس طائفہ و بیہ تجدید نے خیانت سے کام لیتے ہوئے میرک شاہ کی عبارت بالکل اڑا دی اور اپنی طرف سے یہ عبارت بڑھا دی کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور عباد اللہ سے مراد فرشتے ہیں۔

مثال پنجم۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی تفسیر عزیزی سورہ بقرہ کے ترجمہ میں خیانت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے وَلَيَكُونَنَّ لَكُمْ شُجِيذًا کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ

وإشدر رسول شما بر شما گواہ زیرا کہ او مطیع است نور نبوت بر رتبہ ہر

متبرین ہیں خود کہ در کلام در جہاز میں رسیدہ و حقیقت ایمان اور ہیبت و حجاب کہ ہاں از ترقی مجرب ماندہ است کلام است پس او می شناسد گاہی شما دور جہات ایمان شما را و اعمال نیک و بد شمارا و اخلاص و نفاق شمارا۔

اس کا ترجمہ فارسی سے اردو محمد علی چاند پوری نے کیا ہے جو کہ مطبع رحیمیہ دیوبند میں چھپا ہے اس نے شاہ عبدالعزیز محدث رحمہ اللہ علیہ دہلوی کی سند بجا لا کر اس کا صرف یہ ترجمہ لکھا ہے۔

کیونکہ رسول اسباب قوت نبوت کے ہر شخص کی دیانت اور امانت کا درجہ بخوبی جانتا ہے کہ کس درجہ تک اور ایمان ان کا پہنچا ہے اور کونسا امر یعنی پروہ ترقی سے مانع ہو جائے محمد علی چاند پوری نے یہ ترجمہ اپنی بڑولی کی بنا پر کیا ورنہ اگر لکھنؤ ہی جیسے دلیہ جوتے تو ترجمہ لفظ بہ لفظ کر دیتے اور آخر میں کہہ دیتے کہ یہ عبدالعزیز صاحب کی اپنی رائے ہے اس لیے مردود ہے اَلْبَشَرُ يَقِينُ عَلَى تَقْيِهِ

مثال ششم۔ آدم بر سر مطلب۔ اہی سنت و جماعت کی سجد میں نمازوں کے بعد نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر صلوٰۃ و سلام بلند آواز سے پڑھا جاتا ہے خان صاحب لکھنؤی اور ان کا گروہ اس کا رخیرت بھی سکھانوں کو منع کرتے ہیں، خان صاحب نے اپنی کتاب میں حدیث اور علماء کرام کی عبارتوں میں قطع برید کر کے اور ترجمہ میں تحریف کر کے ذکر کیا جس کی ممانعت ثابت کرنے کی سبب شود گوشش کی ہے اور تحریف فرماتے ہیں۔

بخاری شریف جلد ۲ صفحہ ۶۰۵، مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۳۳۶ وغیرہ میں یہ حدیث آتی ہے کہ صحابہ کرام کسی وقت با آواز بلند ذکر رہے تھے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بلند آواز کے ساتھ ذکر کرنے سے ان کو منع فرمایا اور کہا۔

اِنَّكُمْ لَا تَدْرُوْنَ اَهَمَّ وَلَا عَاقِبَتَا۔ تم کس بہرے اور غائب کو نہیں پکار

ہے کہ تم تو سمیع اور قریب کو پکار رہے ہو پھر بلند آواز سے چلانے کا کیا فائدہ ہے
یہ عبارت خان صاحب کی کتاب کی ہے۔ ہم پورے وفاق سے کہتے ہیں کہ وہابی
کبھی تحریف سے باز نہیں آسکتے کیونکہ کس میں ان کی قدیم سنت ہے اور جو تحریف
نہ کرے کس کے وہابی ہونے میں شک ہے۔ خان صاحب نے حدیث پاک کی پوری
عبارت کیوں نہیں نقل کی اس لیے کہ ان کا مدعا ثابت نہیں ہوتا تھا۔ بخاری شریف
میں یہ حدیث یوں مذکور ہے۔

عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ
أَقَالَ لَعْنَتُ اللَّهِ عَلَيْهِمْ لَعْنَتُ اللَّهِ عَلَيْهِمْ لَعْنَتُ اللَّهِ
عَلَيْهِمْ وَسَلَّمَ أَشْرَكَ النَّاسُ عَلَى وَادٍ
هَرَقُوا أَصْوَابَهُمْ بِأَكْبَرِ اللَّهِ أَكْبَرُ
اللَّهُ أَكْبَرُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرَيْتُمْ إِيَّاهُمْ
أَتَكْفُمُونَ لَعْنَتُ اللَّهِ عَلَيْهِمْ وَلَا تَعْلَمُونَ
لَعْنَتُهُمْ سَبْعًا قَرِيبًا وَهُوَ مَعَكُمْ

ابو موسیٰ اشعری کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے خیمہ کی جنگ لڑی یا
جب ادھر متوجہ ہوئے لوگ ایک دوسری
پہچڑھے اور تکبیر کے ساتھ اپنی آوازیں بلند
کیں پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا اپنی جانوں پر زخمی کرو تم بھی پہرے
اور غائب کو نہیں پکارتے تم تو سمیع اور
قریب کو پکارتے ہو سو وہ تمہارے
ساتھ ہے

ہم خان صاحب سے سوال کرتے ہیں کہ حدیث پاک میں یہاں تک کہ لَعْنَتُ اللَّهِ عَلَيْهِمْ لَعْنَتُ اللَّهِ عَلَيْهِمْ لَعْنَتُ اللَّهِ عَلَيْهِمْ وَسَلَّمَ آیا ہے اور ان کے چلانے کا کیا فائدہ ہے یہ کہنے والے کا ترجمہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے
حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ گڑھنے والوں کے حق میں جو وعیدیں آئی ہیں وہ
کبھی سے منجی نہیں اور آوازوں کو نرم کرنے کے حکم سے ذکر باجمہر کی ممانعت کیسے ثابت

سبح تسبیح النواظر ص ۱۹

تکملہ محمدی شریف جلد ۲ ص ۶۰۵

ہو گئی۔ ٹھیک ہے اگر غرض و دانش ہوتی تو وہابی کیوں بگڑتے۔ قرآن نے فیصلہ فرمادیا ہے
کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بے ادبی شعور ختم کر دیتی ہے اس کے بعد اخفاء دُعا کے چند حوالے
نقل کر دیے ہیں جو اصل مسئلہ کے ساتھ تعلق ہی نہیں بھلا کہاں اللہ تعالیٰ سے سوال کرنا
جس کو دُعا سے تعبیر کیا جاتا ہے اور کہاں ذکر الہی بہر حال یہ عدم شعور کی وجہ ہے۔
مثال ہفتم نقاحی قاری کی شرح مشکوٰۃ سے حوالہ نقل کرتے ہیں کہ علی قاری شریف
فرماتے ہیں۔

قَالَ يَعْصِي عُلَمَاءُ مَا يَأْتِيهِمْ دَفْعُ
الصَّوْتِ فِي الْمَسْجِدِ وَتَوْبًا لِدَعْوَاهُمْ
ہمارے بعض علماء نے کہا ہے کہ آواز
بلند کرنا مسجد میں اگرچہ ساتھ ذکر کے ہو
حرام ہے

اس حوالہ کی نقل میں بعینہ اسی طرح خیانت کی ہے جس طرح محمد اسحاق دہلوی
کا حوالہ ہم نقل کر آئے ہیں کہ ابن مالک کے قول کو علی قاری رحمہ اللہ علیہ کی طرف منسوب
کر دیا اور علی قاری رحمہ اللہ علیہ کا اپنا قول جنم کر لیا۔ اگر خان صاحب کو بعض قائلین حرمت
کا علم نہیں تو ہم بتا دیتے ہیں۔

فِي الْمَسْجِدِ إِذَا قِيلَ اللَّهُ أَصْطَبَ
عَلَامُ الْبَعْدَانِيَّةِ فِي ذَلِكَ الرَّقْعَةِ الْمُتَقَدِّمَةِ
بِأَكْبَرِ لَعْنَتِهِ عَلَيْهِمْ لَعْنَتُهُ عَلَيْهِمْ لَعْنَتُهُ عَلَيْهِمْ
عَلَامُ الْبَعْدَانِيَّةِ فِي ذَلِكَ الرَّقْعَةِ الْمُتَقَدِّمَةِ
ہمیں دفع الصوت بالذکر میں کہ نہیں کہتا
کے قول میں اضطراب ہے کبھی اس
نے حرام کہا ہے اور کبھی جائز ہے۔

ابن لا علی قاری کا مذہب ملاحظہ ہو۔ صاحب مشکوٰۃ شریف نے
باب الوتر میں نقل کیا ہے کہ

سبح تسبیح النواظر ص ۱۹

تکملہ محمدی شریف جلد ۲ ص ۶۰۵

عَنْ أَبِي بَكْرٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِي فِي نَوَاسِرِ قَتَانٍ مُبِجَّانٍ نَعْلَيْكَ الْفَقُوبُ الْيَقْدُودُ وَالسَّاسِي وَذَكَرْتُ مَرَّةً يَصْنَعُ فِي رَحَابَةِ الْبَسَاطَةِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْبَرْقِيِّ قَالَ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْعُدُ إِذَا سَلَّمَ سَجْدَانَ الصَّوْبِ الْفَقْدُوسِ شَلَا يَرْفَعُ صَوْبَهُ بِالسَّائِلَةِ

ابن ابی بکر کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز وتر کے سلام کے بعد سَجْدَانَ النَّبِيِّ الْفَقْدُوسِ کہتے ہیں اور سنائی ہے عبد الرحمن بن البرقی سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز وتر کے سلام کے بعد ہمیشہ تین مرتبہ سَجْدَانَ الْفَقْدُوسِ کہاتے تھے اور میری مرمری اور بلند فرمایا کرتے تھے

علی القاری رحمہ اللہ علیہ شرح مشکوٰۃ میں ارشاد فرماتے ہیں۔

قَالَ الْمُفْطَهُرُ هَذَا يَدُلُّ عَلَى جَوَازِ الْوُكُوفِ بِرَفْعِ الصَّوْتِ بَدْعٌ عَلَى الْأَسْتِجَابِ إِنْ اجْتَنَبَ الرَّيَازُ أَصْهَارَ الْوُكُوفِ وَتَسْلِيمًا لِسَامِعِينَ ابْتِطَاعًا لَهُمْ مِنْ وَقْفِهِ انْقِصَابِهِ وَابْتِطَاعًا لِرُكْنِهِ مَقْدَرِ مَا يَبْلُغُ انْقِصَابُ الْيَدِ مِنَ الْخُفْيَةِ وَالسَّجْدَةِ وَالْحَجَرِ وَالْمَدْرِ طَبَا أَهْلًا الْغَيْبِ بِالْغَيْبِ وَشَهْدًا لَمْ يَكُنْ رَطْبٌ وَبَابِي

علامہ مظہر نے کہا ہے کہ یہ حدیث بلند آواز سے ذکر کرنے کے جواز بلکہ استجاب پر دلالت کرتی ہے کیونکہ اس میں اہل ذہن سامعین کو تعلیم اور ان کو ذکر سے غفلت سے جگانے اور ذکر کی برکت بچانے ہے جہاں تک آواز پہنچے حیوانوں کو و درختوں کو پتھر اور مٹی کو، اور دوسروں سے مطالبہ ہے بھلا کام کی تسبیح کرنے کا اور اس

سے مشکوٰۃ شریف ص ۱۱۲

سَمِعَ صَلَوةً وَبَعْضُ الشَّيْخِ يَحْتَرُ اخْتَارَ الْيَكْرَ لَا يَدْعُو الْيَكْرَ وَلَا يَكْرُ وَهَذَا مُتَعَلِّقٌ بِالْمَسْئِلَةِ

سنے بھی کہ شہادت دیں گے ذاکر کے لیے تمام خشک اور تر جو آواز سنیں گے اور بعض مشائخ نے اختار کو پسند کیا ہے کہ ریا کی مداخلت نہ ہو اور اس کا تعلق نیت کے ساتھ ہے۔

کیوں جی خاں صاحب آنکھوں سے وہاں بیت کا پروردہ دور ہوا نہیں اور سنیے شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اسی حدیث کے تحت فرماتے ہیں دورین حدیث دلیل است اس حدیث شریف میں جہر کا ساتھ بر مشروعت جہر ذکر و اس ثابت است ذکر کی مشروعت پر دلیل ہے اور یہ بلاشبہ ثابت ہے

اگر اب بھی خاں صاحب کے مرض قلبی میں تخفیف نہیں ہوئی تو ان کے حکیم الامت اشرف علی تھانوی کی دکان سے دوائی لا دیتے ہیں۔ ہماری غرض صرف خاں صاحب اور ان کے طالبہ کی تسکین ہے۔ حکیم الامت کے فتویٰ مذکور ذیل کو ملاحظہ فرمادیں۔ حکیم الامت لکھتے ہیں۔

قَالَ اللَّهُ تَسَالَى وَمَنْ أَهْلَهُ مَنْ مَنَعَ مَسَاجِدَ اللَّهِ أَنْ يَنْكُرَ كَيْفَ اسْتَعْدَا لَهَا هَرَجَ مَنْعَ ذِكْرٍ بِدُونِ إِطْلَاعٍ وَكَرْمَلِكُنْ وَأَوْرَاطُ لَعْنَةٍ خَيْرٌ مِنْ تَقْوِيَةٍ وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

- ۱۔ حاشیہ مشکوٰۃ ص ۱۱۲
 ۲۔ اشرفیات ج ۱ ص ۵
 ۳۔ پ : البقرہ ۳ آیت ۱۱۳

[illegible]

تعارض اولہ جمعا بینہما امر کو اہانت یا استجناب پر عمل کرنا ضرور ہے حدیث کا جواب لمعات میں اس طرح دیا گیا ہے۔
 أَنْتَعَمُ مِنَ النَّجْهِ يَنْتَعِمُ الْكَلْبُ وَالْإِنْفِقَاقُ لَا أَنْ يَكْفُرَ النَّجْهُ عَنْهُ لَوْ
 انتہی اور اقوال بعض فقہاء کے بعض پر حجت نہیں ہو سکتے۔
 یہ خلاصہ ہے اختلاف اقوال کا وَالْبَسْطُ فِي الْمَطْعُونَةِ رَأْمٌ كِي رَأْمِ
 ناقص میں قول مجتہدین کا صحیح اور ان میں سے مفسرین کا قول راجح معلوم
 ہوتا ہے کہ سب آیات و احادیث و اقوال علماء کے جمع ہو جاتے ہیں۔
 إِنَّ حَيْثُ لَا مُرَادَ لَهَا بَلْ بَعْدَ ثَبُوتِ مَشْرُوعِيَّتِ جِبْرِ كَيْ طُورِ وَحْيِيتِ كَيْ سَقَطَ
 متعین نہیں بلکہ بوجہ اطلاقی اولہ مطلق ہے خواہ منفرد یا مجمع عقد باندھ کر ہو یا صاف
 باندھ کر یا کسی اور صورت سے کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر ہر طور سے جائز ہے.....
 پس ثابت ہوا کہ جہر ہر طور سے جائز ہے کسی کو کسی طور سے منع نہ کریں۔ یہ
 ہی اجماع واضح ہے بلکہ اگر عدم مشروعیّت کو بھی ترجیح دی جائے تب بھی
 عوام کو منع نہ کریں کہ اسی بہانے کو کچھ خیر کر گزرتے ہیں چنانچہ خود بالغین نے اس
 امر کی تصریح کر دی ہے۔

قَالَ فِي الدُّرِّ الْمُخْتَارِ بَعْدَ الْمُنْعِ مِنَ الْجَهْرِ وَهَذَا لِلْخَمَاقِينَ
أَمَّا النُّعَوَاتُ فَلَا يُنْفَعُونَ مِنْ تَكْبِيرِي وَلَا تَقْبُلُ أَصْلًا بِرَسُولِي
وَعَبَّيْتُهُمْ فِي الْخَبَرَاتِ بِحَرْفِ ۱۲ قَدْ، فَلَا يُنْفَعُونَ لَا عَسَى
الْمَقَابِلَةُ إِلَّا تَوْقَالَ فَلَا يَكْفُرُ فِي حَقِّهِمْ وَقَدْ يُقَالُ وَلَا زِمَ
عَدِمَ الْمَسْرُوعَةَ وَقَوْلُهُ أَصْلًا أَيْ لَا مَسْرُوعَةَ وَلَا جَهْرًا فِي
التَّكْبِيرِ تَامِي

اگر حکیم الامت جناب اشرف علی صاحب تھانوی کے اس سہل سے بھی خان صاحب کی طبیعت صاف نہ ہو تو وہ باتوں میں سے ایک بات ضرور لازم آئے گی۔ وہ یہ ہے کہ یا تو اشرف علی صاحب حکیم الامت ہی نہیں یہ دم خواہ خواہ ان کے پیچھے لگائی گئی ہے یا یہ کہ خان صاحب گھڑوی ہی مریض و علاج ہیں۔ یہاں پر ایک دفع دخل مقدر بھی ضروری ہے کہ اگر کوئی کہے کہ ان عبدوں سے تو جہر کے ساتھ ذکر الہی کرنا جائز ثابت ہوا لیکن اہمیت نمازوں کے بعد بالخصوص نماز جمعہ کے بعد صلوٰۃ و سلام حلقہ باندھ کر بڑے زور و شور سے پڑھتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر پاک بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے جیسا کہ شریف قاضی عیاض میں مذکور ہے۔

رَوَى أَبُو سَعِيدٍ الْأَخْضَرِيُّ عَنْ رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ بَيْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ رَبِّيَ وَرَبَّكَ يَقُولُ تَدْرِي كَيْفَ رَفَعْتَ وَكَرَّمْتَ قُلْتُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ انْعَمَ قَالَ إِذَا ذُكِرْتُمْ ذُكِرْتُمْ مَعِي قَالَ بَلَى خَلَقْتُمُوهُ فَذُكِرْتُمْ

اللہ تعالیٰ نے جو مخلوق خلق کی ہے وہ اس کے ساتھ ساتھ ذکر کیا جائے گا۔

ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے پس کہا کہ میرا اور آپ کا رب فرماتا ہے کہ آپ کو معلوم ہے کہ میں نے کس صوبہ پر آپ کا ذکر بند کیا ہے میں نے کہا کہ اللہ اور اس کا رسول محبوب جانتا ہے۔ کہا جبریل علیہ السلام نے کہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے جب میں ذکر کیا جاؤں گا۔ آپ کا ذکر بھی کیا جائے گا۔ ابن عطاء نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے ایمان کو آپ کے ذکر سے تمام کیا ہے۔

اور یہ بھی فرمایا کہ آپ کو میں نے اپنا ذکر قرار دیا ہے پس میں نے آپ کا ذکر کیا اس نے میرا ہی ذکر کیا۔

مثال ہشتم : خان صاحب گھڑوی لکھتے ہیں۔

مناظرین نے ذکر باجہر سے تعلق کیا کہا ہے اس سے بحث نہیں ہے۔ لیکن صحت یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بلند پایہ صحابی نے بلند آواز کے ساتھ ذکر کرنے اور درود شریف پڑھنے والوں کو جتنی فرماتے ہوئے مسجد سے خارج کر دیا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس چیز کو تمہارے لیے ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ پسند نہ کرے اس چیز کو میں بھی تمہارے لیے پسند نہیں کرتا۔ . . . اور مولانا علی نقوی حنفی نے حدیث اقباب کشفی شرح میں صحابہ کرام کی سادہ زندگی کا نقشہ کھینچ کر بتایا ہے جس میں یہ بھی لکھا ہے کہ صحابہ کرام کا گروہ ذکر اور درود شریف کو مسجدوں یا گھروں میں حلقہ بنا کر بلند آواز کے ساتھ نہ پڑھتے تھے۔

جواب اول : رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا کسی کام کو پسند نہ فرمانا اس بات کی دلیل نہیں کہ وہ کام کرنا ناجائز یا حرام ہے۔ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بہت سے کاموں کو پسند نہیں فرمایا جن میں سے بلند عمارت بنانا بھی شامل ہے اور صحابہ کرام اچھا لباس، عمدہ کھانے، بگہ جوتیاں، پینٹا پسند نہ فرماتے تھے جیسا کہ قریب ہی بیان کریں گے تو کیا خان صاحب کے نزدیک یہ مذکورہ ہلکا کام ناجائز اور حرام نہیں۔

جواب دوم : عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جن لوگوں کو

اپنی کمال سادگی کی بنا پر مسجد سے چلے جانے کو فرمایا تھا وہ کون لوگ تھے۔
یقیناً وہ تابعین تھے جو کہ غیر القرون میں داخل ہیں۔ ان کا صلوة و سلام کے
لیے مسجد میں جمع ہو جانا ہی اس فعل غیر کے جواز پر کافی اور دانی دلیل ہے۔
لیکن بخیروں کو اتنا شعور کہاں۔

جواب سوم: عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان حضرات کی ہرگز
کو ناپسند کرتے ہوئے ان کو صحابہ کرام کی کمال سادگی کی اتباع کی طرف اشارہ
فرمایا۔ ورنہ حرمت اور عظیم جواز کے الفاظ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ
بھی جانتے تھے۔

تو علی القاری رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت نقل کر کے خان صاحب نے جو
عوام کی آنکھوں میں دھول بھونکنے کی کوشش کی ہے اس کی حقیقت ملاحظہ ہو۔
صاحب مشکوٰۃ نے عبد اللہ بن مسعود کا قول یوں نقل فرمایا ہے۔

عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ قَالَ مَنْ كَانَ مِنْتَ عَلَيْنَا بِسَمْنٍ فَذَمَّاتُ
فَبِأَنَّ الْحَيَّ لَا تَقُولُ مَنْ عَلَيْنَا الْعِزَّةُ أَوْ بِلَيْكَ أَصْحَابُ حَقْمَةٍ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانُوا أَفْضَلَ هَذِهِ الْأُمَّةِ أَبْرَهًا
قُلُوبًا وَآخِصَةً عِلْمًا وَأَقْلَمًا نَكْفًا رَأْسًا وَآخِرًا كَذِبًا

(مشکوٰۃ شریف)

ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جو شخص راستہ اختیار کرنا چاہے
پس وہ راستہ اختیار کرے ان کا جو ذمات پاپکے کیوں کہ زندہ فتنہ سے
محفوظ نہیں اور وہ لوگ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور افضل
ہیں اس امت کے زیادہ نیک تھے باعتبار دلوں کے اور کامل تھے۔
باعتبار علم کے اور بہت کم متکلف کرتے تھے۔

حضرت علی القاری رحمۃ اللہ علیہ ہی اقلہ تکلف کی شرح میں فرماتے ہیں۔
(أَقْلَمًا نَكْفًا) أَيْ فِي الصَّمِيِّ فَإِنَّهُمْ كَانُوا يَمْشُونَ خِفَافًا
وَيَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ وَيَأْكُلُونَ مِنْ كُلِّ آجِيَةٍ وَيَشْرَبُونَ
مِنْ سُورِ النَّاسِ وَكَذَلِكَ فِي الصَّنِيعِ فَإِنَّهُمْ كَانُوا لَا يَتَكَلَّمُونَ
إِلَّا بِمَا يَنْبَغِيهِمْ وَيَقُولُونَ فِيهَا لَا يَذَرُونَ لَابَدْرِي وَكَانُوا
يَتَكَلَّمُونَ إِلَّا فِي مَا يَنْبَغِيهِمْ وَيَقُولُونَ فِيهَا لَا يَذَرُونَ
لَابَدْرِي وَكَانُوا يَتَكَلَّمُونَ الْقَوْلَ الشَّرِيفَ مِنْ الْقِسْمِ وَيَتَكَلَّمُونَ
إِلَى مَنْ هُوَ أَعْلَمُ مِنْهُمْ وَلَا يَتَحَلَّقُونَ لَلَّذِي كَارِ
وَالْقُلُوبُ تَرْفَعُ الصَّلَاتُ فِي الْمَسْجِدِ وَلَا فِي سِوَاهِمْ أَنِخ
ترجمہ: تم تھے باعتبار تکلف کے یعنی عمل میں پس وہ ننگے پاؤں چلتے
تھے اور زمین پر نماز پڑھتے تھے اور ہر قسم کے برتنوں میں کھاتے
اور لوگوں کا بھولا پیتے اور اسی طرح علم میں پس وہ غیر مفید باتیں
نہ کرتے جو جانتے اس کا انکار کر دیتے اور ساتلوں کو اپنے سے
زیادہ علم والے کے پاس بھیج دیتے نہ مسجد میں نہ
اپنے گھروں میں بند آواز سے ذکر اور درود شریف پڑھنے
کے لیے حلقے باندھتے۔

کیا وہ بیوں اور بخیروں کا ان تمام باتوں پر عمل سے یا ان تمام کاموں
وگوں کو منع کرتے ہیں یا یہ تمام افعال ان کے نزدیک ناجائز و حرام ہیں۔ ہرگز
نہیں ان کے نزدیک تو صرف صلوة و سلام بھی ناجائز و حرام ہے اور یہ

بھی اپنے بڑا بھائی عبد الوہاب کی تقلید کی بنا پر نہ کہ تحقیق کی۔

شیخ الاسلام سید احمد بن زینی و حلان رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

كَانَ يَنْهَى عَنِ الصَّلَاةِ عَلَى الْمَسْجِدِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَنْهَى
مَنْ أَسَمَ عَمَّا فِي يَنْهَى عَنِ الْإِيمَانِ بِهَذَا لَيْسَ الْجُمُعَةِ وَعَنِ الْجَمْعِ
عَلَى الْمَسْجِدِ وَيُؤَدِّي مَنْ يَقَعُ ذَلِكَ وَيُكْفَى أَشَدَّ
الْعَذَابِ حَتَّى إِنَّهُ قَتَلَ رَجُلًا أَعْنَى كَانَ مُؤَدِّيًا صَاحِبًا
وَأَصْلُوتِ حَسَنٍ نَهَاءً عَنِ الصَّلَاةِ عَلَى الْمَسْجِدِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ
وَالسَّلَامُ فِي الْمَعَارِفِ بَعْدَ الْأَذَانِ فَلَمْ يَنْهَ وَأَنَّهُ بِالصَّلَاةِ
عَلَى الْمَسْجِدِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَ بِتَبْدِيلِ قَتْلِهِ
ثُمَّ قَالَ أَلْتَرَبَّابَةَ لَمْ يَتَّخِذَ الْحَاجَّةَ يَمِينِي الْمَرْيَةَ أَقَلَّ
إِسْمَاعِيلَ يُنَادِي بِالصَّلَاةِ عَلَى الْمَسْجِدِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ
وَالسَّلَامُ فِي الْمَعَارِفِ.

تھا منع کرتا (ابن عبد الوہاب) نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود
پڑھنے سے اور تکلیف محسوس کرتا تھا اس کے سننے سے اور منع کرتا
تھا جمعہ کی رات کو درود پڑھنے سے اور مناروں پر بلند آواز سے درود
شریف پڑھنے سے اور ایسا کرنے والوں کو سزا دیتا تھا۔ یہاں تک کہ قتل
کروایا اس نے ایک نابینا موزن مرد صالح کو جس کی آواز بہت حسین تھی
منع کیا تھا اس کو اذان کے بعد منار سے پر درود پڑھنے سے گروہ نہ منع ہوا
پس حکم دیا اس کے قتل کا پھر قتل کیا گیا وہ پھر کہا (ابن عبد الوہاب) نے کہ
زانہ عورت کے گھر جاؤ وغیرہ بجانے سے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بلند آواز
سے درود پڑھنا زیادہ گناہ ہے۔

اور اس کی تصدیق حسین احمد صاحب دیوبندی نے اپنے رسالہ الشہاب
الاقرب میں بھی کی ہے۔ فرماتے ہیں۔

وہابیہ ہمیشہ کثرت صلوٰۃ و سلام اور درود بر خیر الانام علیہ الصلوٰۃ و
السلام اور قرأت و لائ الخیرات و قصیدہ ہمزہ وغیرہ کے پڑھنے اور اس کے
استعمال کرنے و ورد بنانے کو سخت قبیح و مکروہ جانتے ہیں۔

اب خان صاحب خود فیصلہ فرمادیں کہ وہ اپنے روحانی حیدر اجداد
عبد الوہاب کی اولاد ہیں یا نہیں اور وہابیہ ہمیشہ کے گروہ میں داخل ہیں یا نہیں
ان کا اپنے آپ کو اہل سنت کہنا فقدان حیا کی بنا پر ہے یا نہیں ذکر بالجہر
کی بحث کے بعد خان صاحب نے لفظ شاہد کے معنوں میں کچھ گفتگو فرمائی ہے
جس کا پول حاضر و ناظر کی بحث میں کھولا جائے گا۔ پھر حضرت مجدد الف ثانی
رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ اور ولی اللہ دہلوی کے اقوال سے یہ
ثابت کیا ہے کہ اقوال ضوفیہ باب عقائد میں تحت نہیں ہیں۔ اس کا جواب یہ
ہے کہ ہمارے اہل سنت کے علماء صوفیہ کرام کی عبارتیں اپنے عقائد کی تائید
میں پیش کرتے ہیں نہ کہ عقیدہ کی بنیاد ان پر ہے۔ عقائد سب کے سب
بالخصوص اطلاق علی الغیب کا مسئلہ اور حاضر و ناظر کے مسئلہ کی بنیاد قرآن
مجید پر ہی ہے۔ جیسا کہ ہم آئندہ بیان کریں گے۔

مسئلہ علم الغیب

اہل سنت و جماعت کا عقیدہ دربار علم الغیب

وَالْجُمْلَةُ يُبْلَغُ بِالْغَيْبِ أَمْرٌ تُشْرَدُ بِهِ اللَّهُ تَعَالَى
لَا يَسِيلُ إِلَّا بِغَيْبٍ إِلَّا بِأَعْلَانٍ مِنْهُ وَإِنْهَا بِطَرِيقِ
الْمَعْرِضَةِ أَوْ الْفِكَرَةِ أَوْ إِشَادَةٍ إِلَى اسْتِدْلَالٍ
بِأَلَا مَا كَانَتْ هِيَ مَا يُكُونُ فِيهِ ذَا الْبَلَكِ

خلاصہ کلام یہ ہے کہ علم غیب ایک ایسی چیز ہے جو اللہ پاک کے
ساتھ خاص ہے۔ بندوں کو اس طرف کوئی راستہ نہیں مگر اللہ کے بتلانے
یا بذریعہ الہام بطور معجزہ یا کرامت کے یا جس معاملہ میں علامات سے استدلال
ممكن ہو

علی القاری رحمہ اللہ الباری فرماتے ہیں :-

ثُمَّ أَعْلَمَ أَنَّ الْأَنْبِيَاءَ لَمْ يَقْنُوهَا الْغَيْبَاتِ
مِنَ الْأَشْيَاءِ إِلَّا مَا أَعْلَمَهُمُ اللَّهُ تَعَالَى
يَقِينُ كَرُّ كَرِّ أَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامَةُ وَالْبِلَامُ غَايِبِ حَيْزُونَ كُونِهِ
جانتے مگر باعلام اللہ تعالیٰ ۔

نبراس شرح شرح العقائد میں ہے ۔

التَّحْقِيقُ أَنَّ الْغَيْبَ مَا غَابَ عَنِ الْحَوَاسِ وَالْعِلْمِ الصَّرْفِيِّ
وَالْعِلْمِ الْإِسْتِدْلَالِيِّ وَقَدْ نَطَقَ الْقُرْآنُ بِغَيْبٍ عَنْهُ مِمَّنْ
سَوَّاهُ تَعَالَى مَنْ إِذْ هُوَ اللَّهُ يَقُولُ كَفَرُوا مِنْ
صَدَقِ الْمُؤَدِّي كَفَرُوا مَا عُلِمَ بِحَاسَّةٍ أَوْ ضَرْفَةٍ

أَوْ دَلِيلٍ فَلَيْسَ بِغَيْبٍ وَلَا كُفْرٌ فِي دَعْوَاهُ لَا فِي تَصْدِيقِهِ
عَلَى الْحَرْمِ فِي الْيَقِينِ وَالطَّنِّ عِنْدَ الْمُحَقِّقِينَ وَبِهَذَا
التَّحْقِيقِ يَدْفَعُ مَا شَكَلَ فِي الْأُمُورِ الَّتِي يُزَعَمُ أَنَّهَا
مِنَ الْغَيْبِ وَتَبَيَّنَتْ ۔

تحقیق یہ ہے کہ علم غیب اسے کہتے ہیں جو اس خمسہ علم ضروری مسلم
استدلالی سے غائب اور تحقیق قرآن نے ایسے علم کی اللہ تعالیٰ کے ماسوا انص
کی ہے پس جو کوئی ایسے علم غیب کے جاننے کا دعویٰ کرے وہ کافر ہے۔
اور اس کا مُصَدِّق بھی کافر۔ لیکن جو اس خمسہ علم ضروری یا علم استدلالی
کے ذریعے جان لیا جائے وہ غیب مطلق نہیں اس کا دعویٰ کرنے سے کافر
نہیں ہوتا اور نہ ہی اس کا مُصَدِّق کافر ہے۔ چاہے تصدیق یقینی ہو یا ظنی
اور اس تحقیق سے ان تمام امور میں سے اشکال دور ہو جاتے ہیں جو کہ غیب
مکان کے جاتے ہیں اور اصل میں وہ غائب نہیں ہوتے۔

مَنْ يَكُونُ مَا مَذْكُورُهُ يَسْمَعُ أَوَّلَ الْبَيْتِ أَوَّلَ الْبَيْتِ فَاحْتَدَاهَا
أَخْبَارُ الْأَنْبِيَاءِ لَا تَعْلَمُ مَسْتَدَدَةً مِنَ الْمَرْحِيِّ أَوْ مِنْ خَلْقِ
الْفَرْعِ الصَّغِيرِ رَحِمَ رَبِّهِمْ أَوْ مِنْ بَيْتِ الْفَرْعِ فِي الْبَيْتِ
حَوَاسِهِمْ شَأْنُهَا خَيْرُ النَّاسِ لِأَنَّهُ مُسْتَفَادٌ مِنَ الْبَيْتِ
أَوْ رَوَا صَالِحَةً أَوْ مِنَ الْبَيْتِ الْبَيْتِ أَوْ مِنَ الْبَيْتِ فِي
الْبَيْتِ الْمُحْفُوظِ وَهُوَ شَيْءٌ مِنْ أَهْلِ الْبَيْتِ ...
وَذَكَرَ عَمْرٍ وَاحِدٌ مِنَ الْمُحَقِّقِينَ أَنَّ التَّكْذِيبَ حَاصِلٌ مِنْ يَدِ عَمْرٍ
عِلْمُ الْغَيْبِ أَوْ بِزَعْمِ الْجَوْفِ مُدْبِرَةٌ بِالْإِسْتِدْلَالِ

کیوں کہ ان کا ادراک سننے یا دیکھنے یا کسی دلیں کے ذریعے ہوتا ہے ان امور میں ایک انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی خبریں ہیں جو کہ بذریعہ وحی یا علم ضروری ہو کہ پیدائشی طور پر انہیں میں پیدا کیا جاتا ہے یا ان پرچندوں کے منکشف ہو جانے سے حاصل ہوتی ہے اور دوسرے اولیاء کی خبریں ہیں کہ وہ یا تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام یا رویا صاحب یا انہما الہی یا لوح محفوظ دیکھنے کے ذریعے حاصل ہوتی ہے اور یہ اہل کشف سے ثابت ہے اور اکثر متحققین نے کہا ہے کہ تکفیر خاص اس شخص کے ساتھ ہے جو بالاستقلال علم جانے یا سادوں کے تدبیر ہونے کا گمان کرے۔

ملا علی القاری رحمۃ اللہ علیہ صاحب کشف کے بارے میں فرماتے ہیں۔

فَإِذَا انْكَشَفَ جَعَلَ الْحَقُّ لَهُ الْوَدَّ ذَلِكَ الْوَدُّ
فَيَسْقُوهُ أَحَىٰ أَنْ يَبْطُلَ يَسْتَرِجِ الصُّدُورُ وَيُطْبِعُ
الْمُسْبَدُ عَلَى حَقَائِقِ الْأَشْيَاءِ وَيَتَجَدَّدُ لَهُ الْغَيْبُ وَ
غَيْبُ الْغَيْبِ ۝

جب جمال حق بندہ پر منکشف ہو جاتا ہے تو نور باطنی تقویت یہاں تک پڑ جاتا ہے کہ اس بندے کا سید گشا وہ کر دیتا ہے اور اطلاع پاتا ہے بندہ اوپر حقائق اشیاء کے اور روشن ہو جاتا ہے کس کے لیے غیب اور غیب الغیب۔

اس نور باطنی کے بارے میں احادیث مبارکہ ملاحظہ ہوں۔
۱، اَنْشَأَ خَلْقَ الْانْسَانِ مِنْ طِينٍ ثُمَّ يَنْظُرُ بُعْدَ اللّٰهِ عَنْ وَجْهِكَ
اس کی شرح میں علامہ عزیزی لکھتے ہیں۔

قَالَ امَّا وَحْيُ اَخِي اِبْرَاهِيْمَ عَلٰی مَا فِيْهِ مِنْ بَسُوَاطِعِ
الْغَوَايِ اَشْرَفَتْ عَلٰی قَلْبِهِ فَجَعَلَتْ لَهُ بِهَا الْحَقَائِقَ وَقَالَ
الْمَلَكُ الَّذِي عَزَمَ عَلَيْهَا لِقَضَائِهِمْ بِأَنَّهُمَا لَا جِلْدَ عَلَيْهِ عَلَى مَا فِيْ
مَنْبِتِيْنِ اسْتَبْرَأَ وَبَعْضُهُمْ بِأَنَّهُمَا مَكَّةُ شَفَعَهُ الْيَقِيْنُ
وَمَكَائِيْمَةُ الْغَيْبِ ۝

شرح سنائی نے فرمایا ہے کہ فرست اطلاع علی مانی الضمائر ہے
یوحنا اس نور کے جو کہ بندہ کے قلب پر روشن ہو جاتا ہے پس اس نور کی
روشنی کے سبب بندہ پر حقائق روشن ہو جاتے ہیں اور علامہ علقمی نے
کہا ہے کہ بعض نے فرست کی یہ تعریف کی ہے کہ اطلاع علی مانی ضمیر اناس
کو فرست کہتے ہیں اور بعض نے مکاشفہ یقین اور معاینہ غیب کہا ہے۔
اور اس حدیث شریف کے بارے میں علامہ عزیزی لکھتے ہیں۔

قَالَ الشَّيْخُ حَدِيثًا حَسَنًا

۱۲۱) إِنَّ لِلَّهِ تَعَالَى عِبَادًا يَنْتَرِفُونَ النَّاسَ بِحُجْرٍ يَطْلِقُونَ
عَلَى مَا فِيْ صُغَائِرِهِمْ وَأَمْرًا لَهُمْ رِبِّ الْمَرْسَمِ
أَخِي بِالسَّيْرِ ۝ قَالَ أَنَا وَبِغَيْرِ قَوَائِي
بِحُجْرٍ شَهْوَدِهِ فَجَادَ عَلَيْهِمْ بِكُشْفِ الْبَصَائِرِ عَنْ الْبَصَائِرِ
ذَا بَصَرَ وَابْنَاهَا يَوَاطِلُ النَّاسَ ۝

بیشک اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں اطلاع ہے ان لوگوں کے دنوں اور جاہوں پر بذریعہ فرست عطا منادی نے کہا ہے کہ غرق ہیں اللہ تعالیٰ کے بحر شہود (مشاہد حق) میں اٹھا دیئے اللہ نے ان کی آنکھوں سے پردے پس وہ اس تحف کی وجہ سے لوگوں کے اندر دینی حالات دیکھتے ہیں۔

وَالْحَقِيقَةُ وَالسُّنَّةُ عَنْ النَّبِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ الشَّيْخُ حَدِيثٌ حَسَنٌ
اَلْكَارِثَةُ اَهْلُ سُنَّةٍ وَجَمَاعَتِ كَيْسِ تَحْقِيقِ سَيِّئِ بَاتِ صَافِ ظَاهِرِ
ہو گئی کہ غائب پر اطلاع پانے کے یہ تین ذریعے ہیں وحی الہی، الہام الہی، وکشف
وحی اور الہام بوقت ضرورت ہوتا ہے لیکن مکاشفہ حالت استمراری ہے جیسا
کہ مندرجہ بالا احادیث ثبوت ہمارے سے ظاہر ہے لیکن اس میں التفات اور عدم
التفات الی مشرف کو بھی دخل ہے۔

خان صاحب لکھنؤی اور ان کے مُصدق شیخ التفسیر احمد علی صاحب
نے لوگوں کو دھوکا دینے کے لیے یہ بہتان تراش مارا کہ بریلوی حضرات
انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو ہر وقت عالم ماکان و مایکون مانتے
ہیں ماثار اللہ اہل سنت کا ہرگز یہ عقیدہ نہیں اور نہ ہی یہ عقیدہ ہے جو اوپر
بیان کر آئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کو مغیبات پر اطلاع دیتا
ہے۔ ذریعہ اطلاع اگرچہ کوئی بھی ہو اور اس عقیدہ کی بنیاد قرآن مجید پر ہی
ہے۔ ہم امام اہل سنت سیدنا و مولینا الشاہ احمد رضا رضی اللہ عنہ کا عقیدہ
بیان کر دینے کے بعد دلائل نقل کریں گے۔

إِنَّ إِلَهُكُمْ إِنَّمَا دُفِّقَ إِنْ كَانَ مُصَدَّرَةً ذَاتُ الْفَاعِلِ لَا مُنْجَزَ
فِيهِ بِغَيْرِهِ عَطَاوُ لَا نَسْبًا وَ إِمَّا عَطَاوُ إِذَا كَانَ بِغَيْرِهِ
فَالْأَوَّلُ مُخْتَصَرٌّ بِالْمَعْنَى سُبْحَانَكَ وَتَعَالَى لَا يُمْكِنُ تَسْمِيَهُ وَمَنْ

أَشْهَتْ شَيْئًا مِنْهُ وَكَفَرَا ذُنُوبًا مِنْ آذَانِ مَنْ ذَرَفَ لَا حَبِيرَ مِنْ
الْعَالَمِينَ فَقَدْ كَفَرُوا أَشْرَكَ وَبَارِدَ هَلَاكَ وَالْثَّانِي مُخْتَصَرٌّ
بِإِبْرَاهِيمَ وَمَنْ أَشْهَتْ شَيْئًا مِنْهُ يَدُو تَعَالَى فَقَدْ كَفَرُوا

(الدولة المكيّة ص ۷)

بیشک علم دو قسم پر ہے ذاتی کہ اس کا صدور ذات عالم سے ہی ہو
اُسی میں کسی کی عطا اور سبب کو دخل نہ ہو۔ عطائی جو کسی کے عطا کرنے سے
ہو۔ پس قسم اول اللہ تعالیٰ سے خاص ہے غیر کیلئے ممکن نہیں جو ایک ذرہ سے
بھی کم کسی کے لیے ثابت کرے کہ فرادہ شرک ہے اور قسم دوم اللہ کے بندوں سے خاص ہے
اللہ تعالیٰ کے لیے ناممکن پس جو اس قسم کا علم اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت کرے کافر ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں

اللہ عزوجل ہی عالم بالذات ہے اس کے بتائے ایک حرف بھی
کوئی نہیں جان سکتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء کرام علیہم
الصلوٰۃ والسلام کو اللہ عزوجل نے اپنے بعض محبوب کا علم دیا
پھر فرماتے ہیں۔ ہم نہ علم الہی سے مساوات مانیں نہ غیر کے لیے علم الہی
جائیں اور عطا الہی سے بھی بعض علم ہی فنا مانتے ہیں نہ کہ جمیع

یہ ہی عقیدہ قرآن مجید اور حدیث پاک سے ثابت ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
عَالِمُ الْغَيْبِ لَا يَنْظُرُ عَلَى شَيْءٍ غَيْرِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِنْ رَسُولٍ

لے : الدولة المكيّة ص ۷

۱۔ خاص الاعتقاد ص ۷۰ ۲۔ خاص الاعتقاد ص ۷۰

۳۔ لب الجلی ص ۷۰ بیت ۲۰-۲۱

اور فرمایا :-

وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِلَّكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَجْعَلُ مِنْ رِيسَالِهِ مَنْ يَشَاءُ لَهُ

یہاں پر چند مفید باتیں عرض کر دیتا ہوں جن سے وہابیہ نجدیہ کے اکثر اعتراضات کا عدم ہو جائیں گے۔

۱ : اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں عالم الغیب بالذات کی نص فرمائی ہے۔
۲ : عالم الغیب اسی ذات کو کہا جاسکتا ہے جو عالم الغیب بالذات ہو۔ یہ شان اللہ تعالیٰ ہی کے ساتھ خاص ہے۔ مخلوق کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا فقہانے کفر قرار دیا ہے۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء کرام کو مطلقاً عَلَی الْغَيْبِ کہا جاسکتا ہے یعنی غیب پر اطلاع پانے والے۔

۳ : باطنی معلومات خواہ کسی بھی ذریعہ سے حاصل ہوں۔ ظاہری معاملات کے سرانجام دینے کی بنیاد اُن پر نہیں رکھی جاتی مگر حکام خداوندی و گرنہ تمام معاملات عادت اور دنیا کے اصولوں کے مطابق ہی انجام دیئے جاتے ہیں جیسا کہ بخاری شریف میں مذکور ہے۔

قَالَ النَّاسِمْ لَا يَنْفَعِي بَلَاكُمْ إِلَّا يَفْضَحِي قَضَاءُ بَدِيهِه
دُونَ عِلْمِهِ عَلَيْهِ مَعَ أَنَّ حَيْثُ أَكْثَرُ مِنْ شَهَادَةِ عَيْنِي
حاکم کو سننا وار نہیں کہ اپنے ذاتی علم کی بنا پر فیصلہ دے۔ جب تک کہ وہ معلومات کسی دوسرے سے حاصل نہ ہوں۔ خواہ علم قاضی کا دوسرے کی شہادت سے زیادہ ہی ہو۔

سنہ : ۱۰۹۰ ھ بخاری شریف جلد ۲ ص ۱۰۶۳

خان صاحب لکھنؤی نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے جن واقعات سے ان کے عدم علم پر دلیل کڑی ہے وہ ملاحظہ ہوں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ :-
وَلَمَّا بَلَغَ أَشُدَّهُ رُسِلَتْ إِلَيْهِ بِالنَّبِيِّ قَالُوا أَسْلَمَا
فَلَمَّا سَلَّمَ فَأَمَّا لَيْثَ أَنْ جَاءَهُ يَمْجِلُ حَنِيفًا هَ فَلَمَّا
رَأَى آيَاتِهِمْ لَا تَصِلُ إِلَيْهِ لَكُنْهُمْ وَ أَوْحَسَ مِنْهُمْ
خِيفَةً هَ قَالُوا لَا تَخَفْ إِنَّا أَرْسَلْنَا إِلَى قَوْمِكَ نُوحًا
اور البتہ آپکے ہمارے بھیجے ہوئے (فرشتے) ابراہیم علیہ السلام کے پاس خوشخبری لے کر بولے سلام دو بولے سلام ہے پھر دیر نہ کی کر لے آیا۔ ایک بچہ اٹلا ہوا پھر جب دیکھا کہ ان کے ہاتھ نہیں آتے کھانے تک ان سے متوہش ہوئے اور کھانے کا دل میں ان سے ڈر، وہ بولے مت ڈر ہم (فرشتے) ہیں بھیجے ہوئے ہیں قوم لوٹا کی طرف۔

یہ واقعہ نقل کرنے کے بعد خان صاحب یوں گوہر فغانی فرماتے ہیں۔
اگر ابراہیم علیہ السلام حاضر و ناظر ہوتے تو ان کو معلوم ہوتا کہ یہ فرشتے ہیں میرے سامنے اور میرے رب و آسمان دُنیا سے نیچے اترے ہیں پھر فلاں راستے سے ہوتے ہوئے میرے پاس پہنچے ہیں۔ اگر ابراہیم علیہ السلام کو معلوم ہوتا کہ یہ فرشتے ہیں تو ان کے لیے بچہ اکیوں فرج کیا۔ پھر بخون تل کر سامنے کیوں لا دیا جب معلوم ہے کہ فرشتے کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں۔ پھر عدا یہ مذاق ان سے کیوں کیا اور دل میں ڈر کیوں پیدا ہوا۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام حاضر و ناظر

لے پٹ ہووے پٹ ایت وہ۔ ۱۰۹۰ ھ : توبہ النواظر ص ۱۰۶

تھے تو ان کو پریشانی کیوں لاتی ہوئی حالانکہ اس بڑے عقیدہ کے اعتبار سے وہ فرشتوں کے ساتھ ساتھ حاضر بھی تھے اور ناظر بھی اس واقعہ سے جہاں ابراہیم علیہ السلام کے حاضر و ناظر ہونے کی تردید ہوتی ہے اس کے ساتھ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ آپ جمیع ماکان و مایکون کا علم بھی نہ رکھتے تھے۔

خان صاحب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی توفیق کرنا تمہارے نزدیک عین ایمان ہے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ اس واقعہ کو مسد حاضر و ناظر اور علم غیب سے کیا تعلق ہے۔ کیا یہ بھی علم غیب ہے جو اللہ تعالیٰ سے خاص ہے۔ کیا آپ کے نزدیک ابراہیم علیہ السلام ایک امتی مومن صراح سے بھی کم ہیں۔ حالانکہ ایسے واقعات کی حقیقت پر تو ہر وہ انسان اطلاع پاسکتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے فراستِ الہیٰ عطا فرمائی ہو۔ جیسا کہ ہم انفقوا فراسۃ المؤمنین فابۃ ینظر ینعبر اللہ (الحديث) کے ماتحت شارح کا قول نقل کر آئے ہیں۔

مزید سنئے :-

علی القاری رحمۃ اللہ الباری فرماتے ہیں :

قَالَ أَبُو سَلَيْمَانَ الدَّارِيُّ انْفِرَاسَةً مَكَاشَفَةً
النَّفْسِ وَمُعَايَنَةً الْغَيْبِ

ابو سہمان الدارنی نے فرمایا ہے کہ فراست مکاشفہ نفس اور معائنہ غیب کا نام ہے۔

۱۔ تسمیہ الفاظ صدمہ ۲۔ شرح فقہ اکبر ص ۱۰۷

اگر دیباچہ داری کے ساتھ غور کیا جائے تو اس واقعہ سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ اقل امر میں ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مہمانوں کی طرف پورا پورا التفات نہ فرمایا جیسا کہ مہمانیت کے نقطہ سے ظاہر ہے اور مہمان نوازی جس کا آپ پر انتہائی غلبہ تھا اس کے تقاضوں کو پورا فرمایا، لیکن جب مہمانوں کے کھانا نہ کھا سہے پر آپ نے ان کی طرف توجہ تمام فرمائی تب ان کی حقیقت آپ پر ظاہر ہو گئی۔ آپ جان گئے کہ یہ فرشتے ہیں اور ان کا آنا خطرہ سے خالی نہیں۔ وگرنہ تو اللہ کے خلیفین جو مہمان وادار اس کی تمام رعایا سے نہ ڈرے وہ تین آدمیوں سے کیوں ڈرتے۔ کیا طائفہ دہلیہ نجدیہ کے نزدیک انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی یہ ہی شان ہے کہ وہ اپنے جیسے انسانوں سے بھی ڈرتے ہیں۔ اب سنئے کہ مفسرین کرام نے واقعہ میں کیا کچھ فرمایا ہے۔

العارف النصارى رحمه الله عليه حاشية جلالين فرماتے ہیں

اِنْ قُلْتَ كَيْفَ يَخَافُ ابْنُ اٰدَمَ مِنْهُمْ مَعَكُمْ كَوْنُهُ
خَلِيْلُ الرَّحْمٰنِ وَهُمْ مَحْصُوْرُوْنَ فَاِنَّ بَيْتَهُ اَجِيْبٌ
بِاَنَّ خَوْفَهُ لَمَّا رَاٰ اَيُّهُمْ مِنْ جَلَالِ اللّٰهِ هَيْبَتِهِ خَوْفَهُ
مِنْ رَبِّهِ لَا مِنْ ذَوَاتِهِمْ لَه

اگر تو کہے کہ ابراہیم علیہ السلام باوجود اللہ کے خلیل ہونے کے ان سے کیوں ڈرے اور حالانکہ وہ مہمان ان کے گھر کے اندر تھے تو جواب یہ ہے کہ خوف ان کو تب ہوا جب انہوں نے مہمانوں میں جلال الہیہیت الہی کو ملاحظہ فرمایا تو دراپنے رب کا تھنا کہ ان کا

کیوں بھی خان صاحب العارف باللہ علامہ حادوی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ایمان کے تقاضے کو پورا کرتا ہے یا آپ کی خرافات کو۔

شیخ الاسلام علامہ ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمد نسفی رحمۃ اللہ علیہ

جو عقائد ہیں اہل سنت و جماعت کے امام و پیشوا ہیں، فرماتے ہیں
وَالظَّاهِرُ أَنَّهُ أَحْسَنُ بِأَنَّهُمْ مَلَائِكَةٌ وَفِكَوْهُمْ
لَا أَنَّهُ تَخَوُّفٌ أَنْ يَكُونُوا نَزْدُ لَهُمْ لِأَمْرٍ أَنْكَرَهُ
اللَّهُ عَلَيْهِ أَوْ لِيَتَذَيَّبَ قَوْمٌ

ظاہرات یہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے محسوس کر لیا تھا کہ یہ فرشتے ہیں اور انکار کی وجہ یہ تھی کہ آپ نے خوف کیا کہ ان کا نازل ہونا کبھی ایسے امر کی وجہ سے ہے جو کہ اللہ کو پسند نہیں یا میری قوم کے عذاب دینے کو آتے ہیں۔

علامہ نسفی کی عبارت سے صرف یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کو فرشتوں کے نازل ہونے کی اصل وجہ معلوم نہ تھی اور یہ ہی علم غیب ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ سے مخفی رکھا کہ فرشتوں کے ذریعے اطلاع دے دی۔ باقی سب کچھ آپ نے محسوس کر لیا تھا۔ اسی لیے فرشتوں نے آپ کی تسبیح کے لیے عرض کی اِنَّا نُسَبِّحُكَ اِلٰی قَوْمٍ مُّؤْمِنٍ کہ ہم تو قوم لوح کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ یہ جملہ ہی آپ کے مافی الضمیر کی اطلاع دیتا ہے۔ وگرنہ وہ کہتے کہ ہم تو فرشتے ہیں۔ لہذا خان صاحب کی بات نہیں بنتی۔ اس کے بعد خان صاحب نے خواہ مخواہ ڈیڑھ دقیقہ سیاہ کر مارا اور ابراہیم علیہ السلام کے حاضر و ناظر نہ ہونے پر واقعہ ایک شام سے کہ کمرہ تک اپنے اہل و عیال کی ملاقات کے لیے آنے کا ذکر کر کے دلیل

لے : تفسیر مدارک ج ۲ ص ۱۵۰

پکڑی ہے۔ سو یہ بھی خان صاحب کی جہالت ہے کہ وہ اہل سنت کے عقائد سے ناواقف ہیں۔ ہم پوچھتے ہیں کہ ہر وقت ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا اہل سنت کی کوئی کتاب میں لکھا ہے اور جس ذات اطہر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں یہ عقیدہ ہے اس کے بارے میں انشاء اللہ تعالیٰ ہم سیر حاصل بحث کریں گے باقی رہی مکاشفہ کی بات سو اس کا جواب یہ ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام قوم کے اخلاق و اعمال کی اصلاح کے لیے مبعوث ہوتے ہیں۔ اس لیے ان کے افعال اور اقوال اسی پر مبنی ہوتے ہیں۔ اگر اپنے مکاشفہ اور باطنی معلومات پر سکون کے ساتھ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے رہیں تو ان کی بعثت کا مقصد کیسے پورا ہو۔ اس سفر سے تو آپ نے میاں بیوی کے آپس کے معاملات، محبت اور وعدہ و فانی کا پورا پورا نمونہ مخلوق کے سامنے رکھا ہے۔ اسی لیے قرآن مجید فرماتا ہے کہ تمہارے لیے ابراہیم علیہ السلام کی زندگی نمونہ ہے اور فرماتا ہے کہ بیشک ان کے قصوں میں عبرت ہے اہل بصیرت کے لیے لیکن طائفہ و طایفہ بخدیہ کو یہ دولت کہاں نصیب یہ تو بس مقبولان بارگاہِ خداوندی پر اقرار حاصل کرنے کی بصیرت رکھتے ہیں۔

اَللّٰهُمَّ اِهْدِ الْوَهَابِيَّةَ

حضرت لوط علیہ السلام کا واقعہ

حضرت سیدنا لوط علیہ السلام کا واقعہ تقریباً ابراہیم السلام کے واقع سے ملتا جلتا ہی ہے اور بعینہ وہی اعتراض جو ابراہیم علیہ السلام پر کئے گئے ہیں۔ وہی حضرت لوط علیہ السلام پر کئے گئے ہیں۔ لیکن خان صاحب کی عیاری ملاحظہ ہو کہ واقعات مذکورہ فی القرآن سے صرف وہ ہی ٹکڑا نقل کرتے ہیں جس سے اللہ تعالیٰ کے نبی علیہ السلام کی لاعلمی ثابت کر سکیں۔ یہ اس بات کی روشنی میں ہے کہ وہاں یہ نجد یہ کا پورے قرآن پر ایمان نہیں دگر نہ تو مقدمہ یہ ہے کہ جو واقعہ متعدد مقامات پر مذکور ہو۔ ان تمام مقامات کی مطابقت کے پیش نظر نتیجہ نکالنا چاہیے۔ لوط علیہ السلام کی لاعلمی پر مندرجہ ذیل آیات سے استدلال کیا ہے۔

لَمَّا جَاءَتْ رُسُلُنَا لُوطًا سِيبًا بِهِمْ وَصَاقِيَهُمْ
رَزَعًا وَقَالَ هَذَا يَوْمُكُمْ عَذِيبٌ لَّهُ
دُوسِرُ ۖ

قَالُوا يَا لُوطُ إِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَوْ يَصِلُوا إِلَيْكَ
حضرت لوط علیہ السلام کے پاس فرشتوں کے آنے کا قرآن مجید میں دو مقامات پر ذکر ہے اول سورہ ہود جو کہ خان صاحب نے نقل کیا ہے۔ مقام دوم سورہ حجر میں۔

۱۔ پ ۲ ہود غ آیہ ۷۷

۲۔ پ ۲ ہود غ آیہ ۸۱

سورہ حجر میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فَلَمَّا جَاءَهُ الْغُوطُ مِنَ الْمُرْسَلُونَ قَالَ إِنَّكُمْ قَوْمٌ
مُشْكِرُونَ قَالُوا بَلْ مَجِئَكَ بِمَا كَانُوا فِيهِ يَسْتَمِرُونَ ۖ

پھر جب جیسے جوئے فرشتے حضرت لوط علیہ السلام کے خاندان کے پاس آئے تو آپ نے فرمایا کہ تم تو ناذیرہ لوگ ہو۔ انہوں نے کہا بلکہ ہم تو وہ عذاب کے آئے ہیں جس میں تمہاری قوم کے لوگ شک کرتے ہیں۔

ہم خان صاحب سے سوال کرتے ہیں کہ حضرت لوط علیہ السلام نے قوم مُشکِرُونَ کچھ کر کس بات کی ترجمانی کی تھی جس کے جواب میں فرشتوں نے کہا کہ ہم تو عذاب لے کر آئے ہیں۔

مدارک شریف میں ہے۔

(فَلَمَّا جَاءَهُ الْغُوطُ مِنَ الْمُرْسَلُونَ قَالَ إِنَّكُمْ قَوْمٌ مُشْكِرُونَ)

اُمّی لَا أَصْرِحُكُمْ اُمّی لَيْسَ عَلَيْكُمْ ذَنْبِي السَّفَرُ وَلَا اِشْتِمُ

مِنْ أَهْلِ الْخَضِرِ فَأَحَافُ أَنْ تَضُرُّ قَوْمِي بِشَرِّ (قَالُوا بَلْ)

جِئْنَاكَ بِمَا كَانُوا فِيهِ يَمْتَرُونَ) اُمّی مَا جِئْنَاكَ

بِمَا تَكْبُرُ مَا لِأَجْلِهِ بَلْ جِئْنَاكَ بِمَا فِيهِ شَرٌّ وَرَبُّكَ وَ

تَشْفِيكَ مِنْ أَعْدَائِكَ وَفَقَا الْقَدَابِ ۖ

جب فرشتے حضرت لوط علیہ السلام کے خاندان کے پاس آئے آپ

۱۔ پ ۱۳ الحجر غ آیہ ۶۳ - ۶۱

۲۔ مدارک جلد ۲ ص ۲۱۳

نے کہا کہ تم نادیدہ لوگ ہو۔ یعنی نہ تم سفر ہو اور نہ ہی اہل قریہ ہو تو میں ڈرتا ہوں کہ تم مجھے کسی شخصیت میں نہ ڈال دو۔ فرشتوں نے کہا بلکہ ہم تو وہ چیزے کرتے ہیں جن میں تمہاری قوم شک کرتی ہے یعنی ہمارا آنا اس لیے نہیں جس کی وجہ سے آپ ہمارے آنے کو ناپسند فرما رہے ہیں بلکہ ہم تو ایک ایسے کام کے لیے آئے ہیں جس میں آپ کی اپنے دشمنوں کی طرف سے خوشی اور تقنی ہے۔ وہ عذاب ہے۔

اب خان صاحب ہمیں بتائیں کہ جب اول ملاقات میں ہی فرشتوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کی تسبیح اور تقنی کر دی تھی تو بعد کے واقعے سے لاعلمی پر دلیل کونسا یہ کہاں کی دیانت داری ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کا واقعہ

خان صاحب گھڑ دی نے حضرت یوسف علیہ السلام کی جو کہانی بیان کی ہے۔ اس کا اکثر حصہ من گھڑت ہے اور جو اعتراضات کئے ہیں وہ لایعنی۔ خان صاحب نے تو چرب زبانی سے کام لیتے ہوئے بلا دلیل اعتراضات کئے ہیں لیکن ہم دلائل کے ساتھ ان کی جہالت اور کھور بالشی کا ثبوت دیتے ہیں۔

خان صاحب کا قول

اگر حضرت یعقوب علیہ السلام حاضر و ناظر ہوتے تو جب ان کے صاحبزادوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو ساتھ لے جانے کا مشورہ کیا تھا حضرت یعقوب علیہ السلام کو یہ قصہ معلوم ہونا چاہیے تھا؟

جواب

بیٹوں کی سازش کا حضرت یعقوب علیہ السلام کو پہلے ہی سے پتہ تھا اسی لیے یوسف علیہ السلام کو منع فرمایا تھا کہ اپنا خواب بھائیوں سے نہ کہنا ورنہ وہ تیرے خلاف کوئی خفیہ تدبیر کریں گے۔ قرآن مجید کے الفاظ یہ ہیں

قَالَ يَا بَنِيَّ لَا تَقْصُصُوا رُؤْيَايَ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَكُونُوا كَالْفُصَّاقِ

فَيَكِيدُ بَالِكُ كَيْدًا لَهُ

آپ نے فرمایا اے بیٹے اپنا خواب بھائیوں سے نہ کہنا ورنہ تیرے خلاف تدبیر کریں گے۔

خان صاحب کا قول

پھر جب بھائی بھائیوں میں حضرت یوسف علیہ السلام کو ڈال آئے تھے تو حضرت یعقوب علیہ السلام نکال لاتے۔

جواب

خان صاحب آپ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اپنے آپ پر قیاس کرتے ہیں حالانکہ صبر و رضا کے معانی میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اعلیٰ ترین مقام پر ہوتے ہیں۔ اسی لیے حضرت یعقوب علیہ السلام نے بیٹوں کے بیان کو ٹھٹھلاتے ہوئے یہ فرمایا کہ جو کچھ تم کہہ رہے ہو واقعہ اس طرح نہیں بلکہ یہ تو تمہارے نفسوں نے تمہیں سازش سوچائی ہے۔ لیکن میں صبر و جلی ہی سے کام لوں گا۔

قرآن مجید کے الفاظ یہ ہیں

قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنْفُسُكُمْ أَمْراً فَصَبْرٌ جَمِيلٌ

ترجمہ وہی ہے جو ہم اوپر بیان کر آئے ہیں۔ اگرچہ مزید تسلی چاہتے ہو تو سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا واقعہ یاد کر لو۔ آپ کی شہادت کی خبریں کثرت کے ساتھ ہمارے آقاؑ نے مادر حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی گئی۔ لیکن آپؐ کے کوئی لب کشائی فرمائی اور نہ ہی اپنے نواسے رضی اللہ عنہ کو کربلا جانے سے منع فرمایا بعینہ سیدنا یعقوب علیہ السلام نے صبر اختیار فرمایا۔

خان صاحب کا قول

پیغمبر کے مومن بیٹوں کا بھی یہ عقیدہ نہ تھا کہ ہمارے باپ خدا کے نبی ہیں حاضر و ناظر ہیں۔ اگر ان کا یہ عقیدہ ہوتا تو اس قسم کی سازش وہ ہرگز نہ کرتے۔

جواب

خان صاحب آپ کے اس استدلال سے تو یہ بات بھی واضح ہو گئی حضرت یعقوب علیہ السلام مومن جگہ ولی یا نبیوں کے بیٹوں کا یہ بھی عقیدہ نہ تھا کہ خدا حاضر و ناظر ہے ورنہ یہ سازش نہ کرتے۔ لہذا ان پیغمبر زادوں اور اطراف و اطراف کے نزدیک خدا بھی حاضر و ناظر نہیں۔ ان کے اس عقیدہ پر بہت سے دلائل قائم کئے جاسکتے ہیں لیکن ہم ان کے گرد گھٹن مال رشید احمد گنگوہی کا صرف ایک واقعہ بیان کرتے ہیں۔

سے ۱ پ ۲ یوسف پ ۱۸

ایک دفعہ گنگوہی کی خانقاہ میں مجمع تھا حضرت گنگوہی اور حضرت نانوتوی کے مرید و شاگرد سب جمع تھے اور یہ دونوں حضرات بھی وہیں مجمع میں تشریف فرما تھے حضرت گنگوہی نے حضرت نانوتوی سے محبت آمیز لہجہ میں فرمایا کہ یہاں تو ایٹ جاؤ حضرت نانوتوی کچھ شراب سے گئے پھر حضرت نے فرمایا تو ادب کے ساتھ چٹ لیٹ گئے۔ حضرت بھی اسی چار پائی پر لیٹ گئے اور مولانا کی طرف کو روٹ لیکر اپنا ہاتھ ان کے سینے پر رکھ دیا جیسے کوئی عاشق صادق اپنے قلب کو تسکین دیا کرتا ہے مولانا ہر چند فرماتے ہیں کہ میاں کیا کر رہے ہو۔ یہ لوگ کیا کہیں گے حضرت نے فرمایا لوگ کہیں گے تو کہنے دو۔

کیونکہ خان صاحب جی تمہارے طالب کے نزدیک خدا حاضر و ناظر ہے یا نہیں ہرگز نہیں اور اگر رشید احمد کا عقیدہ ہوتا کہ خدا حاضر و ناظر ہے تو ہرگز بھرے مجمع میں اپنے معشوق کوٹا کر ساتھ نہ لیٹتے اور نہ جانے کر بھی کیا رہے تھے۔ بعینہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں کا منہا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ ان پر خدا کا محبوبت سوار تھا اور رشید پر بیشک جس کو اللہ تعالیٰ سے شرم نہ آئے وہ کبھی سے بھی شرم نہیں کرتا۔ آدم پر سر مطلب۔

صاحب معالم التبریل کا قول

لَوْ لَا أَنَّ رَأَىٰ بَنِي هَانَ رَبَّهُم (قرآن)

کے ماتحت معالم التبریل میں ہے۔

قَالَ قَتَادَةُ وَكَثُرَ الْمُتَبَرِّينَ إِلَهُ دَائِي صُورَةَ يُعْقِبُ وَهُوَ يَقُولُ لَهُ يَا يُوسُفُ تَمَلَّ عَمَلِ السَّفَهَاءِ وَأَنْتَ مُكْتَوِبٌ

سے ۱ راجع نمبر نمبر اشرف علی تھانوی ص ۳۹

فِي الْأَنْبِيَاءِ وَقَالَ الْحَسَنُ وَسَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ وَمُجَاهِدٌ وَعُكْرَةُ
وَالضَّحَّاكُ اِنْفَرَجَ لَهُ سَقْفُ الْبَيْتِ فَرَأَى يُعْقَبُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
عَاضًا عَلَى اصْتَبَعِهِ وَقَالَ سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ
عَنْهُمَا مَثَلُ لَهُ يُعْقَبُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَضَمَّ يَدَيْهِ فِي صَدْرِهِ
فَخَرَجَتْ الشَّمْعَةُ مِنْ أُنْصِلِهِ

قادہ اور اکثر مفسرین نے فرمایا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے
حضرت یعقوب علیہ السلام کی صورت دیکھی آپ فرما رہے تھے۔ اے یوسف تو
یہ تو توں کا سامع کرے گا ؟ حالانکہ تیرا نام انبیاء کی فہرست میں تحریر ہے اور کیا ابن
سعید ابن جبیر، مجاہد، عکرمہ، الضحاک نے کہ مکان کی چھت کھل گئی اور حضرت یوسف
علیہ السلام نے اپنے والد حضرت یعقوب علیہ السلام کو دیکھا اپنی انگلی دائیں میں
پکڑے ہوئے تھے اور سعید ابن جبیر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت
کی ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام صورت مثالی میں حضرت یوسف علیہ السلام
کے پاس حاضر ہوئے اور اپنا ٹانھ ان کے سینے پر مارا بس شہوت انگلیوں کے
ذریعے خارج ہو گئی۔

اس کے علاوہ اور بھی اقوال مذکور ہیں جو اس واقعہ کے منافی نہیں کیوں کہ
علامہ عارف صاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے
بِالنَّجْمِ مَا عَقَلَتْ كَثُرَتْ عَلَيْهِمُ الْفَوَارِ دَانَتْ فِي هَذَا الشَّانِ
اس واقعہ سے یعقوب علیہ السلام کا علم بھی ثابت ہو جاتا ہے اور مسئلہ

۱۔ تفسیر معالم التنزیل جلد ۳ بر حاشیہ خازن ص ۲۲۵

۲۔ صاوی شریف جلد ۲ ص ۲۱۲

حاضر و ناظر بھی۔ اب خاقان صاحب چاہے کہتے ہی الشیخ کھائیں لیکن کوئی بھی
داشمنہ اتنے جنیل القدرہ بعین بالخصوص سید المفسرین سیدنا عبد اللہ ابن عباس
رضی اللہ عنہما کے مقابلہ میں ٹیس ٹیس کے لیے تیار نہیں۔ باقی رہا ظاہری معاملہ
سو اس کا جواب یہ ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام حکم الہی کے پابند ہوتے ہیں
اور خدا تعالیٰ کو کچھ بھی شعور ہو تو سوچیں کیا یعقوب علیہ السلام کا صبر کیا تھا گھر بیٹھے رہنا عدم علم کی
دیس ہے تو کیا یوسف علیہ السلام کو بھی اپنے والد کا پتہ نہ تھا اور ان کی محبت کا احساس
نہ تھا وہی آپ اطلاع صحیح دیتے مگر بات وہی ہے کہ ظہر میں ہی حکم الہی کے پابند تھے۔

پھر یعقوب علیہ السلام کا فرمانا

عَسَى اللَّهُ أَنْ يَأْتِيَكُمُ بَصِيْرًا جَمِيْعًا

ترجمہ: عنقریب اللہ تعالیٰ میرے سب بیٹے لے آئے گا۔

پھر فرمایا: يَا بَنِيَّ اذْهَبُوا فَتَحْتُوا مِنْ يَوْسُفَ وَاجِبُوا

ترجمہ: اے بیٹے جاؤ یوسف اور اس کے بھائی یا مین کو نکالیں کرو۔

پھر آپ کا فرمانا:

اَلْحَبِ اَعْلَمُ مِنَ اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ

ترجمہ: میں اللہ کی طرف سے جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔

بھائیوں نے جو کچھ یوسف علیہ السلام سے بڑاؤ کیا تھا وہ تو جانتے تھے
اور کہیں سے نکل جانے کے بعد جو کچھ ہوا وہ جانتے تھے۔ لہذا ثابت ہوا کہ یعقوب
علیہ السلام اپنے پیارے بیٹے کے حال سے آگاہ تھے۔ اور یہ آگاہی اللہ کی طرف سے
تھی۔ ذریعہ خواہ کوئی بھی ہو۔ کیونکہ ہمارے عقیدہ میں یہی ہے کہ جو بات اللہ تعالیٰ کسی سے
پوشید رکھے اس پر کسی صورت اطلاع نہیں پائی جاسکتی۔

۱۔ پ ۱۳ یوسف غ ایت ۸۳ - ۲۔ پ ۱۳ یوسف غ ایت ۸۹

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ

نیز موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کی ملاقات کے واقعہ سے صرف اتنا ہی ثابت ہوتا ہے کہ بعض علم جو کہ موسیٰ علیہ السلام کو دیا گیا تھا وہ حضرت خضر علیہ السلام کو نہ تھا۔ جو علم خضر علیہ السلام کو عطا فرمایا گیا وہ ملاقات سے قبل حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نہ تھا اور ملاقات سے وہ بھی آپ پر ظاہر ہو گیا اور ملاقات صرف موسیٰ علیہ السلام کو یہ بات بتلانے کے لیے تھی کہ فسوق سے کُل ذی حِلیم علیہم ۵ اس واقعہ سے ہمارے عقیدہ پر کوئی زبردستی نہیں پڑتی۔ کیونکہ ہمارا یہ ہی عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو وہ امور عیسائی جن کا علم ان کے لیے ضروری ہوتا ہے ان کا علم عطا فرماتا ہے اور کسی کے لیے غیر ضروری معلومات نہیں کرنا عظیم اور عظیم کی شان نہیں۔ لیکن ہم یہ نہیں سمجھ سکے کہ طائفہ دنیاویہ تجدید ترازو سے کراںبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کا علم تو سننے کے لیے کیوں بیٹھے جاتے ہیں۔ برخلاف اس کے یہ گروہ اپنے پیرو مشد ابلیس علیہ اللعنة کے حاضر و ناظر ہونے اور اس کے علم کی نفی کر کے لیے کبھی درجہ نہیں ہوتے۔ بیشک اپنے بزرگوں کی تنقیص کی شان کس کو گوارا ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کا واقعہ

حضرت سلیمان علیہ السلام کے واقعہ سے خان صاحب کا استدلال تو خان صاحب کی کمال جہالت پر روشن دلیل ہے۔ جہلا وہابی اور قرآن کا فہم دو متضاد چیزیں ہیں میں کیسے جمع ہو سکتی ہیں۔ خان صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

ایک دفعہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے پرندوں کی حاضری لی تو ہڈ ہڈ نظر نہ آیا۔ فرمانے لگے! کیا وجہ ہے کہ وہ مجھے نظر نہیں آتا یا واقعی وہ غائب ہے اگر ہڈ ہڈ اپنی غیر حاضری کی معقول وجہ نہ بتا سکا تو میں اس کو سخت سزا دوں گا۔ ہو سکتا ہے کہ اس کی حکم عدولی پر میں اسے فرج ہی کر دوں۔ تھوڑی ہی دیر گزری کہ ہڈ ہڈ آیا اور اپنی غیر حاضری کی وجہ بیان کی کہ میں ملک سبا کو چلا گیا تھا وہاں سے کچھ ایسے پیش ہوا اور دل کش حالات اور معلومات فراہم کر کے لایا ہوں کہ آپ کو ان کی خبر تک نہیں ہڈ ہڈ سے پوچھنے کو اسے گستاخ اور بے ادب و عیباک تو سننے پر کیا کہہ دیا کہ مجھے ملک سبا کا حال معلوم ہے اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو خدا کے پیغمبر تھے حضرت داؤد علیہ السلام کے لاڈلے تاج و تخت کے ملک ہوا پر حکومت کرنا والے اور جنات پر تسلط رکھنے والے ان کو یہ معلوم نہیں اسے ہڈ ہڈ تو نے غضب ٹھسایا حضرت سلیمان کی جلالت شان اور عظمت کا خیال نہ کیا ان کے علم کو تو نے گٹھایا ناپا اور تولا چل دے ہڈ ہڈ بھی وہابی ہو گیا۔

خان صاحب نے قرآن مجید کی تفسیر میں جو عوام کو دھوکہ دیا ہے اس معاملہ میں تو خان صاحب کی خبر ہم خود نہیں سکے۔ لیکن اتنا تو خان صاحب ہی سے پوچھنا ہے

کہ خان جی آپ ﷺ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہتے ہیں یا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ جو کہ ہد کو اپنا پیشوا تسلیم کئے ہوئے ہو۔ ہد ہد کے قول کی بنیاد تو کوہ فہمی پر تھی نہ کہ طعن پر و گرنہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے علوم میں طعن کرنا تو صریح منافقت ہے جسے آج کل عرف عام میں دُعا بیت کہتے ہیں۔ کیا آپ ثابت کریں گے کہ کسی ایماندار نے بھی انبیاء علیہم السلام کے قول، فعل، علم میں طعن کیا ہو۔ ہرگز نہیں۔

فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوا وَلَنْ تَفْعَلُوا فَتَقْوِ السَّارَاتِقِ
وَقُوْذْهَا السَّارَاتِقِ وَالْحِجَابُ اَعَدَّتْ الْكَافِرِيْنَ

منافقوں کا ثبوت ہم پیش کر دیتے ہیں۔ معتقد اور غیر معتقد دُعا ہیوں کے امام و پیشوا علامہ لغوی معالم التشریح میں حدیث نقل کرتے ہیں۔

قَالَ سَدِّي قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
عَرِضْتُ عَلَى أُمِّي فِي صَوْرَةِ هَافِيَةِ الطَّيْرِ كَمَا
عَرِضْتُ عَلَى آدَمَ وَأَعْلَمْتُ مَنْ يُؤْمِنُ بِي

مَنْ يَكْفُرُ بِي فَبَلَغَ ذَلِكَ الْمُنَافِقِينَ فَقَالُوا
إِمْتَنَهُمْ أَذْهَبَ مُحَمَّدٌ أَنْ يَكُنْ مِنْ يَوْمِنَا وَمَنْ
يَكْفُرُ بِهِ مِنْ لَمْ يَحْلُفَ مَعَهُ وَمَا يَفْرَقْنَا فَبَلَغَ
ذَلِكَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ
عَلَى الْمَنْبَرِ فَحَمِدَ اللَّهَ وَاشْتَمَلَ عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ
مَا بَالُ اتَّوَامٍ طَعَنُوا فِيَّ عَدُوِّي لَا تَسْأَلُونِي
عَنْ شَيْءٍ فِيهَا بَيْنَكُمْ بَيْنَ السَّاعَةِ إِلَّا بَيِّنَاتٌ

کہا سدی نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میری امت میرے سامنے اپنی صورت پر مٹی میں پیش کی گئی جیسا کہ آدم علیہ السلام پر پیش کی گئی اور جانائیں نے جو کچھ پر ایمان لائے گا اور جو میرا انکار کرے گا۔ پس یہ صریح منافقوں کو پہنچی تو انہوں نے استہزاء کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم گمان کرتا ہے کہ وہ جانتا ہے جو اس پر ایمان لائے گا جو اس کا انکار کرے گا۔ ان میں سے جو ابھی پیدا نہیں ہوئے حالانکہ وہ ہم کو نہیں پہچانتا جب یہ بات منافقوں کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنی آپ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور اللہ کی حمد و ثنا کی پھر فرمایا، کیا حال ہے ان قوموں کا جو میرے علم میں طعن کرتے ہیں نہیں پوچھو گے تم کوئی چیز اب سے قیامت تک ہونے والی مگر میں تمہیں اس کی خبر دوں گا۔

اس حدیث شریف سے یہ دو باتیں ثابت ہو گئیں اول یہ کہ خان صاحب اور ان کا طائفہ کو کسی نوع انسانی میں سے ہیں وہ سرے ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت علمی۔ اب آئیے اصل مسئلہ کی طرف۔

خان صاحب فرماتے ہیں۔

وَلَقَدْ طَعَنَ طَائِفٌ مِّنَ الْأَرَامِيِّ الْهَدَ هَذَا أَمَّ كَانَ مِنْ
الْعَاقِبِينَ لَا عَدْبَتَهُ عَدَا أَبَا سَدِيدٍ أَوْ لَا أَدْبَحَتْهُ
أَوْ لَبَّاسَتْ بِيَعْنِي سُلْطَانٌ قَبْلِي لَمْ تَكُنْ عَيْنِي بَعِيدَةً
أَحْطَتْ بِكَالِمِ خَوَّطَ بِهِ وَحِثَّتْكَ مِنْ سَكَاوِ بَنِي
يَقِينٍ

اور حاضر می لی اڑتے جانوروں کی تو کہا کیا ہے جو میں نہیں دیکھتا ہد کو یا ہے

وہ غائب اس کو سزا دوں گا سخت سزا یا فرج کر ڈالوں گا یا لائے میرے پاس
سند صریح پھر بہت دیر نہ کی کہ ہڈ پڑنے آکر کہا کہ میں نے آیا خبر ایک چیز کی
کو تجھ کو اس کی خبر تک نہ تھی اور آیا ہوں میں تیرے پاس حکم سب سے ایک
تحقیقی خبر لے کر ہے

خان صاحب (صا) اور (ما) کی حقیقت سے ہی ناواقف ہیں ورنہ دھوکہ نہ
کھاتے اور اگر واقف ہیں تو دانستہ طور پر عوام کو دھوکہ دیا ہے مآل لا ازی
الْمُتَّعِدَّةً مِّنْ مَا اسْتَقْبَاهُم مِّمَّ بَعَثَ اور استقہام کی قسموں میں ہی سے ایک قسم
استقہام اختیاری بھی ہے اور اُم کان و سن الفاشین میں ام شک کے مترادف
نہیں بلکہ بل کے مفہوم میں ہے۔ اور ام منقطعہ ہے یعنی اپنے سے قبل اور
مابعد میں تعلق کو منقطع کرتا ہے تو معنی مآل لا ازی الھمة عدہ اُم کان و سن
الْمُتَّعِدَّةً کا یہ ہوا کہ آپ نے فرمایا کہ ہڈ کو میرے نہ دیکھنے کی کوئی دوسری
وجہ ہے اور خود ہی فرمایا کہ نہیں بلکہ وہ غائب ہی ہے اس کی مثالیں قرآن مجید
میں اکثر موجود ہیں۔ یہاں صرف ایک مثال بیان کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے
پہلے پارے کے آخر میں فرمایا ہے کہ اَنْتُمْ اَعْلَمْتُمْ اَمْ اللہ اس آیت مبارک
میں بھی ہنر و (م) استقہام اختیاری کا ہے اور ام بل کے معنوں میں ہے اور
الشراب انتقانی ہے معنی آیت کا یہ ہے کہ کیا تم زیادہ جانتے ہو نہیں بلکہ اللہ
کی زیادہ جانتا ہے۔ اگر خان صاحب کے فہم کے مطابق ام کو اوشکیہ کے معنوں
میں مراد لیا جائے تو معنی آیت کا یہ ہوگا کہ تم زیادہ جانتے ہو یا اللہ تعالیٰ یعنی
شک ہے اس بات میں کہ مخالف زیادہ جانتے ہیں یا اللہ تعالیٰ اور شک

بھی کس کو اللہ تعالیٰ کو اور مراد بالکل باطل ہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ حضرت
سلیمان علیہ السلام کو ہڈ ہڈ کے غائب ہونے میں شک نہیں بلکہ یقینی علم تھا
دوسری دلیل یہ ہے کہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام کے نزدیک ہڈ کا جرم ہی
محقق نہ تھا تو سزا سنانا کیسا؟ تیری دلیل یہ ہے کہ اگر ہڈ کا غائب ہونا محقق
نہ تھا تو آپ نے یہ کیسے فرمایا۔ اَوَلَيْسَ يَتَّبِعُنِي بِسُلْطٰنٍ اَوْ يٰمٰنِ کہ میرے
سلسلے اپنے غائب ہونے کی معقول وجہ۔ جب ہڈ کے غائب ہونے میں ہی
شک ہے تو یہ مطالبہ کیسا؟ لہذا خان صاحب کی غول غول کی کوئی حقیقت نہیں اور
خان صاحب کا یہ فرما کہ اگر واقعی حضرت سلیمان علیہ السلام کو اس کا علم ہوتا تو
وہ ہرگز یہ نہ فرماتے۔

قَالَ سَتَنْظُرُنَا مُعَذَّاتٍ اَمْ كُنْتُمْ مِنَ الْمُنْكَرِ بَيِّنِينَ

حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم ابھی دیکھ لیتے ہیں کہ تو
ہم کتے ہیں یا جھوٹوں میں سے ہے

خان صاحب ذرا یہ فرمائیں کہ مشاہدہ فی الخارج کیا علم کے معانی ہے
ہرگز نہیں ورنہ تو اس آیت اور اس جیسی دیگر آیات کا کیا جواب ہوگا اللہ تعالیٰ
فرماتا ہے:

عَلٰی دُبُكُمۡ اَنْ يَّخْلُقَ عَذۡوَكُمۡ وَاَنْ يَّخْلُقَ لَكُمۡ فِی الْاٰزۡحٰمِ

فَيُخَلِّقَ لَكُمۡ كَيْفَ تَشَآؤُنَ

عقرب تہا مارب تہا سے دشمنوں کو جاک کر دیکھا اور تم کو زمین میں خلافت
دیگا پھر دیکھے گا تم کیسے عمل کرتے ہو

کیا اللہ تعالیٰ یَقْنَمَ مَا بَيْنَ اَيْدِيكُمْ وَ مَا خَلْفَكُمْ کی شان نہیں رکھتے اور اگر حضرت سلیمان علیہ السلام کو واقعی علم نہ تھا تو سَنَنْظُرُ نہ فرماتے بلکہ سَنَسْتَعْلَمُ فرما دیتے۔ کیا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بھی تمہاری طرح حق پرستی سے کام لیا کرتے ہیں۔ لیکن باوجود اس کے پھر بھی ہم حضرت سلیمان علیہ السلام کو عالم کل نہیں مانتے بلکہ ہمارا ایمان اس بات پر ہے کہ آپ کے منصب کے لائق اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم ضرور عطا فرمایا تھا۔ یہاں پر بھی ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر حضرت سلیمان علیہ السلام کو بُدْبُد کے صدق اور کذب کا علم نہ تھا تو خط کیوں کھدوایا اور اس کے پہنچانے کی پوری تعلیم کیوں دی۔ چاہیے تھا کہ پہلے بُدْبُد کے صدق اور کذب کی تحقیق کرتے پھر کاروائی جاری فرماتے باقی رہا بُدْبُد کا قول اَحَطْتُ بِمَا لَمْ تَحْطُ بِهِ سو یہ ظاہر کے اعتبار سے تھا کیونکہ بُدْبُد جانتا تھا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ملک سبامک سفر نہیں فرمایا اس لیے ملک سبامک کی آپ کو اطلاع نہیں۔ مگر اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ بُدْبُد نے حقیقی طور پر آپ کے علم کی نفی کی تھی تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ بُدْبُد کو مَا فِي الْمَسَدِ دُرّ کی اطلاع کیسے ہوئی یا کیا غیر انبیاء پر بھی وحی نازل ہوتی ہے یا جانور بھی کشف کے ذریعہ مَا فِي الْمَسَدِ دُرّ پر مطلع ہو جاتے ہیں۔ وحی تو یقیناً غیر نبی پر نہیں آتی، اگر بُدْبُد کے لیے کشف ثابت کیا جائے تو حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے بدرجہ اولیٰ ثابت ہو گا۔ اگر بُدْبُد کے قول کے مطابق حضرت سلیمان علیہ السلام کو اطلاع نہ تھی تو آپ کے خدام میں سے غفیریت کیسے مطلع ہوا جو تخت لانے کو تیار ہو گیا تھا پھر آصف بن برخیا کو علم کیسے ہوا جو تخت لے بھی آئے حالانکہ انہوں نے کوئی تحقیق و تمییز نہ کی تھی۔

حضرت داؤد علیہ السلام کا واقعہ

خان صاحب نے بخاری شریف اور مسلم شریف میں مذکور ایک مختصر واقعہ ایسے انداز سے تحریر کیا ہے کہ پڑھنے والے کا دل خواہ خواہ غلام خان صاحب کے نام نہاد عدل و انصاف کی داد دینے لگتا ہے اور تقریباً ڈیڑھ سو غصہ سیاه کر دیا اور یہ تمام کوشش اس لیے کی کہ داؤد علیہ السلام کی لاعلمی ثابت کرے اصل واقعہ صرف یہ ہے۔

وَكَاثُتٌ اِمْرَاَتَانِ مَعَهُمَا ابْنَاهُمَا جَاءَهُمَا الذَّبُّ فَاَتَتْهُمَا
يَا بَيْنَ اِخْتِاَمًا فَقَالَتْ صَاحِبَتُهَا اِشْمَا ذَهَبَ يَا بَيْنُكَ
وَقَالَتْ الْاُخْرَى اِشْمَا ذَهَبَ يَا بَيْنُكَ فَتَخَاكُمَا اِلَى دَاوُدَ
فَقَضَى بَيْنَهُمَا بِالْحَرْبِ فَاَخْرَجَهُمَا عَلَى سُلَيْمَانَ بْنِ دَاوُدَ
فَاَحْبَبَتْهُمَا فَقَالَ اَكْتَفِي بِاَيْسَرِكَيْنِ اَشْتَدَّ بَيْنَهُمَا فَقَالَ
الصُّخْرَى لَا تَفْعَلْ يَزِيحُكَ اِلَهُهُمَا اِنْ شِئْتَ فَتَقْضِ
بَيْنَهُمَا لِلصُّخْرَى

دو عورتوں کے ساتھ ان دونوں کے دونوں کے تھے ان میں سے ایک کا بیٹا بھیڑیا اٹھا کر لے گیا۔ دونوں ایک دوسرے کو کہتی تھیں کہ تیرا لڑکا بھیڑیا لے گیا ہے۔ پھر انہوں نے داؤد علیہ السلام سے فیصلہ چاہا۔ آپ نے جڑی کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ پھر وہ حضرت سلیمان علیہ السلام

کے پاس گئیں انہیں کہانی سنائی آپ نے حاضرین سے فرمایا کہ بھری
لاؤ میں اس لڑکے کے دو حصے کر کے دونوں میں بانٹ دیتا ہوں۔
پس چھوٹی نے کہا کہ آپ ایسا کریں لڑکا اسی کا ہے لیکن بڑی کچھ دہولی
آپ نے فیصلہ چھوٹی کے حق میں دے دیا۔

خان صاحب سمجھتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے بڑی کی بات کو سنا کھریا۔
حالانکہ عربی عبادت میں کوئی جھگڑا ایسا نہیں جو اس بات پر دلالت کرتا ہو۔
کیا خان صاحب یہ بتا سکتے ہیں کہ ان کو داؤد علیہ السلام کے مافی الضمیر
کی کس طرح اطلاع ہو گئی یا دانستہ طور پر فتنہ اشیاء خلقیہ کا پلین کے انعام
کا شوق کو دا۔ پھر خان صاحب یہ جواب دیں کہ کیا قاضی یا مفتی کے لیے ضروری
ہے کہ مدعی اور مسائل کو پہلے سچا یقین کرے پھر یہ فیصلہ یا فتویٰ دے کی شریعت
میں اس قانون کو ثابت کر سکتے ہیں مگر اصول تو یہ ہے کہ اگر مدعی ثبوت دعویٰ بہم
پہنچا دے تو فیصلہ اس کے حق میں ہو جائے گا اور اگر ثبوت انکار بہم پہنچا دے
فیصلہ اس کے حق میں ہوگا۔ اور قاضی کو ذاتی معلومات کی بنا پر فیصلہ کرنے کا حق حاصل
نہیں۔ اسی لیے حضرت داؤد علیہ السلام کے سامنے جس نے ثبوت استحقاق بہم پہنچا
دیا۔ آپ نے اُسی کے حق میں فیصلہ دے دیا اور خان صاحب کا یہ کہنا کہ حضرت
سلیمان علیہ السلام نے چھوٹی کی حالت اضطرابی دیکھ کر جان لیا کہ فیصلہ
حقیقت کے خلاف ہے۔ یہ بھی ٹھوٹے ہے کیونکہ وہ خود آپ کے پاس مقدمہ
لے گئیں تھیں۔ اگر حضرت سلیمان علیہ السلام کو یقین ہو گیا تھا کہ فیصلہ حقیقت
کے خلاف ہے تو انہوں نے بغیر حکم عدلی کے کیوں نہ چھوٹی کا لڑکا دلوادیا۔

درا بھی کیسے کہتے تھے۔ وہ خان صاحب کی طرح جاہل تو نہ تھے۔ آپ قانون قضاء
کے واقف تھے کہ جب ان دونوں میں سے کوئی ایک حقیقت کا خود اقرار نہ کرے
فیصلہ ناممکن ہے۔ اسی لیے آپ نے چھری لانے کا حکم دے کر بڑی کی زبان حال
سے اور چھوٹی کی زبان حال سے حقیقت کا اقرار کروایا اور پھر فیصلہ حقیقت کے
مطابق دے دیا۔ خان صاحب اگر اپنی نظروں سے حسد اور بغض کی پٹی اتار کر دیکھیں
تو ان پر صاف ظاہر ہو جائے گا کہ اپنے ذاتی علم پر فیصلہ کرنے کا حق تو اللہ تعالیٰ نے
بھی اپنے لیے نہیں رکھا۔ باوجود اپنے بندوں کے اقوال اور اعمال سے واقف ہونے
کے پھر نامرأ اعمال کی فہرست تیار کر لے کے لیے فرشتے مقرر فرما دینے میں تاکہ
حقیقت کا خارج میں ثابت ہو جانے کے بعد فیصلہ فرمایا جائے۔ لہذا اس واقعہ سے
داؤد علیہ السلام کی شانِ علیت پر کوئی دھبہ نہیں پڑتا۔

خان صاحب لکھتے ہیں۔

اعتراف

فریق مخالفت کے اعلیٰ حضرت مجدد وقت مولوی احمد رضا
خان صاحب بریلوی اپنی مشہور کتاب مفتوحات حصہ دوم

ص ۴۹ پر رقمطراز ہیں ”انہی سیدی سلجاسی کے دو بیویاں تھیں سیدی عبدالعزیز
و بارخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رات خُم نے ایک بیوی کے جاگتے ہوئے،
دوسری سے ہم بستری کی یہ نہیں چاہیے۔ عرض کیا حضور وہ اس وقت سوئی تھی
فرمایا سوئی مدی سوئے میں جان ڈال لی تھی عرض کیا حضور کو کس طرح علم ہوا فرمایا
جہاں وہ سو رہی تھی۔ کوئی اور پلنگ بھی تھا عرض کیا ہاں ایک پلنگ خالی تھا فرمایا
اس پر میں تھا سو کسی وقت شیخ فرید سے جدا نہیں ہوا میں ساتھ ہی رہا۔“

اس واقعہ پر خان صاحب حاشیہ آرائی فرماتے ہیں: حضرات ہمیں تو یہ سوال نقل کرتے بھی شرم آتی ہے۔ مگر کیا کیا جانے ہم بھی بخیر ہیں۔ دیکھا کہ ان برائیوں کے علم غیب اور حاضر و ناظر کی انتہا کی مرید کی ہم بہتری کے وقت بھی ان کے پیرو مشد حاضر و ناظر ہوتے ہیں اور سب واقعہ چشم خود دیکھتے ہیں۔

جواب اعلیٰ حضرت نے یہ واقعہ بعینہ نہیں نقل فرمایا بلکہ روایت ہمنی کی ہے۔ لیکن خان صاحب گھڑوی کو کیا علم کہ اس واقعہ کے اصل راوی کون ہیں اور یہ کس کا واقعہ ہے۔ خان صاحب گھڑوی کی عبادت سے قبل ہم یہ واقعہ بعینہ نقل کرتے ہیں۔

یہ واقعہ جن کو پیش آیا تھا ان کی تشریف کتاب الابرار کے اختتام پر یوں مذکور ہے: نجم العرفان، امام البیان، سید محمد قطب، دقہ سیدی، احمد بن الیادک السجاسی اور ان کے شیخ غوث الاولیاء العارفین سیدنا عبد العزیز و بارخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں اور یہ واقعہ ان دونوں عظیم الشان بستیوں سے متعلق ہے سیدی احمد السجاسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔

إِنِّي جَمَعْتُ بَيْنَ دُوحَتِي ذَاتِ يَسْتَيْ فَا بَيَّتَ قَاجِدُ بَدَا
مَنْعَ إِخْدَا هَمَا مِنْ بَيْتِهَا بِمُسْكِنِهَا فَا تَنَسَّ كُلُّ ذَا جِدَا
فَوَيْتُهَا عَلَى فَوَاشِي وَخَدَّهَا قَرِيبَ أَنَا عَلَى فَوَاشِي وَخَوِي وَبَيْتِي
فَوَاشِي رَافِعِي فِي الْبَيْتِ لَمْ يَبْتَ عَيْنِي أَحَدٌ شَعَدَ عَيْنِي فَوَاشِي
إِنِّي وَطَعْتُ الرُّوحَتَيْنِ فَوَطَعْتُهَا ظَنًّا وَبَيَّتِي أَنَّ الْأَحْزَى
نَاصِمَةٌ لَكُمْ لَمَّا بَنَيْتُ عَيْنِي قَلْبِي لَا فَهَمْتُ وَطَعْتُ الْأَحْزَى

سورہ الزاھر ص ۳۰

ظَنًّا وَبَيَّتِي أَنَّ الْأَحْزَى نَاصِمَةٌ لَكُمْ لَمَّا بَنَيْتُ قَلْبِي لَمَّا كَوْنُكُمْ لَمَّا بَنَيْتُ
وَكُنْتُ أَكْثَرُ مِنْهَا وَإِنْ بَدَتْ الْمَسَافَةُ جَعَلْتُ ذَاتَ يَدِي
يَسَارَ جَنِي قَالَ مَا تَقُولُونَ فَا جَمَعَ الْعَرَاةَيْنِ فِي مَسْكِنٍ وَاجِدٍ
مَنْعَ وَظَنِيهَا فَجَلَسْتُ أَنَا أَشَارَ إِلَى مَا دَفَعْتُ مِنِّي فَقُلْتُ يَا
سَيِّدِي وَكَيْفَ عَدِيتُ ذَاكَ فَقَالَ وَمَنْ نَا مَا هَلَاكَ الْبَرَاءَتِ
الرَّافِعِ رَلَا

ترجمہ میں نے ایک رات کسی عذر کی بنا پر اپنی دونوں بیویوں کو ایک ہی کمرے میں اکٹھا کر لیا، پس ہر ایک علیحدہ اپنے اپنے بستر پر سوئی اور میں علیحدہ اپنے بستر پر سویا اور چونکہ بستر خالی رہا۔ پھر میرے جی میں ایک بیوی سے بستر کی خواہش پیدا ہوئی تو میں نے یہ خیال کر کے کہ دوسری سو رہی ہے ایک بیوی سے بستر کی اور پھر کچھ دیر کے بعد یہ ہی خیال کرتے ہوئے دوسری بیوی سے بستر کی۔ جب میں سیدی عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زیارت کے لیے حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ وہ بیویوں کو ایک کمرے میں اکٹھا کر کے ان سے بستر کی مسئلہ میں تہارا کیا خیال ہے۔ تو میں سمجھ گیا کہ حضرت نے میرے واقعہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ میں نے عرض کی کہ آپ کو کچھ علم ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ جسے بستر پر کون سویا ہوا تھا۔

اب اس عبادت میں غور فرمائیں اور خان صاحب گھڑوی کی خرافات بھی پیش نظر رکھیں۔ کیا پوری عبادت میں کوئی جملہ ایسا ہے جس سے یہ ثابت ہو

سورہ الزاھر ص ۳۰

کہ حالت بستر کے وقت بچہ خود اس فعل کو دیکھ رہے تھے۔ حضرت ترخود فرمایا
رہے ہیں کہ چوتھے بستر پر کون سو رہا تھا کیا جو شخص انھیں کھول کر دیکھ رہا ہو اسے
نامم کہا جاتا ہے۔ بلکہ نام کا اطلاق تو اسی شخص پر ہوتا ہے جو انھیں بند کر کے لیٹا ہوا ہو
اگرچہ جاگ ہی رہا ہو۔ جو لوگ باطل تنگ اور متحرک مکانوں میں زندگی گزارتے ہیں کیا
وہ اس سوتھ پر گھر کے دیگر افراد جو اس پاس لیٹے ہوئے ہوتے ہیں ان کو باہر نکال
دیتے ہیں۔ باقی رہا شیخ کامل کا مرید کے ساتھ رہنا سو یہ تالیق اور متبورج میں ظاہر
اور باطن کمال اتحاد پر مبنی ہے اور یہ بات بھی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بریلوی
نے اپنی طرف سے نہیں فرمائی بلکہ یہ سیدی احمد سلطانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
فرماتے ہیں۔

قَالَ يَا وَحْيُ اللَّهِ عَنِّي مَسْرُوعٌ أَخَذَ بِي إِذِي لَا أَفَارِقُكَ يَسْلُوكَ لَا تَخَالُ
ترجمہ: کہ میں تجھ سے دن رات میں کبھی جدا نہیں ہوتا اور مجھ فرماتے ہیں،
قُلْتُ لَهُ مَسْرُوعٌ يَا سَيِّدِي مَا بَيَّتَ فِي السَّنَامِ ذَاتِي وَذَلِكَ فِي ثَوْبٍ
وَاجِدٍ فَقَالَ هَذَا رُؤْيَا حَقِّي وَأَنَا ذَاتِي لَا يَفَارِقُنِي لَيْلُ وَنَهَارًا
ترجمہ: یعنی ایک مرتبہ میں نے عرض کیا کہ حضور میں نے خواب میں خود
کو اور آپ کی ذات کو ایک کپڑے میں دیکھا ہے فرمایا یہ خواب سچا
ہے اور اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حضرت دن اور رات میں کسی
وقت مجھ سے علیحدہ نہیں ہوتے بلکہ

اب خان صاحب فرمائی کہ اس واقعہ میں قباحت اور بے حیائی کی کوئی
بات ہے جس کی وجہ سے آپ شرم کی تالی میں ڈوب کر رہے۔ کیا رشید احمد کا بھرے

نہ۔ کتاب ادب پر مشتمل۔

مجھ میں اپنے معشوق کے ساتھ لیٹے تھے اور خواب میں اسی معشوق کے ساتھ افلام
بازی کرنے تھے۔ بھرے مجھ میں عورت کی شرمگاہ کی ہیئت کلامیہ بیان کرنے
سے یہ واقعہ زیادہ شرمناک ہے۔ اور خان صاحب نے جو فرشتوں کا حوالہ دیا ہے
کہ فرشتے ایسی حالت میں انسان سے علیحدہ ہو جاتے ہیں۔ ہم خان صاحب سے
پوچھتے ہیں کہ علیحدہ ہو کر اسی جگہ کمرے میں ہی رہتے ہیں۔ یا باہر نکل جاتے ہیں کیا
ایسے موقع پر جب مرد و عورت کوئی بات کریں تو بچنے کے لیے حاضر نہیں ہوتے۔
کیا ان کی ہر نقل و حرکت تحریر میں نہیں لاتے۔ السراج النیر کا حوالہ تو نقل کر دیا لیکن
اسی حدیث پر شیخ الاسلام محمد بن سالم رحمۃ اللہ علیہ کیوں تفرسے اور جھل رہے۔
اور وہ یہ ہے۔

أَيُّ يَكُونُ قَوْلُهُ جَنَابُكَ مَعَ الْقُرْبِ مَشْأَةً يَسْلُوكَ حَقًّا مَّا
يَقْبَعُ مَشْأَةً يَسْلُوكَ حَقًّا

ترجمہ: فرشتے انسان سے علیحدہ ہو جاتے ہیں۔ لیکن قریب ہی رہتے
ہیں تاکہ جو کچھ اس سے سرزد ہو اس کا ملاحظہ کرتے رہیں تاکہ اس کو نکلیں۔

اگر فرشتوں کا ایسے وقت میں موجود رہنا اور ملاحظہ کرنا بے حیائی نہیں تو ولی
کمال کی معیت روحانی کیونکر بے حیائی ہوگی۔ فرشتوں کے معاملے میں بھی شیطان
کی شرارت کو دخل نہیں اور ولی کمال کے معاملات میں بھی دخل نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ
فرماتا ہے۔

إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ

شہ۔ ۱۔ اور احادیث کا ذکر ۳۳۹ - ۳۴۰ - تذکرۃ الرشید جلد ۲ صفحہ ۳۴۰

شہ۔ ۲۔ تذکرۃ الرشید جلد ۲ صفحہ ۳۴۰ - ۳۴۱ - حاشیہ السراج النیر صفحہ ۳۴۱

شہ۔ ۳۔ پٹا المرحومہ نوبت ۴۲

ترجمہ :- اے شیطان بیشک میرے خاص بندوں پر تیری قدرت نہیں ہے۔

اور نیچے علامہ بغوی اپنی تفسیر معالم التنزیل میں کذا البت شرعی ابراہیم
مَلَکُوتِ السَّمُوتِ وَالْأَزْجِیْنَ کے تحت ایک حدیث نقل کرتے ہیں۔
رَوَى مِنْ سَلَمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَرَفَعَهُ بِنَصَبِهِمْ عَنْ
عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ نَعْمًا أَرَى إِبْرَاهِيمَ مَلَکُوتِ السَّمُوتِ
وَالْأَزْجِیْنَ أَبْصَرَ دَجَلًا عَلَى فَا حِشَقَ قَدْ عَا عَلِيَّوْهُ فَبَلَكَ شَمَّ
أَبْصَرَ آخَرَ قَدْ عَا عَلِيَّوْهُ فَبَلَكَ شَمَّ أَبْصَرَ

ترجمہ :- حضرت سلیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ بعض نے
حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام
نے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی کو دیکھا تو آپ نے ایک آدمی کو
نہا کرتے ہوئے دیکھا اور آپ نے اس کے حق میں بددعا کی وہ ہلاک
ہو گیا۔ پھر دوسرا دیکھا اس پر بددعا کی وہ بھی ہلاک ہو گیا پھر اسی طرح
تیسرا دیکھا۔

کیوں جی خان صاحب اللہ تعالیٰ اور ابراہیم علیہ السلام سے بھی زیادہ شرم
آپ کے حصے میں کیاں سے آگئی " اَنَا خَيْرٌ مِنْهُ " کہنے والے سے کوئی خاص رشتہ
معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ ایسی کرم نوازاں اسی کی شان ہے۔

اس کے بعد خان صاحب لکھنوی لکھتے ہیں۔

اعتراض :- ایک اور شوریدہ سرافقنا ہے اور وہ ولی اور نبی کے کمال کی یہ
شرط لکھتا ہے کہ :-

لَا تَسْتَكْبِرُ نَطَقَةً فِي خُرُوجِ النَّفْسِ إِلَّا يَنْخَرُ ذَالِكَ الرَّجُلُ
الْيُسَاءَ.

ترجمہ :- کسی مادہ کی شرمگاہ میں کوئی نطقہ نہیں قرار دیتا مگر وہ کامل
اس کو دیکھتا ہے۔

جواب :- خان صاحب کی یہ بات سمجھنی کوئی دشوار نہیں کہ شوریدہ سرکا
تمتہ عبارت کے ناقل کو دیا گیا ہے یا اصل قائل کو۔ بہر حال ایسی باتیں کرنا یا
لکھنا خان صاحب کے نزدیک شوریدہ سرور کا ہی کام ہے۔ طائفہ دغا بیہ
نجد یہ تو اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جناب
میں گستاخیوں سے باز نہیں آئے بلکہ عین ایمان جانا۔ تو اولیاء کرام کی گستاخی
تو ان کے نزدیک کوئی مقام ہی نہیں رکھتی۔ عا لہم مَا كَانَ دَمَا يَكُونُ
عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ نے ٹھیک فرمایا ہے کہ اِذَا فَا تَلَّكَ اَنْحِيَا
فَاَنْفَعَنَ مَا شَفَتَ جِبِ جَانِدَ رَسَمَ جَو جِي چاہے کہو اور کرد۔ تسوید النواظر
میں خان صاحب کے فقہان حیا پر کافی ثبوت ہیں کہ ہر جگہ اولیاء کرام کے
ارشادات عالیہ کو منتر جنس اور منترین کرام کے اقوال کو خیالات مردودہ قرار
دیتے ہیں اور احادیث کو خواہ مخواہ باطل قرار دیتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے
بذات خود ہماری راہنمائی ان بزرگوں کی طرف فرمائی ہے قرآن مجید میں ارشاد
ہوتا ہے۔

فَاسْتَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۝

ترجمہ :- اگر کوئی بات تم نہ جان سکو تو اہل ذکر کی طرف رجوع لاؤ۔
سو اگر مفسرین کرام، محدثین عظام، علمائے مجتہدین اور مفسرین کرام اہل ذکر
نہیں تو اور کون ہے تو قرآن وحدیث اور دیگر معاملات کے سمجھنے میں ان
کی طرف ہی رجوع کرنا چاہیے اور انہیں کا ساتھ دینا چاہیے نیز قرآن مجید
میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ یہوں کا ساتھ دو۔

القطب العارف سیدنا عبد الوہاب شرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔
فَالْأَذَى السَّلِيمُ لِذَوِي السَّوْمِ مَا شَقَّ عَلَيْهِمْ صَادِقُونَ ۝

ترجمہ :- پس ادب یہی ہے کہ اولیاء اللہ کے آگے تسلیم غم کیا جائے
کیونکہ یہ ہی لوگ سچے ہیں۔

بلکہ ان کے آگے تسلیم غم نہ کرنے میں عظیم خطروں ہیں۔

خاتمة الفقہاء المحدثین الشیخ احمد شہاب الدین بن حجر البیہقی
انہی فرماتے ہیں۔

جَاءَ عَنِ الْمَشَائِخِ الْعَارِفِينَ دَلَالًا بِشَعْرِ أَنْوَارِ شَيْئٍ أَنَّهُمْ
قَالُوا أَكَلْنَا عَقُوبَةَ الْمُتَكَبِّرِ عَلَى الصَّادِقِينَ أَنْ يَعْلَمُوا بِذُنُوبِهِمْ
قَالُوا وَيُعْطَى عَلَيْهِ سَوْءُ الْعَاقِبَةِ وَتُكَفِّرُ فِي عَقُوبَةِ
الْمُتَكَبِّرِ عَلَى الْأَذَى قَوْلُهُ هَسَى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمُ فِي
الْعَدِيدِ الْمَصْحُوحِ مَنْ أَدَّى لِي ذَلِيلًا فَقَدْ أَفْتَنَهُ بِالْعَرَبِ أَحَبُّ
أَعْلَمْتُهُ أَنِّي خَارِبٌ لَهُ وَصَنَ خَارِبٌ لِلَّهِ لَا يَفْلَحُ وَكَذَلِكَ

سہ :- یہ اصل صحیح آیت ۳۴ :- ۵۰ :- الجہاد والدور برماشر کتاب الادب والادب

قَالَ الْمَلَكُ لَمْ يَخَارِبِ اللَّهُ خَاصًّا إِلَّا الْمُتَكَبِّرُ عَلَى الْأَذَى ۝
وَأَكَلْنَا التَّوْبَةَ وَكُلَّ قِسْمًا يُعْطَى عَلَيْهِ خَلْقًا قَرِيبًا جَدًّا
بِشَوْءٍ الْغَايَةِ إِذَا لَا يَخَارِبُ اللَّهُ إِلَّا كَالْجَدِّ ۝

ترجمہ :- مشائخ عارفین اور ائمہ دارشین نے فرمایا ہے کہ صالحین کی باتوں
کا انکار کرنے والے کے حق میں سب سے کم عقوبت ان کی برکت
سے محروم ہونا ہے اور اس کے سوا خاتمہ کا نہ ہے اور اس منکر کی
عقوبت کے باب میں نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قول کافی ہے کہ
جس نے میرے دوست کو اذی میرا اس سے اعلان جنگ
ہے اور جس سے اللہ تعالیٰ اعلان جنگ کرے وہ کبھی بھی فلاح
نہیں پاتا۔ اور علماء نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نہیں جنگ کرتا مگر
اولیاء پر انکار کرنے والے اور سود خور سے اور ان دونوں پر از حد
خلفہ ہے کہ ان کا خاتمہ ایمان پر نہ ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نہیں جنگ
کرتا مگر کافر سے۔

اللہ تعالیٰ تمام اہل اسلام کو اس عقوبت سے بچائے آمین ثم آمین۔ لہذا
خان صاحب کو اولیاء کرام کی باتوں کو مسترجع اور مفسرین کرام کے اقوال کو اقوال
مردودہ قرار دینے وقت اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے اور کامیابی کے ساتھ اللہ تعالیٰ
کا ایک مخصوص معاصر ہوتا ہے۔

القطب الشہرانی فرماتے ہیں کہ شیخ اکبر علی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
نے فتوحات مکیہ کے باب نمبر ۳۰ میں لکھا ہے۔

سہ :- فتاویٰ حدیثیہ ۲۸۵، ۲۸۶ :-

فَدَّ كَانَ الشَّيْخُ عَبْدُ الْقَادِرِ الْجِيلِيُّ يَقُولُ أَدَّى النَّبِيُّ مَا سَمَّ
الشَّيْءَ وَأَدَّى بَيْنَنَا الْقَلْبَ أَيْ حَوَّجَ عَلَيْنَا اسْمَ النَّبِيِّ مَعَ أَنَّ لَحْنَ
لَقَائِي يُعْجِبُنَا فِي سَرَّائِرِنَا بِمَعْنَايِ كَلَامِهِ وَكَذَلِكَ رَسُولِهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَشَّرَ صَاحِبَ هَذِهِ الْمَقَامِ أَنْبِيَاءَ الْأَوَّلِينَ
فَقَالَتْ نَبَوِيَّتُهُمْ الشَّرِيفَاتُ يَا لِحُكَّامِ الشَّرِيفَةِ حَتَّى لَا يَخْطُوا
فِيهَا سِلَ.

ترجمہ :- شیخ عبدالقادر جیلی کہ فرمایا کرتے تھے انبیاء کو اسم نبوت دیا
گیا ہے اور ہم کو لقب یعنی روکا گیا ہے ہم پر اسم نبی کا اطلاق باوجود
اس کے کہ اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے ہمارے دلوں میں اپنی اور اپنے
رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلام کے معنوں کی اور اس مقام کے
انسان کو انبیاء اولیاء کہا جاتا ہے۔ پس انتہا ان کی نبوت کی جانتا ہے۔
احکام شریعت کا یہاں تک کہ یہ لوگ نہیں خطا کرتے شریعت کے
معاذت میں۔

لہذا ثابت ہوا کہ کالمین کے اقوال قرآن مجید اور احادیث پاک کے ہرگز خلاف
نہیں ہوتے اب خان صاحب کے اصل اعتراض کی حقیقت کیسے۔ خان صاحب
نے جس کلام کی بنا پر ناقل کو شوریدہ سر کہا۔ اس کے مثل کلمات طینۃ اجل اکابر
امت کی تصانیف میں پائے جاتے ہیں۔ جیسا کہ سیدی نور الدین ابوالحسن علی
شطنوئی اپنی کتاب بیجۃ الاسرار میں اور عبد اللہ بن اسماعیل شافعی اپنی کتاب
خلاصۃ المفخرین اور امام الاحناف علی قادری مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی تصنیف۔

نزیحۃ النیاط میں اور عارف کبیر احمد الاقطاب الدربیتہ سنیہنا احمد رفاقی رحمۃ اللہ
تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں اَطْلَعْنَا عَلَى عَیْبِهِمْ حَتَّى لَا تَبْدَتْ شَجْوَعٌ وَلَا تَحْضُرَ
وَدَقَّةٌ لَا يَنْطَوِي ۴ کہ مرد کامل کو اللہ تعالیٰ اپنے عیب پر مطلع کرتا ہے یہاں
تک کہ کوئی پیر نہیں آگتا اور کوئی پیر نہیں ہرانا مگر اس کی نظر کے سامنے ولی اللہ
صاحب دہلوی نکلتے ہیں۔

فَاحْضَنْ عَلَيَّ مِنْ جَنَائِمِ الْقُدَّاسِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفِيَّتَهُ
مَرَّقِي الْقُبَّاتِ مَوْسَى حَبِيزٍ بِالْخَطِّ الْقُدَّاسِ فَتَجَعَّلِي لِمَا كُلُّ شَيْءٍ ۵
ترجمہ :- بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی کیفیت القا
کی گئی جس سے بندہ اپنے مقام سے بارگاہ قدس تک ترقی کرتا ہے
اور اس کے لیے ہر چیز روشن ہو جاتی ہے۔

اب ہم خان صاحب سے پوچھتے ہیں کہ شاہ ولی اللہ صاحب نواب
کے گھر ہی کے مشرعی ہیں ان کے مزب سے کھوپڑی بچانے کی کوئی صورت
ہے اور سیدنا ذکر علیہ السلام کے واقع سے جو استدلال کیا ہے سو اس
کا جواب یہ ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اکثرا بی معلومات پر وہی معلومات
کو ہمیشہ ترجیح دیتے ہیں اور پسند فرماتے ہیں۔ لہذا آپ کا دلیل طلب کرنا اولیاء
اکرام کے مشاہدہ کا منطقی نہیں۔ اس کے بعد خان صاحب نے مرد کی ران کے
عورت ہونے اور اس کی طرف نظر کی ممانعت پر بیکار زور لگایا ہے پہلا ران
کے عورت ہونے اور اس کی طرف نظر کرنے کی ممانعت میں کسی کو اختلاف ہے۔
لیکن اس سے کالمین کے مشاہدہ کا انتقاد کیسے ہو سکتا ہے؟ ہمارا دیکھنا اور قسم

کہا ہے اور ان کا دیکھنا کچھ اور ہے۔ حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر کی ارشاد فرماتے ہیں۔

”جب نظر بصیرت حاصل ہو جاتی ہے۔ بصارت پر غالب نظر آتی ہے پس عارف حقیقت میں نظر بصیرت سے دیکھتا ہے۔ اور اگر یہ سمجھے کہ آنکھوں سے دیکھتا ہے تو اس کی غلطی ہے دین اس بات کی کہ اس نظر سے نہیں دیکھتا یہ ہے کہ اگر آنکھ بند کرے روشت بدستور ہے دوسرے یہ کہ وہ آنکھوں کی عارضی محتاج نور آفتاب کی ہے۔ بخلاف اس دید کے کہ محتاج نور بصیرت ہے ہر دوں پر تو اس نور کے غیر ممکن اور محال ہے۔ پھر فرماتے ہیں۔

”لوگ کہتے ہیں کہ علم غیب انبیاء اور اولیاء کو نہیں ہوتا میں کہتا ہوں کہ اہل حق جس ظرف نظر کرتے ہیں دریافت اور ادراک غیبات ان کو ہوتا ہے۔ اصل میں یہ علم حق ہے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حدیث و حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے معاملات سے خبر نہ تھی اس کی دلیل اپنے دعویٰ کی سمجھتے ہیں یہ غلط ہے۔ کیونکہ علم کے واسطے تو یہ ضروری ہے۔“

حضرت حاجی صاحب کے قول اول سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ بصیرت کو احکام بصارت کی زد میں لانا جہالت ہے اور دوسرے قول نے ہمارے ان جوابات کی تائید کر دی جو ہم نے ابوابیم علیہ السلام کے بارے میں دیئے ہیں۔ اگر قارئین حضرات حاجی صاحب کے ان دو قولوں کو ذہن نشین کریں گے تو

شمارہ ۱۰۰ امدادیہ ص ۳۰۰ کے ۱۰۰ شمارہ امدادیہ ص ۳۰۰

انشاء اللہ تعالیٰ از حد مفید ثابت ہوں گے۔ چونکہ خان صاحب گنگوڑی کی کتاب تسوید النواظر کا پہلا باب ان ہی نامقول اعتراضات پر مشتمل ہے۔ لہذا ہم بھی حسب ضرورت اور مسکت جوابات عرض کر کے اس باب کو تمام کرتے ہیں۔

هَذَا مِنْ فَضْلِ مَوْلَايَ الْمُرْسَلِينَ وَ مِنْ بَرَكَاتِ الْوَدُيَّةِ
أَنَا وَسَلِيلِينَ وَ أَحْمَدُ يَلُو رَبِّ الْعَالَمِينَ.



دوسرا باب

خان صاحب رقمطراز ہیں۔

اقتراض :- ”جناب امام الانبیاء ستید ولد آدم خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ احمد مختبئی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باوجود اس کے کہ تمام مخلوق سے

آپ کا رتبہ بلند اور ادرجائے اور بے شمار معجزات اللہ تعالیٰ نے آپ کے دست مبارک پر ظاہر فرمائے ہیں اور ایسے ایسے علوم و معارف و دقائق و اسرار اللہ تعالیٰ نے آپ کو دیئے ہیں کہ نہ وہ کسی اور رسول کو عطا ہوئے نہ کسی فرشتہ مقرب کو۔۔۔ مگر بائیں ہر وقت اور ہر جگہ حاضر و ناظر نہ تھے اور نہ جمیع مآکان و ممالک کو کاظم ہی آپ کو عطا کیا گیا تھا اور بے شمار ایسی جہتیں ہیں جہاں آپ کو حاضر و ناظر تسلیم کرنا آپ کی توہین اور تحقیر ہے اور متعدد ایسے علوم و فنون میں خصوصاً اس لمبی دور میں کہ جن کو کوئی بھی شریف انسان جاننا اور سیکھنا گوارا نہیں کرتا ایسے ناپاک علوم و فنون کی نسبت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف خالص گستاخی اور بے ادبی ہے۔“

ہم خان صاحب سے یہ پوچھتے ہیں۔

جواب :- اللہ تعالیٰ کو ہر جگہ حاضر و ناظر مانتے ہو یا نہیں اگر نہیں مانتے تو یہ

سلسلہ برہانہ شریعہ الزواجر ص ۳۳

مصریح کفر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ**۔

اور اگر اللہ تعالیٰ ہر جگہ حاضر و ناظر ہے تو ان بے شمار جگہوں میں جہاں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حاضر و ناظر ماننا آپ کی توہین اور تحقیر ہے ان جگہوں میں خدا کو حاضر و ناظر تسلیم کرنا اللہ تعالیٰ کی توہین اور تحقیر کیوں نہیں؟

اور کیا اللہ تعالیٰ بیکل شئی و علیٰ شئہ ہے یا نہیں وہ کونسا علم ہے جو اللہ تعالیٰ کے علی خزانہ میں نہیں ہے؟ تو یہ قلمی معلومات اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنا توہین خداوندی ہے یا نہیں؟

کیا ہر وہ بری جگہ جہاں انسان پرانی گماتے ہیں قرشتے دیں حاضر ہوتے ہیں یا نہیں؟

کیا سیخاؤں، شراب خانوں، ناچ گھروں اور چٹکوں پر اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور فرشتوں کا حاضر اور ناظر ہونا اور ہم جیسے بدکار انسانوں کا حاضر و ناظر ہونا دونوں برابر ہیں؟ اور

کیا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قلمی کاروائیوں اور اس جیسی دیگر بے حیائی کا علم رکھنا اور عام انسانوں کا ان گندے علوم کو حاصل کرنا برابر ہے؟ شریف انسان بے حیائی کے کام سے اس لیے بچتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو برا جانتے ہوئے ان سے بچنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے بلکہ انسانوں کے لیے کسی قسم کے علم کی تحصیل بری نہیں ہے جبکہ بیت خیر کی ہو۔ مثلاً جاؤ سیکھنا، شراب خوردگی کی عادت پر آگاہی، اور قلمی بے حیائی کی معلومات کوئی منع نہیں جبکہ مخلوق خدا کو ان برائیوں سے بچانے کے لیے جو لہذا ہم

خان صاحب کی خدمت میں گزشتہ میں کہہ رہے ان سوالوں کا جو جواب اللہ تعالیٰ کے بارے میں آپ کے ذہن شریف میں آئے وہی جواب رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام

کے بارے میں کافی اور کافی پر گواہی اور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں اَوَّلِيْنَ
عِلْمُ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ تَوْحَانِ سَابِغِ كَيْسٍ كُوْنِي دِلِيلٌ بَيْنَ
عِلْمِ الْاٰخِرِيْنَ مِثْلَ عِلْمِ سَابِغِ كَيْسٍ كُوْنِي دِلِيلٌ بَيْنَ

قطب شمرانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

قَدْ اُخْبِرْنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاَنَّ اَوَّلِيْنَ عِلْمِ الْاَوَّلِيْنَ
وَالْاٰخِرِيْنَ وَكُنْ مِنَ الْاٰخِرِيْنَ بِرِشَالِكَ وَقَدْ عَمَّ
مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْتُمْ فِي الْبَيْتِ الَّذِي
اَوَّلِيَّةٌ فَشَمَلَتْ كُلَّ عِلْمٍ مَّقْشُوْلٍ وَمَقْشُوْلٍ وَمَقْشُوْلٍ وَمَقْشُوْلٍ
ترجمہ :- تحقیق ہم کو خبر دی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ وہ دیئے گئے
ہیں اولین اور آخرین کا علم اور ہم بیشک آخرین ہی سے ہیں اور حضرت
محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دیئے گئے علم پر حکم عام لگایا ہے۔
پس شامی یہ حکم علم مقشول اور مقشول کو اور فیہ و وہی کو۔

باقی را حاکم صاحب کا یہ دعویٰ کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر جگہ حاضر و ناظر
ہیں اور یہی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم ماکان و مایکون عطا کیا گیا
ہے۔ سو یہ بے بنیاد ہے اور جن واقعات سے اپنے دعویٰ پر استدلال کیا
ہے اُن کا کافی اور کافی جواب دیا جائے گا۔ انہیست و جماعت کا یہ عقیدہ ہے
کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ماکان و مایکون بکرا اس سے بھی زیادہ

علم عطا کیا گیا لیکن تدریج حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علوم کی تکمیل
قرآن مجید کے نزول کی تکمیل سے ہوئی ہے جو اُن قرآن مجید نازل ہوتا گیا۔ آپ
کے علم میں اضافہ ہوتا گیا۔ جب قرآن کا نزول تمام ہوا آپ کے علم بھی تمام ہو
گئے۔ اور حاضر و ناظر کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ کوئی زمانہ اور کوئی
مکان ایسا نہیں جو آپ سے خالی ہو اور اس عقیدہ پر علامہ شیخ علی نور الدین حلبی
صاحب سیرۃ حلبیہ متوفی ۱۰۳۵ھ نے ایک مستقل رسالہ تحریر فرمایا ہے جس کا نام

لَقَرِيفُ اَهْلِ الْاِسْلَامِ وَالْاِيْمَانِ يَا مُحَمَّدَ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَخْلُو مِنْهُ مَكَانٌ وَلَا زَمَانٌ

علامہ موصوف نے دلائل نقلیہ اور عقلیہ سے ثابت کیا ہے کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ
والسلام سے کوئی مکان اور کوئی زمانہ خالی نہیں ہے اور اس رسالہ کو بیعت
علامہ شیخ یوسف بن اسماعیل انجھانی نے اپنی کتاب جو اسرار الہام جلد ۲ صفحہ ۲۰۰ پر
نقل فرمایا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس رسالہ کے حسب ضرورت انتہائات بھی قارئین
کی پیش نظر کیے جائیں گے۔ موجودہ دور میں جن حضرات اہل سنت و جماعت نے
مسئلہ حاضر و ناظر کو چھیڑا ہے۔ انہوں نے دلائل سیر حاصل بحث فرمائی ہے لیکن ان
حضرات نے اس طرف قریب نہیں فرمائی کہ اس مسئلہ کی حقیقت کو عام فہم طریقہ سے
عوام کو سمجھایا جائے تاکہ عوام متکبرین کے دامن مکر و فریب سے محفوظ رہیں۔ وراصل نبی
اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حاضر و ناظر ہونے کی دو صورتیں ہیں۔

صورت اول :- یہ کہ تمام اشیاء آپ کے سامنے موجود ہیں اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم اپنے مقام مقدس سے سب کو ملاحظہ فرماتے ہیں یہ صورت
عام ہے جو کہ قبل از ظهور اور بعد از ظهور دونوں زمانوں کو شامل ہے۔

صورت دوم : یہ ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے جسم اطہر کے ساتھ ہر جگہ موجود ہوں۔ یہ صورت خاص ہے اور موقوف ہے۔ اللہ تعالیٰ کے پیار سے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مشیت پر کہ جب وہ چاہیں دو چار دس بلکہ ہزار دو ہزار بلکہ اس سے بھی کہیں زیادہ مقامات پر ایک ہی وقت میں بذات خود تشریف لے جائیں اور مقام خاص بھی آپ کی ذات اطہر سے خالی نہ ہو۔

صورت اول کی توضیح

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ عَلَّ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۝

اس کا ترجمہ بھی محققین نے یہ ہی کیا ہے کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کے سامنے موجود ہے۔ لہذا اللہ تعالیٰ کو ہر شے پر حاضر کیا درست ہے یہاں سے یہ بات بھی ثابت ہو گئی کہ حاضر و ناظر ہونے کے لیے یہ قید لگانا کہ ہر جگہ اس کا جسم ہی موجود ہو باطل و بیکار ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ جسم سے پاک اور منزہ ہے۔ از روئے علم اور قدرت کے بھی حاضر و ناظر ہو سکتا ہے۔ اور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق ارشاد ہوتا ہے۔

فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَّ ۝

ترجمہ :- پس کیا کینیت ہوگی جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لکڑا کریں گے اور آپ کو ان سب پر گواہ لائیں گے۔

آپ کی یہ گواہی ماقبل کے تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور ان کی امتوں کی

سہ :- پٹ الحج ہے آیت ۱۰۰ سہ :- پٹ النساء ہے آیت ۴۱۔

شامل ہے اور پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّا كُنَّا شَهِدًا ۝ ہم نے آپ کو گواہ بنا کر بھیجا ہے یہ گواہی آپ کی تمام امت کو شامل ہے ثابت ہو کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر قیامت تک تمام مخلوق پر گواہ ہیں اور گواہی میں اصل واقعہ کا مشاہدہ اور معائنہ ضروری ہے۔ اگرچہ شہادت بالتسامع بھی بعض معاملات میں جائز اور مقبول ہے اس کی پوری بحث خان صاحب کے اعتراضات کے رد کے موقع پر کی جائے گی۔ قرآن کریم اور احادیث پاک میں یہ ہی بتلاتی ہیں کہ شاہد اور شہید کے معنی حاضر ہی کے آتے ہیں اور گواہ پر شاہد کا اطلاق بھی اسی وجہ سے ہے کہ وہ موقع پر موجود ہوتا ہے اور یہ ہی گواہی اولیٰ اور افضل ہے۔ یہ بات خان صاحب کو ہم پھر ذہن نشین کرا دیتے ہیں کہ شہادت بالمعاينة کسی باب میں بھی مرسوم نہیں اور شہادت بالتسامع بعض معاملات میں جائز اور مقبول ہے اور اکثر میں مرسوم جیسا کتب فقہ میں موجود ہے لہذا گواہی میں معائنہ اور مشاہدہ کے اصل ہونے کا انکار مہال کا ثبوت دینا ہے۔ اس صورت اول کی تائید میں علماء محققین اولیاء دہلیین کے اقوال نقل کرنے سے قبل ہم خان صاحب کے کان کھول دینا چاہتے ہیں کہ آپ کی یہ من قرانی ہرگز مسوع نہیں کہ اس باب میں تفسیرین اور ادویاء اکرام اور محدثین کی ذاتی رائے نہ سنی جائے گی۔ کیا یہ لوگ قرآن وحدیث سے ناواقف ہیں یا عربی زبان نہیں جانتے۔ اگر یہی بات ہے تو آپ جیسی لوطی کا اس جنگل میں کونسا حق ہے۔ جو کہ آیات میں تفسیر بالرائے اور احادیث میں قطع بریہ سے کام لیتے ہوئے غلام کو دھوکا دینا چاہتے ہو کیا یہ آپ کا دہل نہیں کہ تفسیرین کرام پندہان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے اقوال کو ان کی ذاتی رائے یعنی بلا دلیل ذات قرار دیتے ہو کہ قرآن مجید میں اپنی رائے کو دخل دینا اپنا ٹکڑا جہنم میں بنانا ہے یا نہیں؟ اگر یہ لوگ جہنمی میں تو آپ کو جنت کا ٹکڑا ایسے معین نے عنایت فرمایا کہ خان صاحب کہیں

نسوار شریف کے نقشہ میں تو نہیں رہتے، عوام کے دلوں سے اُن مبارک اور با عظمت لوگوں کا وقار ختم کرنے کی کوشش کرتے ہو جو صراطِ مستقیم کے لیے نشانِ راہ ہیں۔ اب بیٹے اس گواہی کی حقیقت۔

محمد شہین اور شہزاد کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس واقعہ کو باہیں طور نقل فرمایا ہے کہ روزِ قیامت تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور ان کی امتیں بلائی جائیں گی اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے سوال ہو گا کیا تم نے اپنی اپنی اُمت کو تبلیغ کی تھی؟ عرض کریں گے کہ ہاں۔ اس پر کافر لوگ کہیں گے کہ ہمارے پاس تو کوئی رسول نہیں آیا تو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے فرمایا جائے گا کہ تمہارا کوئی گواہ ہے عرض کریں گے کہ ہمارے گواہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کی اُمت کے لوگ ہیں پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اُمت کے عادل لوگ بلائے جائیں گے وہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے حق میں گواہی دیں گے، پھر کہیں کہیں گے کہ یہ لوگ کس طرح ہم پر گواہی دے سکتے ہیں، جبکہ یہ بہت بعد میں پیدا ہوئے۔ اس جرح کے بعد حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام بلائے جائیں گے اور آپ اپنی اُمت کے عادل ہونے پر شہادت دیں گے تب فیصلہ انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حق میں ہو گا۔ اس واقعہ سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ صحابہ کرام اور دیگر اولیاء کرام کی گواہی بالمشافہت ہی جس پر جرح ہوگی پھر آخر کار نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شہادت بالمعادنہ پر ہی فیصلہ ہو گا کیونکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تبلیغ کا علم قرآن کریم کے ذریعے اور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعے سے ہی ہوا تھا کیونکہ تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا صوابۃ ذکر تو قرآن مجید میں موجود نہیں ہے اگر نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام شاہدِ حقیقی نہ ہوتے تو وہی جرح آپ پر بھی ہو سکتی تھی جو دیگر گواہوں پر ہوتی۔ اب ہمارے اس بیان پر اولیاء کاملین اور علماء وارثین کی شہادتیں ملاحظہ ہوں

مگر یہ بات یاد رہے کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حاضر و ناظر ہونے کی بنیاد قرآن مجید کی دو آیات ہیں جن میں آپ کو شاہد اور شہید فرمایا گیا ہے اور گواہی میں اصل مشاہدہ ہی ہے اور اصل سے عدول بغیر تقدّر کے ہرگز جائز نہیں۔ اولیاء کرام اور علمائے عظام کی شہادتیں تو صرف تائید میں نقل کی جاتی ہیں مگر عقیدہ کی بنیاد ان پر ہے۔

شیخ اکبر سیدی محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

لَمْ تَعْمَرْ رِسَالَةً أَحَدٌ مِنَ الرِّسَالِ سِوَى رِسَالَتِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَنْ زَمَانٍ آدَمَ إِلَى زَمَانٍ بَعَثَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى يَوْمِ انْقِصَامِ مَلَكَةِ دَقْدَقِهِ عَلَى جَمِيعِ الرِّسَالِ وَبَيَّاهُ فِي الْأَجْدَادِ مَنَعُومٍ عَلَيْهِمَا فِي الصَّحِيجِ مَعَهُ فَرَدَّ حَارِثُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَوَّاحِيَّتُهُ كُلَّ نَبِيٍّ وَرَسُولٍ مَوْجُودٍ فَتَكَانَ لِإِسْدَادِ يَاقَانِ إِلَيْهِمْ مِنْ تِلْكَ التَّوَجُّجِ الظَّاهِرِ تَوْبَةً

ترجمہ :- سوائے نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رسالت کے کسی رسول کی رسالت عام نہ تھی۔ پس حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے لیکر آپ کی بعثت کے زمانے تک اور قیامت تک آپ ہی کی بادشاہی ہے اور آپ کے تقدّم اور آخرت میں سرداری پر آپ کی حدیث صحیح میں نفس موجود ہے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روحانیت اور تمام انبیاء

سند :- فتوحات مکیہ جلد ہفتم

کی روحانیت موجود ہے اور انبیاء کی طرف منسوب علیہ الصلوٰۃ والسلام
کی روح طاہرہ کی طرف سے مدد آئی تھی۔

پھر یہ بزرگ فرماتے ہیں۔

الْقُطْبُ الْوَاحِدُ فَهُوَ رُوحُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَهُوَ الْمَوْجِدُ لِجَمِيعِ الْأَنْبِيَاءِ وَالرُّسُلِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ
وَالْأَقْطَابِ مِنْ جَمِيعِ النَّشَاءِ الْإِنْسَانِيَةِ إِلَى يَوْمِ الْآخِرَةِ
ترجمہ :- قطب واحد پس وہ روح ہے (حضرت) محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کی اور وہ مددگار ہے تمام انبیاء اور رسولوں اور قطبوں کی ابتداء سے
انسانیت سے لیکر یوم قیامت تک۔

شیخ عبد الکریم حبلی شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

شیخ عبد الکریم حبلی شافعی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ اکابر صوفیہ میں سے ہیں اپنی
کتاب الکملات الالہیہ فی الصفات الحمد یہ میں فرماتے ہیں۔

وَأَمَّا الشَّهِيدُ فَإِنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَتَّصِعًا بِهِ
وَالدَّلِيلُ عَلَى ذَلِكَ قَوْلُهُ تَعَالَى وَكَأَزْسَلُكَ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا
فَهُوَ الشَّهِيدُ الْمَطْلُوقُ لِلْحَقِّ وَالْخَلْقِ۔

ترجمہ :- آپ کا ایک نام شہید بھی ہے پس نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام
مختلف تھے۔ صفت شہید کے ساتھ اور دلیل اس کی اللہ تعالیٰ کا

۱۔۔ فتوحات ۱۳ ص ۱۱۴۔

قَوْلُكَ أَزْسَلُكَ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا اس کے پس آپ شہید مطلق ہیں اللہ
تعالیٰ اور مخلوق کے لیے۔

صوفیاء کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی عبارات جو کہ عوام کے فہم سے بالاتر ہیں
اس لیے ہم ان ہی چند حوالوں پر اکتفا کرتے ہیں ورنہ تو بیشمار عبارات نقل کی جا سکتی
ہیں جن سے مسئلہ بالکل واضح طور پر ثابت ہو جاتا ہے۔

علی قاری مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا فرمان

مشکوٰۃ شریف میں ایک حدیث آتی ہے جو کذا إِلَيْكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً
وَسَطًا تَكُونُونَ شَهِدًا عَلَى النَّاسِ وَتَكُونُ الرُّسُلُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا
سے متعلق ہے۔ امام الاحناف مجدد وقت علی بن سلطان قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
اس کی شرح میں فرماتے ہیں۔

رَبُّهُ تَشْبِيهُ نَبِيِّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَاضِرًا تَظُنُّ
ترجمہ :- اس حدیث میں یہ تنبیہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
حاضر و ناظر ہیں۔

تیز فرماتے ہیں۔

لَا بُدَّ أَنَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَشْهَدُ يَتَوَجَّعُ إِلَيْهِ وَرَدُ
مَحَلِّ الْقُرْبَى بَلَدَ

ترجمہ :- بعید نہیں کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت روح علیہ السلام

۲۔۔ حاشیہ مشکوٰۃ ص ۱۱۵۔ ۳۔۔ حاشیہ مشکوٰۃ ص ۱۱۵۔

کے لیے بھی گواہی دیں گے کیونکہ وہ مقام مدہ ہے۔

شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان

برکت مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام فی دیار البندہ یہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تشہد میں السلام علیک ائیمہ النبی کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں۔

ایس خطاب بجمہت سریان حقیقت محمدیہ است
و ذوا شہر موجودات و افراد ممکنات ملہ

ترجمہ :- السلام علیک ایہا النبی کا خطاب اس وجہ سے ہے کہ حقیقت محمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام موجودات کے تمام ذروں اور تمام افراد میں سرایت کیے ہوئے ہے۔

اور جامع البرکات میں فرماتے ہیں۔

دے صلی اللہ علیہ وسلم براحوال و افعال امت خود مطلع است و بہترین
و خاصان خود مدد و مفیض و حاضر و ناظر است۔

ترجمہ :- یعنی نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی امت کے احوال اور افعال پر مطلع ہیں اور اپنے مقربان اور خواص کے مدد فرمانے والے اور فیض پہنچانے والے ہیں اور حاضر و ناظر ہیں۔

سے :- اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۴۴۰۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تفسیر عزیزی پارہ دوم میں دیکھو کہ الرسول علیکم شہیدہ کے ماتحت لکھتے ہیں

و باشد رسول شاہ بر شاہ گاہ زیرا کہ او مطلع است نور نبوت بر رتبہ برترین
خود کہ در کدام درجہ از دین من رسیدہ و حقیقت ایمان چیست و حجاب
کہ بدان از ترقی محجوب ماندہ است کدام است پس اومی شناسد گناہان
شمارا و درجات ایمان شمارا و اعمال نیک و بد شمارا و اخلاص و نفاق
شمارا لہذا شہادت او در دنیا بکلمہ شرح در حق است مقبول واجب
العمل است۔

ترجمہ :- تمہارے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام تم پر گواہ ہوں، اس واسطے
کہ آنحضرت بالواسطہ نور نبوت ہر دیندار کے رتبہ دین پر مطلع ہیں کہ
وہ آپ کے دین میں کس درجہ پر ہے اور اس کے ایمان کی حقیقت
کیا ہے اور کس حجاب نے اسے ترقی سے روکا ہوا ہے پس آنحضرت
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمہارے گناہوں، درجات ایمان، اچھے اور
برے اعمال، اخلاص و نفاق کو پہنچاتے ہیں۔ لہذا آپ کی گواہی دنیا
میں شرح کے حکم سے امت کے حق میں مقبول اور واجب العمل ہے۔

غوث الاولیاء سیدی عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

و اقو می الا دواج فی ذابت رؤسہ صلی اللہ علیہ وسلم نزلہا

يَتَجَبَّبُ عَنْهَا شَيْءٌ مِنَ الْعَالَمِ -

ترجمہ :- تمام ارواح سے قوی تر روح نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہے
پس نہیں پرشیدہ اس سے کوئی چیز۔۔۔۔۔
پھر فرماتے ہیں۔

وَأَعْلَمُ الْأَزْوَاجِ عِلْمًا وَأَفْوَاحًا نَصْرًا أَدَاوَجَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ لَا تَكُونُ يَمْسُوبُ الْأَزْوَاجِ فَيَكُونُ مَطْلَعًا عَلَى جَمِيعِ مَا
فِي الْعَالَمِ -

ترجمہ :- علم اور نظر کے اعتبار سے عظیم تر اور قوی روح ہے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی کیونکہ وہ بادشاہ ہے تمام ارواح کی پس اسے اطلاع
ہے تمام جہانوں کی چیزوں پر۔ (یعنی نظر بصیرت سے سب کچھ دیکھتے ہیں)
جلال اللہ والقرین امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ شہید کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔
عَالِمٌ بِمَعْنَى مَشَاهِدٌ بِأَيْ عِلْمٌ بِمَا يَرَى وَرَكْعَةٌ وَاللَّ -

العارف الصادق اس کے حاشیہ میں فرماتے ہیں۔

النَّشَارُ يَذْأَلُكَ إِلَى أَنَّ الشَّهِيدَ مَعْنَاً أَيْ لَا يَغْتَبِبُ عَنْهُ
شَيْءٌ -

یعنی امام سیوطی نے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ شہید اسے کہتے ہیں
جس سے کوئی چیز پرشیدہ نہ ہو۔

نیز علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں

وَمِنَ التَّلَافُظِ فِي أَعْمَالِ أُمَّتِهِ وَالْإِسْتِغْنَاءِ بِرَبِّهِمْ مِنَ الْكَيْفَاتِ

سہ :- کتاب الاثر ص ۱۰۰ - سہ :- صادی شریف جلد ۲ ص ۱۰۰ -

وَاللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ يَكْتَسِبُ الْبَلَاءَ عَنْهُمْ فَالَّذِي ذَرَفِي أَقْطَارًا لَا دُعَى
يَحْلُولُ إِلَيْهِ كَيْفَ فِيهَا وَحُفْظُهُ وَجَدًا وَكَ مَنْ مَاتَ وَسَبَّ
صَالِحِي أَمْرِهِ فَإِنَّ هَذَا لَا تَوَرُّدَ مِنْ جَمَلِهِ أَسْعَلَ فِي
الْبَرْزَخِ -

ترجمہ :- عالم برزخ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد اشغال میں
سے یہ امور بھی ہیں اُمت کے اعمال میں نظر ان کے گنہوں کی بخشش
کی دعا اور ان سے سمیت دور کرنے کے لیے دعا کرنا اور روئے زمین
میں برکت دینے کے لیے آنا جانا اور اپنی اُمت کے اولیاء کے جہازوں
میں شرکت۔

اب خان صاحب ہی فرمیں کہ کیا یہ غیر حاضر و ناظر کے کام ہیں جبکہ امام
جلال الدین سیوطی ان اکابرین میں سے ہیں جن کی نظر سے نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام
ان واحد کے لیے بھی پرشیدہ نہ ہوتے تھے۔

العارف الشرفی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب بیحجۃ النفوس وادسحاح
میں بعض اکابرین اولیاء کے بعض خصوصیات کا ذکر کیا ہے اور یوں فرماتے ہیں۔

وَمِنْهَا بِشَدَّةٍ فَدَرَسُوا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ كُلَّ دَقِيقَةٍ فَكَانَ يَكُونُ يَتَجَبَّبُ عَنْهُمْ فِي لَيْلٍ أَوْ نَهَارٍ وَحَتَّى
أَنَّ بَعْضَهُمْ صَحَّحَ عِدَّةَ أَحَادِيثَ عَنْهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ يَحْتَسِبُ الْحَقَّاطُ بِمَنْفَعَتِهَا مِنْ طَوْلِ لَيْلٍ التَّلَافُظِ الظَّاهِرِ تَقَرَّرَتْ
بِذَلِكَ وَهَذَا رَدُّهُ أَدْرَكَتْ جَمَاعَةٌ وَحَسَنَ لَيْسَ هَذَا الْقَامُ
وَمِنْ سَيِّئَاتِي عَلَى الْخَوَاصِّ وَسَيِّئَاتِي عَلَى الْغُلَامِ وَآخِي -

سہ :- انتباہ اور کیا فی حیات الانبیاء ص ۱۰۰ -

أَفْضَلُ الدِّينِ وَالشَّيْخُ جَدُّكَ الَّذِي فِيهِ السُّلْبُ
وَالشَّيْخُ مُحَمَّدٌ النَّصْرُ عَلَيْهِ

ترجمہ :- کمالات غصومہ میں ایک کمال نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ شدید ترین قرب بھی ہے۔ پس نہیں پرشیدہ ہوتے رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام اُن سے۔ بعض نے کچھ حدیثیں بھی انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح کی ہیں جن کو بعض حفاظ نے ظاہر طریقہ نقل کے اعتبار سے ضعیف کہا تھا اور اس مقام کے حضرات میں سے ایک جماعت کو میں نے پایا ہے۔ اُن میں سے سیّدی علی خواص سیّدی علی مصطفیٰ، میرے بھائی افضل الدین، شیخ جلال الدین سیرطی، شیخ نور الدین شونی، شیخ محمد مونی ہیں۔

شیخ احمد شہاب الدین ابن حجر قسطلانی فرماتے

لَا تَقْرَأُ بَيْنَ يَدَيْهِ مَوَاقِفَهُ وَحَيَاتِهِ فِي مَشَاهِدِهِ لِأَمْرِهِ
وَمَعْرِفَتِهِ يَا خَلَا بِيَهُمْ دَنِيَاتِهِمْ وَعَرَائِيَهُمْ وَخَوَاطِرَهُمْ
كَذَاكَ عِنْدَ كُلِّ حَاجَةٍ لَوَاقِفُهُ عَلَيْهِ

ترجمہ :- آپ کے اپنی امت کو مشاہدہ کرنے اور ان کے احوال نہیں عزائم و ارادے جاننے کے اعتبار سے آپ کی موت اور حیات میں کوئی فرق نہیں یہ سب کچھ آپ پر ملاخفا کے روشن ہے۔

سأله مشايرو الأنوار الشيخ أحمد بن أحمد بن يحيى ص ٩٣. م ٢. المختصر مواهب العارفين ص ٢٨١.

اعلان
 ملائقہ دہلیہ محمدیہ انراولپہاء عارضین اور علماء و اشراف سے حضور نبی
 اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے غیر حاضر و ناظر پر ایک بھی حوالہ
 ثابت کر دیں تو ایک حوالہ والا ایک ہند روپے انعام دیا جائے گا۔ قَوْلُكَ تَعْلُو
 وَلَٰكِنْ تَعْلُوْنَ فَاَتَقُوْا اللّٰهَ الرَّحِيْمَ وَكُوْذِبْ هَآلِكَ الشَّاسُ وَالْعِيْمَ رَحْمَةُ الْعِيْدِ مَسْ
 لِلْخَيْرِيْنَ ۝

اہل عقائد کا رد از علامہ صاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

قرآن کریم کی جن آیات بالخصوص احادیث سے جو غیر ماضی و ناظر مفہوم ہوتا ہے اس کے بارے میں العارف الصادق و رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔
هَذَا بِالنَّظَرِ لِلْعَالَمِ الْجَمِيعِ لَا قَامَةِ الْحَقِيقَةِ عَلَى الْخَصِمِ
وَأَمَّا بِالنَّظَرِ لِلْعَالَمِ الْوَدَّخَالِيَةِ فَهُوَ حَاضِرٌ رِسَالَةِ كُلِّ
رَسُولٍ وَمَا دَفَعْنَا مِنْ لَدُنْ آدَمَ إِلَى أَنْ ظَهَرَ بَعْضُهُ
الشَّرِيفَ وَكَانَ لَا يَخْفَا طَبْعُ يَمِ الْأَنْبَاءِ

ترجمہ :- یہ عدم موجودگی جسمانی عالم کے اعتبار سے ہے، بلکہ مخالفت پر بحث قائم کی جائے۔ مگر باعتبار عالم روحانی پس آپ برہنوں کی رسالت اور جو کچھ اس کے ساتھ وقوع میں آیا حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر جسم شریف کے ظاہر ہونے تک سب پر حاضر ہیں لیکن اہل عناد سے اس طریق پر خطاب نہیں کیا جاتا۔

۱۸۳۲

کیونکہ اہل عناد حقیقت کو نہیں تسلیم کرتے اور یہی حال ہے طائفہ
دوبہ بخدیہ کا کہ ان کا انکار بھی عناد پر مبنی ہے۔

احمد شہاب الدین ابن حجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے

لَا مَانِعَ مِنْ أَنْ يَبْدَأَ الْكَتَبِيُّ دُونَ فِي دَقِيقَةٍ وَاجِدًا لَهُ
كَالشَّمْسِ إِذَا كَانَ الْقُطْبُ يَمْلَأُ السَّمَاءَ قَالَ الشَّيْخُ بَشَرٌ
عَطَاءُ اللَّهِ قَضَاءً لَكَ بِاللَّيْلِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ترجمہ یہ کوئی مانع نہیں کہ ایک وقت لوگوں کی کثیر تعداد نبی اکرم علیہ
الصلوة والسلام کی زیارت سے مشغول ہوں کیونکہ آپ مانند سورج
کے ہیں اور جب کہ ایک قطب سے کائنات کی کوئی جگہ خالی نہیں
جیسا کہ تاج بن عطاء اللہ نے فرمایا ہے کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام
کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے۔

اور ابن حجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک یہ روایت سے بیداری مراد
ہے لہذا سرور کائنات کا حاضر و ناظر ہونا ظہر بن الشمس ہے بلکہ ائمہ اہل سنت
کے نزدیک قطب جو کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خادم ہے اُس سے بھی
کوئی جگہ خالی نہیں۔ اب ذرا خادم رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام یعنی ملک الموت
کا حال ملاحظہ فرمادیں۔

سنہ ۱۰۰۰ قادی حدیث ص ۲۵۰

امام جلال الدین سیوطی شرح الصدر میں فرماتے ہیں

أَخْرَجَ ابْنُ أَبِي الدُّنْيَا وَابْنُ الشَّيْخِ وَابْنُ عُيَيْنٍ عَنْ شَمْرِ بْنِ
حَوْشَبٍ قَالَ مَلَكَ الْمَوْتِ جَالِسٌ دَاخِلًا بَيْنَ رُكْنَيْهِ
وَأَخْرَجَ ابْنُ أَبِي حَاتِمٍ وَابْنُ الشَّيْخِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ
سُئِلَ عَنْ نَفْسَيْنِ إِتَخَفَا مَوْتَهُمَا فِي طَرَفَيْ عَيْنٍ وَاحِدَةٍ
بِالْمَشْرِيقِ وَوَاحِدَةٍ بِالْمَغْرِبِ كَيْفَ تَذَرُهُ مَلَكَ الْمَوْتِ عَلَيْهِمَا
قَالَ مَا تَذَرُهُ مَلَكَ الْمَوْتِ عَلَى أَهْلِ الْمَشَارِقِ وَالْمَغَارِبِ وَالظُّلُمِ
وَالنُّجُومِ وَالْجَوَارِ إِلَّا كَرَجَلَيْ بَيْنَ يَدَيْهِ مَا يَدْرِي يَكُونُ فِي
مِنْهَا أَلِيمًا قَضَاءً أَخْرَجَ ابْنُ أَبِي حَاتِمٍ عَنْ زُهَيْرِ بْنِ مُحَمَّدٍ
قَالَ قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَلَكَ الْمَوْتِ وَاحِدٌ وَالنَّفْسَانِ يَتَخَيَّرَانِ
وَمِنْ الْمَشْرِيقِ وَالْمَغْرِبِ مَا بَيْنَ ذَلِكَ مِنْ الشَّطْرِ وَالْعَلَاكِ
فَقَالَ إِنَّ اللَّهَ حَوَى الدُّنْيَا لِمَلَكَ الْمَوْتِ حَتَّى جَعَلَهَا كَالطَّبَقِ
بَيْنَ يَدَيْ أَحَدِكُمْ فَهَلْ يَخْتَارُ مَوْتَهَا شَيْءٌ وَلَا

ترجمہ یہ شہر میں جو شب کہتے ہیں کہ ملک الموت بیٹھا ہوا ہے اور
تمام دنیا اس کے گھٹنوں کے سامنے ہے۔ (حضرت ابن عباس
رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا گیا کہ دو جانیں ایک مشرق میں ایک مغرب
میں ایک ہی وقت میں مرنے ہیں ملک الموت کس طرح قادر ہے۔

سنہ ۱۰۰۰ شرح الصدر ص ۱۰۰

اُن پر فرمایا کہ ملک الموت کے لیے مشرقی مغرب اندھیرے ہوا اور سمندر ایسے ہی ہیں جیسے آدمی کے سامنے دسترخان اُس میں سے بیٹھا ہے جو چاہتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہا گیا کہ ملک الموت ایک ہے اور مشرق و مغرب میں جنگ ہوتی ہے تو بے شمار موتیں واقع ہوئی ہیں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا سے لے کر ملک الموت کے لیے مانند طشتری کے کر دی ہے جو کہ ایک آدمی کے سامنے ہو گیا اس میں کوئی چیز اُس سے قوت ہوتی ہے۔

یہی حال انہیں لین کا ہے کہ اپنی جگہ سے تمام روئے زمین کے انسانوں کو دیکھتا ہے اور ہر ایک کے حال کے مطابق دوسرے فائق ہے۔ یہ بات قرآن مجید سے ثابت ہے۔

ایک مرتبہ ایک نجدی سے اس امر پر گفتگو ہوئی بندہ نے عرض کیا کہ کائنات میں جبریت کا سرچشمہ صرف مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں اور گمراہی کا شکیکہ انہیں نہیں ہے۔ عقل کو تو یہ قدرت ہے کہ اپنے مقام سے تمام روئے زمین کے انسانوں کو دیکھے اور ہر ایک کے گمراہ کرنے کی کوشش کر سکے۔ لیکن آپ کے نزدیک نادیدنی علیہ السلام کو اس کے مقابلہ میں یہ طاقت نہیں کہ اپنی آست کو ملاحظہ فرماویں اور مفصل کے مقابلہ میں اپنے الحق کی حفاظت فرماویں۔ اس سے تو قدرت کے اعتبار سے نادیدنی پر مفصل کا غلبہ مفہوم ہے اور قرآن مجید فرماتا ہے۔ اِنَّ حُزْبَ الْمُشْكَوٰیۡنَ ۙ

تو فرماتے لگے کہ مولانا شیطان کے حاضر و ناظر ہونے پر تو نفس قطعی موجود

ملکہ۔ پتہ المکرہ ہے آیت ۵۶۔

ہے لیکن نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے کوئی نفس ہے۔ بندہ کچھ گیا کہ کہ یہ جملہ انہوں نے ”برائین کا ملکہ سے رٹ رکھا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں ایک ہی نہیں بلکہ کئی نفسیں موجود ہیں۔ اُن میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنَّا اَنْسَلْنٰكَ شَاهِدًاۙ اَوْ مُبْتَلٰیۙاۙ اَوْ نَذٰرًاۙ اَوْ حَاجًّاۙ اِلٰی اللّٰهِ بِاٰذِنِهٖۙ
وَسِرَاجًاۙ مُّبٰیۡنًاۙ

صرف شاہد اور سراج میرے ہی یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آپ مشاہدہ فرمانے والے ہیں اور ایک ایسا روشن چراغ ہیں جو ہر وقت ہر جگہ روشنی دینے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں سورج کو بھی سراج فرمایا ہے۔ لیکن اس کی صفت میرا نہیں بلکہ اور اس سورج کا یہ حال ہے کہ کوئی علاقہ اس کی روشنی کے فتنے سے محروم نہیں ہاں جو اپنی پستی کی بنا پر محروم رہے تو رہے۔ اسی طرح سراج میرا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فیضانِ نور سے کوئی اپنے گمراہی بنا پر محروم رہے تو رہے۔ وہ کائنات کا ذرہ ذرہ آپ کے نور سے منور ہے۔ فَتَبٰیۡتَ الْاٰثٰرَیۡنِۙ

مسند حاضر و ناظر میں اولیاء کاملین اور علماء وارثین نے جو تحقیق فرمائی ہے اگر وہ سب نقل کی جائے تو ایک دفتر درکار ہے۔ حوالا جات نقل کرنے میں بندہ نے یہ بھی استیلا کی ہے کہ ایسی عبارات نقل کی جائیں جن کو عوام نہیں کم از کم علماء و کما سبکیں در اکثر عبارتیں اس شان کی ہیں کہ موجودہ دور کے علماء کے فہم سے بھی بالاتر ہیں۔ اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰهُ۔

اَللّٰهُمَّ اٰمُوْاۤ اٰیٰتِہٖۙ لِیُظْہِرَ مَوَازِیۡنَہٗۙ شَانَ جَبِّیۡکَ الْکَبِیۡرَۙ

ملکہ۔ پتہ المکرہ ہے آیت ۵۶۔

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا إِتْدَارُ الْأَشْيَاءِ

خان صاحب گھڑوی کے دلائل اور ان کے جوابات

۱) خان صاحب بخاری شریف، مسلم شریف، مسند ابوالعزیز کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں۔

کہ اگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب میں معراج سے واپس ہوا اور میں نے مشرکین کے سامنے اپنا سارا قصہ بیان کیا کہ میں مکہ مکرمہ سے مسجد اقصیٰ تک پھر وہاں سے سدرۃ المنتہیٰ تک پھر وہاں تک خدا کو غور مقام بیداری میں ایک ہی رات کے اندر جہہ مغربی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی خاص فائز و شرف اور قدرت سے سیر کر آیا ہوں تو مشرکین نے کہا اچھا اگر آپ واقعی مکہ میں تھے تو ہمیں بتلایے کہ بیت المقدس کی فلاں چیز کہاں اور کس موقع پر واقع ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ مجھے معلوم نہ تھا اس پر مشرکین نے پستی اڑائی آپ کے الفاظ میں کہتے۔

فَلْيَكُونُ بَيْتُ كَذِبَةٍ مَّكَرُومَةٍ وَمَثَلُهُ قَطْرٌ دَسْلَمٍ فِي سَائِلِ الْبَرِّيَّانِ بَوَاكِرِ الْيَا بِرِيشَانِ كَيْفِيَّةٌ لَا يَرَاها اللّٰهُ تَعَالٰی لَمْ يَبْتَئِ الْمَقْدِسُ كَوْثُورًا مِنْهُ وَقَدْ كَانَ يَلِيهِ سِرٌّ سَامِعًا حَاضِرًا دِيَا مُشْرِكِينَ جَوْرًا يَحْتَجُّ جَانِبَهُ فِيهِ وَيَكْجُرُ جَوَابًا دِيَا جَاءَ تَعَالٰی

پہلا اعتراض :- پھر اس پر تخریج فرماتے ہیں "دیکھئے اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

سُئِلَ تَسْوِيَةُ الْوُجُوهِ

حاضر و ناظر ہوتے اور عالم الغیب ہوتے تو اتنی پریشانی کی کیا ضرورت تھی؟
جواب :- میں کہت ہوں کہ یہ اعتراض خان صاحب کے حاضر و ناظر کی حقیقت نہ سمجھنے پر مبنی ہے بندہ پھر عرض کر دیتا ہے کہ حاضر و ناظر ہونے کی ایک صورت تو یہ ہے انسان بذات خود وہاں موجود ہو اور چشم ظاہر سے ہر چیز کا مشاہدہ کرے اور دوسری صورت یہ ہے کہ تمام چیزیں انسان کے سامنے روشن ہوں اور چشم بصیرت سے ان کا مشاہدہ کرے یہ دوسری صورت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے ہر وقت ثابت ہے کہ تمام کائنات آپ کے آگے روشن ہے اور آپ چشم بصیرت سے مشاہدہ فرماتے ہیں لیکن اس صورت میں کسی خاص چیز کا علم حاصل کرنے کے لیے تو حجت تمام کی ضرورت ہے اس کی تائید میں حاجی امداد اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عبارت نقل کر آئے ہیں اور احادیث پاک کے الفاظ اس بات پر واضح طور سے دلالت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کی طرف توجہ تمام کرنے کا آپ کو موقع ہی نہیں دیا کیونکہ جواب میں تاخیر لازم آتی تھی جس سے قریش کو چھٹی اڑانے کا موقع مل سکتا تھا جس حدیث کی نقل میں امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ منقول ہیں اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

لَقَدْ رَأَيْتَنِي فِي الْعَجْبِ قَدْ قَرَيْتَنِي نَسَائِي مَسَائِي نَسَائِي مَسَائِي
عَنْ أَشْيَاءَ مِنْ بَيْتِ الْمَقْدِسِ لَوْ أَشْتَمَا فَيَكُونُ بَيْتًا كَوْنًا
مَّا كَرِهْتَا وَمَثَلُهُ قَطْرٌ دَسْلَمٍ فِي سَائِلِ الْبَرِّيَّانِ

ترجمہ :- میں نے مقام مجرب میں تھا اور قریش مکہ معراج کے بارے میں سوال کرتے تھے۔ پس انہوں نے بیت المقدس کی بعض اشیاء کے بارے میں سوال کیا جن کی طرف میں نے توجہ بھی نہ کی تھی پس مجھے اس پر پریشانی لاحق ہوئی کہ ابھی کہی رہی تھی پس اعلیٰ بیت المقدس

کو میرے لیے اللہ تعالیٰ نے میں دیکھنا تھا اسی کو
اور جس روایت میں امام بخاری اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہما متفق ہیں وہ
یہ ہے۔

كَذَلِكَ يَنْفَعُ قُرَيْشٌ نَّمَتْ فِي أَنْجَعِ مَكَانٍ اللَّهُ لِي بَيْتِ الْمُقَدَّسِ
تَطِينْتُ أَخْبَرَهُمْ عَنْ آيَاتِهِمْ وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَيْهِ.

ترجمہ :- جب قریش نے مجھے جھٹلایا میں کھڑا ہوا مقام حجر میں پس
اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو میرے لیے ظاہر فرمایا میں نے اس
کی نشانیوں کی خبر دینی شروع کی۔ میں اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔
اور عبد اللہ ابن عباس کی حدیث میں یوں ہے۔

نَجَّيْنَا الْمَسْجِدَ حَتَّى وَضَعَ عِنْدَ دَارِ عَقِيبٍ وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَيْهِ.
ترجمہ :- پس لائی گئی مسجد یہاں تک کہ رکھا اس کو حضرت عقیل
کے مکان کے پاس اور میں اس کو دیکھ رہا تھا۔

ان احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کو پریشانی لاحق ہوتے ہی
اللہ تعالیٰ نے مسجد کو آپ کے سامنے ظاہر فرمادیا اور یہ بات بھی قابلِ حور
ہے کہ مسجد اٹھا کر کیوں لائی گئی حالانکہ اللہ تعالیٰ اس بات پر بھی قادر ہے
کہ آپ کی نظر ظاہر سے حجاب دور فرمادیتا چونکہ نبی اکرم علیہ السلام تمام
انبیاء علیہم السلام کے معجزات اور فضائل کے جامع ہیں اور تمام انبیاء علیہم السلام
والسلام سے علی الاطلاق افضل بھی ہیں۔ جب ضرورت کے وقت سیدنا یسہا
علیہ السلام کے لیے آبن و احد میں بلقیس کا تخت لایا گیا تو سیدنا نبی علیہ
الصلوة والسلام کے لیے بیت المقدس لاکر اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے یہ فضل
بھی ثابت کر دیا جو کہ سیدان علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حاصل تھا جبکہ اُس سے کہیں

بڑھ چڑھ کر حضرت سلیمان علیہ السلام کے خادم تو اپنے مقام سے بلقیس
کے تخت کا ملاحظہ فرمائیں اور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے یہ بات ثابت
ہو اور دوسرے خان صاحب سے ہم یہ بات دریافت کرنے کا بھی حق رکھتے ہیں
کہ بیت المقدس یا اس جیسے دوسرے جزوی واقعات جن کو خان صاحب نے اپنے
عقیدہ کا سہارا بنایا ہے کیا یہ سارے اشبار احواد نہیں ہیں کیا یہ ہی علم غیب ہے
جس میں اللہ تعالیٰ مغرور ہے اور کسی دوسرے کے لیے ثابت کرنا شرک و کفر ہے
اور خان صاحب یہ بھی فرمادیں کہ جو آپ نے لکھا ہے کہ مشرکین نے حضور علیہ
الصلوة والسلام کی پہنچی اڑائی یہ کس حدیث کے الفاظ ہیں اور یہ حدیث کی کون
سی کتاب میں ہے۔ یہ بات ہم اپنے تجربہ کی بنا پر کہتے ہیں کہ کوئی دہائی دانش مند
اور دیانت دار نہیں ہوتا درگوش گونی اور قطع بریدان کا جزو ایمان ہے۔ ہمارا یہ
دعویٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخالفین کو کبھی یہ موقع نہیں دیا کہ اس کے محبوب
علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پستیوں اڑائیں کیونکہ کبھی ہمیشہ بے سرو پا بات کی اڑائی
جاتی ہے۔

دوسرا اعتراض :- خان صاحب فرماتے ہیں کہ بخاری اور ابوداؤد میں یہ روایت
موجود ہے کہ عروہ بنی مصلوق میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہا کا ہار سنایا ہو گیا۔ خاتام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بار تلاش کرنے کے لیے رگ
کئے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جملہ شریک سفر صحابہ کرام رضوان اللہ
تعالیٰ عنہم الجعین بھی اس کو تلاش کرتے رہے مگر چوری تو ہر بندول کرنے کے لیے
بھی دمِ بار بار مل سکا تھک مار کر جب کوشش کرنے کا اعلان کر دیا تو وہ اونٹ جس پر
حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سوار تھیں اس کو اٹھایا گیا تو وہ اس کے نیچے پڑا

ہوا تھا۔

جواب :- اگر خان صاحب حدیث کی عربی عبارت نقل کر دیتے تو کیا حرج تھا ان صرف یہ تھا کہ عوام کی آنکھیں اندھی نہ کر سکتے۔ حدیث کی عبارت یہ ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي لَيْلٍ أَسْفَادٍ ۖ حَتَّى إِذَا كُنَّا بِالْبَيْتِ أَوْ أَوْ بِلَاذَاتِ الْجَبْرِ الْقَطْعِ وَقَدْ لَنَا مَا قَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى إِنْجَامِ سَبَابٍ ۖ وَأَقَامَ النَّاسُ مَنَاجِدَهُمْ عَلَى مَا وَجَّهُوا وَكَانَ النَّاسُ إِذَا لِيَ الْوَسْطَى قَدْ لَوْ لَا شَرَى مَا حَضَرَتْ عَائِشَةُ أَقَامَتْ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَتْ عَلَى مَا وَجَّهَتْهُمْ مَا وَجَّهَتْهُمْ مَا وَجَّهَتْ عَائِشَةُ كَمَا تَبَيَّنَ أَبُو بَكْرٍ فَقَالَ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَقُولَ وَجَعَلَ يَخْفَعُ بِيَدِهِ ۖ فَوَضَعَهُمَا مِرْقَى وَلَا يَمْنَعُنِي مِنَ التَّعَرُّكِ إِلَّا مَكَانُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى فَجْزِي فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جُنْجُنٌ أَصْبَحَ عَلَى عَيْرِ مَا وَجَّهَتْ عَائِشَةُ اللَّهُ إِلَيْهِمْ فَتَكَلَّمُوا فَقَالَ أَسِيدُ بْنُ حَمَّانٍ نَاهِي بِأَقْلٍ بِرُكُوتِكُمْ يَا آلَ أَبِي سَبْرٍ قَالَتْ فَبَشَّرْنَا الْبُعَيْرَ الَّذِي كُنْتُ عَلَيْهِ فَإِذَا عِنْدَهُ تَحْتَهُ ۖ

ترجمہ :- سیدہ عائشہ فرماتی ہیں کہ ہم سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سے :- کہو ان الفاظ سے کہہ :۔ کہہ :- بخاری شریف جلد ۱ ص ۱۱۱

کے ساتھ مقام پیدا ہوا یا مقام ذات الجیش مکر اور مدینہ کے درمیان یہ دونوں مقام ہیں ان میں تھے کہ میرا مار گم ہو گیا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے باریں وجہ قیام فرمایا اور لوگ بھی آپ کے ساتھ ٹھہر گئے۔ اس جگہ پانی تھا۔ لوگوں کے ہمراہ پانی تھا۔ پس لوگ ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے اور کہنے لگے آپ کو خبر ہے کہ عائشہ نے کیا کیا ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو روک لیا ہے حالانکہ نہ یہاں پر پانی ہے اور نہ ہمارے پاس پانی ہے۔ ابو بکر مجھ پر ناراض ہونے لگے اور کہا جو اللہ نے چاہا اور میری پہلی (دیکھ) میں ہاتھ مارا لیکن میں بوسہ نہیں کریم علیہ السلوۃ والسلام کے میری دان پر آرام فرماتے کے حرکت سے بھی باز رہی۔ پس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھج کو اٹھے اور پانی نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آیت تمم نازل فرمائی۔ اسید بن حمیر نے کہا کہ اسے اہل انی بجز یہ کوئی بیماری برکات میں سے پہل ہی برکت نہیں پس ہم نے اس اونٹ کو اٹھا یا جو میری سواری کا تھا تو اس کے پیچھے سے نکل آیا۔

دوسری روایت :-

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَقَطْتُ فَلَوْ لَا أَنِّي بِالْبَيْتِ أَوْ أَوْ فُضِّنَ دَاخِلُونَ الْمَدِينَةَ فَأَنَاحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَزَلَ نَسْتَنِي رَأْسَهُ فِي جَبْرِ حَى لَا قِدَا أَفْكَلَ أَبُو بَكْرٍ فَمَكَرَ فِي تَكْنُفٍ شَدِيدَةٍ فَادْفَعَالِ حَبِثَتِ النَّاسُ فِي فُلُوْدِهِ فَبَيَّ السُّمُوتُ بِمَكَانِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. اسْتَفْظَرُوا حَكَمَ تَرِ الصُّبْحِ فَالْتَمَسُوا

صلی اللہ علیہ وسلم حاضر و ناظر اور عالم الغیب ہوئے تو آپ کو معلوم ہوا کہ صحابہ بھی گھر میں بیٹھے ہوئے ہیں آپ نے یہ خیال کیوں کیا کہ شاید یہ چلے گئے ہوں پھر حضرت انس کو تحقیق حال کے لیے آپ نے کہا: یہ جانا۔

اب اصل واقعہ ملاحظہ ہو۔ اس واقعہ کے بارے میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پانچ روایتیں ہم بعینہ نقل کر دی ہیں تاکہ ناظرین خان صاحب کے کذب اور دہل سے بخوبی واقف ہو جائیں۔

حدیث نمبر ۱۔ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ لَمَّا تَزَوَّجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَيْنَبَ ابْنَةَ جَحْشٍ دَعَا الْقَوْمَ فَطَلَبُوا شَوْءَ جَلَسُوا يَتَحَدَّثُونَ فَإِذَا مَوْ كَأَنَّهُ يَتَكَلَّمُ بِلِقَائِهِمْ فَلَمْ يَقُومُوا فَلَكَابِ أَيْ ذَلِكَ قَامَ فَلَمَّا قَامَ قَامَ مَنْ قَامَ وَقَعَدَ ثَلَاثَةٌ لَكَ لِمَا نَزَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَدْخُلَ فَإِذَا الْقَوْمُ حُلُوسٌ شَوْءَ أَنَّهُمْ قَامُوا فَانْطَلَقَتْ فَبُيِّنَتْ فَانْخَبَرَتِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُمْ قَدْ انْطَلَقُوا ۖ

ترجمہ ۱۔ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے چند صحابہ کو ولیمہ کی دعوت دی وہ کھانہ کی بات چیت کے لیے بیٹھ گئے۔ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اٹھنے کا قصد فرمایا لیکن صحابہ نہ اٹھے یہ دیکھ کر نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام خود اٹھ کھڑے ہوئے تو آپ کے اٹھنے پر کچھ صحابہ اٹھ کھڑے ہوئے اور تین شخص بیٹھے رہے۔ پھر حضور امدار آنے کے لیے لوٹے

۱۔ تصدیق النواظر ص ۵۰۔ ۲۔ بخاری شریف جلد ۲ ص ۵۰

لیکن لوگ بیٹھے تھے (واپس ہو گئے) اس کے بعد وہ اٹھ گئے انس فرماتے ہیں کہ میں نے جاکر ان کے چلے جانے کی معینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اطلاع دے دی۔

حدیث نمبر ۲۔ وَصَحَّ طَعَامًا دَعَا الْقَوْمَ فَتَقَعَدُوا يَتَحَدَّثُونَ فَعَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ شَوْءَ يُرْجِعُ وَهُمْ مُقْعَدُونَ يَتَحَدَّثُونَ ۖ

ترجمہ ۲۔ دعوت ولیمہ پر لوگوں کو بلایا (کھانے کے بعد) وہ بات چیت کرنے بیٹھ گئے۔ ان کے بیٹھے ہوئے ہی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے باہر جانا اور واپس آنا شروع کر دیا۔

حدیث نمبر ۳۔ بَقِيَ ثَلَاثَةٌ رَهْطٌ يَتَحَدَّثُونَ فِي الْبَيْتِ فَعَرَجَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ... شَوْءَ رَجَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا ثَلَاثَةٌ رَهْطٌ فِي الْبَيْتِ يَتَحَدَّثُونَ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَدِيدَ الْحَيَاءِ فَخَرَجَ مُطَلِقًا نَحْوَ سَجْدَةٍ عَائِشَةَ فَمَا أَدْرَى أَحْبَبَتْهُ أَوْ أُخْبِرَ أَنَّ الْقَوْمَ خَرَجُوا فَخَرَجَ ۖ

ترجمہ ۳۔ لوگ گھر میں بات چیت کرنے لگے پس نکل گئے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام.... پھر واپس آئے تو لوگ ابھی بیٹھے ہی تھے۔ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام چونکہ شدید الحیاہ تھے اس لیے مراعاتاً چلے جانے کا حکم فرمایا، پس آپ خود پھر سیدہ عائشہ کے حجرے کی جانب تشریف لے گئے۔ (انس رضی اللہ عنہ کا قول ہے) میں

۱۔ بخاری شریف جلد ۲ ص ۵۰۔ ۲۔ بخاری شریف جلد ۲ ص ۵۰

نہیں جانتا کہ ان لوگوں کے چلے جانے کی خبر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نہیں ملے دی یا کسی اور نے۔

حدیث نمبر ۴۷ :- فَاتَّخَذَ النَّاسُ حُبَّكَ لِحَمَانِكَ حَتَّى رَجَعَ إِلَى حَبْرٍ أَمَّاتِ السُّوءِ بَيْنَهُ... فَلَمَّا رَجَعَ إِلَى بَيْتِهِ وَرَأَى رَجُلَيْنِ جَرَى بَيْنَهُمَا الْحَدِيثُ فَلَمَّا رَأَاهُمَا رَجَعَ عَنْ بَيْتِهِ وَتَبَا مَسْرِعَيْنِ فَمَا أَدْرَى أَنَا أَحَبُّتُهُ بِخَيْرٍ وَجِصْمًا أَمْ أُغْبِرَ فَرَجَعَ بَلَّ

ترجمہ :- حضور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لوگوں کو خوب روٹی اور گوشت کھلایا پھر آپ اُمہات المؤمنین کے حجروں کی طرف نکل گئے جب واپس آئے تو دو شخصوں کو گفتگو کرتے دیکھ کر واپس ہو گئے۔ جب ان دونوں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو روئے دیکھا تو خود بھی جلدی سے اٹھ گئے۔ میں نہیں جانتا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان کے جانے کی خبر کس نے دی دین یا کسی اور نے، پس آپ واپس آ گئے۔

حدیث نمبر ۴۸ :- مَا قَامَ قَوْمٌ حَتَّى قَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَشِيَ قَسِيَّتِكَ مَعَكَ حَتَّى بَلَغَ بَابَ جَدِّكَ عَائِشَةَ ثُمَّ ظَنَّ أَنَّكُمْ قَدْ خَرَجْتُمْ فَرَجَعَ وَرَجَعْتَ مَعَهُ فَإِذَا هُمْ جُلُوسٌ مَكَانَهُمْ فَرَجَعَ فَرَجَعَ فَجَعَتِ الشَّيْئَةَ حَتَّى بَلَغَ حَبْرَةَ عَائِشَةَ فَرَجَعَ فَرَجَعَتْ فَإِذَا هُمْ قَدْ قَامُوا

سک :- بخاری شریف جلد ۲ صفحہ ۴۷۰

فَضَوَّبَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ الشُّعْرَ أُنْزِلَ إِلَيْكَ الْحَبَابُ

ترجمہ :- کھانے کے بعد لوگ نہ آئے یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود اٹھ کھڑے ہوئے پس آپ چلے ان کے ساتھ میں یہاں تک کہ آپ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے دروازہ پر پہنچے پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے گمان کیا کہ لوگ چلے گئے ہوں گے، آپ واپس لوٹ آئے میں ساتھ لوٹ آیا لوگ ابھی بیٹھے ہی تھے حضور پھر واپس ہو گئے میں دوسری دفعہ واپس ہو گیا یہاں تک کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرے تک گئے پھر واپس آ گئے، میں بھی واپس آ گیا تو لوگ جاگتے تھے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اندر داخل ہو کر پردہ ڈال دیا۔

خان صاحب نے مسلم شریف کی حدیث کے الفاظ شعر ظن انہم قد خرجوا سے نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عدم علم پر جو دلیل پکڑی ہے یہ سراسر نادانی ہے کیونکہ یہ الفاظ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نہیں بلکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ہیں، خان صاحب کی دانشمندی پر جتنے بھی اکتوہاٹے جائیں کم ہیں، کیونکہ جن الفاظ سے نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عدم علم پر دلیل پکڑی ہے ان ہی الفاظ سے خان صاحب کے نزدیک حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا علم غیب ثابت ہوتا ہے کیونکہ ظن ایک بالنی امر ہے اگر خان صاحب جواب دیں کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا علم غیب ثابت نہیں ہوتا بلکہ انہوں نے اندازاً یہ بات کہی ہے تو ہم جواب دیں گے کہ پھر آپ کا ان

سک :- مسلم شریف ج ۱ صفحہ ۳۷۰

الفاظ کو جو اندازاً کہے گئے نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عدم علم پر دلیل پکڑنا
جہالت ہے۔ ایک اور طریقہ سے خان صاحب کی جہالت کا ثبوت۔

جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ جانتے تھے کہ صبا پر بغیر میرے حکم کے جانے
والے نہیں حکم چاہے صراحتاً ہو یا کنایہ تب ہی تو آپ نے یہ آنے اور جانے کی تکلیف
گوارا کی وگرتہ تو آپ یہ حیل کیوں تجویز فرماتے تو نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام صرف
ایک بار نکل آنے سے ہی یہ گمان کیسے کر سکتے تھے کہ صبا چلے گئے ہوں کیونکہ

ایک دفعہ مجلس سے اٹھ جانا اس بات کی دلیل نہیں بنتا کہ دوبارہ واپس آ کر
مجلس میں شریک نہ ہوں گے کیونکہ احتمال باقی رہتا ہے کہ کسی خاص ضرورت
کے ماتحت تشریف لے گئے، میں ابھی واپس اگر رونق افروز ہوں گے۔ آپ

کا دوسری مرتبہ واپس اگر لوٹ جانا تو صرف اسی لیے تھا کہ صبا کے نزدیک
یہ بات متحقق ہو جائے کہ اب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مجلس میں رونق افروز
ہونے کا ارادہ نہیں رکھتے۔ لہذا ہمارا بیٹنا بیکار ہے۔ اسی لیے نبی اکرم علیہ

الصلوٰۃ والسلام کے دوبارہ واپس لوٹ جانے کو دیکھ کر صبا نے جس بغاوت
کردی لہذا اعتراض صرف خان صاحب کے عدم علم کی دلیل ہے اور خان صاحب
کا یہ فرمانا کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تحقیق کے لیے بھیجا یہ سراسر کذب

ہے۔ کیونکہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو فرماتے ہیں کہ مجھے خبر ہی نہیں کہ صبا
کے چلے جانے کی اطلاع میں نے دی یا کسی اور ذریعہ سے اطلاع دیئے گئے۔
خیر خان صاحب کی کذب بیانی پر ہمیں اتنا انوس نہیں جتنا کہ ان کی کم فہمی پر ہے

کیونکہ درود گوئی تو اس لحاظ سے ہے کہ حضرت میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔
اس پر مزہ یہ کہ خان صاحب زبان درازی اہل سنت کے ایسے حبیہ قلماء پر کرتے
میں مثلاً فقیر العصر حضرت مفتی احمد یار خان صاحب گجراتی اور غزالی و درانی علامہ

سید احمد سعید صاحب کاظمی عثمانی اور مناظر اسلام مولانا محمد عمر صاحب اچھروی
جنہوں نے حکم بھر کے تمام بد مذہبوں کے منہ میں لگام دے رکھی ہے اور
جواب دینے میں خان صاحب کی مثال بالکل ایسی ہے کہ چٹائی کی ایک مثال
ہے کہ ایک تیل نے ایک جاٹ کو کہا۔

او جٹا تیرے سروغ ماریا وٹا تینوں قتل کدوں آوے گی۔

اس پر جاٹ صاحب جڑے گرمائے اور فرمانے لگے کہ۔

او جٹا تیرے سروغ ماریا کھو تینوں قتل کدوں آوے گی۔

سننے والوں نے جاٹ سے کہا کہ میاں تیری بات کا توازن درست نہیں
ہے۔ جاٹ صاحب فرمانے لگے کہ توازن کوڑ و کچھو صرف دیکھنے کی بات تو یہ
ہے کہ کہو ویسے تو دوتے سے بھاری ہے۔

خان صاحب بخاری شریف اور مسند طحاوی کے
حوالے سے نقل فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ

چوتھا اعتراض

وسلم نے حضرت عاصم بن ثابت کی سرکروگی میں ۹ صحابی بطور جاسوس مشرکین
کے حالات معلوم کرنے کے لیے روانہ کیے۔ جب یہ حضرات مقام بدہ میں پہنچے
تو قیدی بولعیان نے ان کو گھیر لیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی جگہ شہید کر دیا اور دو گورفہ
کے حکم کو مارے گئے کچھ دنوں کے بعد ان کو بھی تختہ دار پر لٹکا دیا۔ حضرت
عاصم نے شہادت کے وقت یہ پُر درد الفاظ کہے۔

اللّٰهُمَّ اَعِزَّنَا بِدِيْنِكَ۔ اے اللہ ہمارے حالات سے اپنے نبی
کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع کر دے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی وقت آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کو مطلع کر دیا۔ اس واقعہ پر خان صاحب مندرجہ ذیل تقریر فرماتے ہیں۔

اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حاضر و ناظر اور عالم الغیب ہوتے تو صبا پر کرام

کو جاسوسی کے لیے آپ نے کیوں بھیجا۔ خود ہی مدینہ منورہ میں دشمن کے حالات بیان فرما دیجئے اور پھر یہ دس صحابی کس بیدردی اور بے گری سے تہ تیغ کیے گئے۔ کیا آپ نے دانستہ ان کو قتل کرا دیا تھا۔

جواب نمبر ۱۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جاسوسی کے لیے بھیجا تعلیم امت کے لیے تھا اگر آپ تمام نظام سلطنت کو اپنی معلومات کے اعتبار سے ہی انجام دیتے تو بعد میں آنے والے کو رہا ملن کیا کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بھی ارشاد فرمایا لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

شہدے واسطے رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات طیبہ میں ہر قسم کے نظام کا بہترین نمونہ ہے یعنی۔

اگر آپ ایسا نہ کرتے تو نظام جنگ کا یہ دستور کیسے ثابت ہوتا؟

جواب نمبر ۲۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام غیبت اللہ فی الارض ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں اُسی کے احکام جاری فرماتے ہیں۔ اگر اپنی طرف سے بھی کوئی حکم صادر فرمائیں وہ حسن جانب اللہ ہی ہوتا ہے۔ کیونکہ اس حکم کو تائید الہی حاصل ہوتی ہے درہ تو اسی وقت اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو حکم صادر فرمانے سے روک دیتا ہے۔

جواب نمبر ۳۔ اگر جاسوس بھیجا نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حاضر و ناظر اور مطلع علی الغیب کے متافی ہے تو اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے بعض انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام جو شہید کیے گئے اس کا کیا جواب ہو گا۔ کیا اللہ تعالیٰ حاضر و ناظر اور عالم الغیب نہیں ہے اگر ہے تو پھر اللہ تعالیٰ نے دانستہ اپنے انبیاء

سے ہر قسم کے اسرار سے باخبر ہے۔

کیوں شہید کرائے۔

جواب نمبر ۴۔ اگر آپ لا جاسوس بھیجنا عدم علم کی بنا پر تھا تو اللہ تعالیٰ نے کیوں نہ روک دیا اور کیوں نہ فرمایا کہ دُعا کے حالات کی اطلاع میں آپ کو دس دینا ہوں جاسوس نہ بھیجئے۔ اللہ تعالیٰ نے دانستہ اپنی مخلوق کو تہ تیغ کیوں ہونے دیا۔ حالانکہ حضرت عاصم بن ثابت انصاری رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کے بعد ان کی لاشیں مبارک کی اللہ تعالیٰ نے حفاظت فرمائی اور حضرت غیب رضی اللہ عنہ کو ایام اسیری میں کھانے کے لیے اللہ تعالیٰ انکو بھیجتا رہا۔ کیا اُن کو کفار کے چبھے سے نجات دلانے پر قادر نہ تھا؟ ثابت ہو اگر نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ فعل عین تقوا و قدر تھا جس پر آپ کو اطلاع تھی۔

جواب نمبر ۵۔ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کا دعائے کہ اے اللہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہمارے حال سے ناخبر کر دے سو یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے متافی نہیں۔ کیونکہ آپ نے یہ نہیں فرمایا۔ اَللّٰهُمَّ عَلِّمْنَا نَبِيَّكَ کہ ہمارے اللہ اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہمارے حال کا علم عطا فرما تو دعا کے الفاظ میں احتمال اس بات کا ہے کہ اے اللہ! اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہمارے حال کی طرف متوجہ فرما دے۔ لہذا صحابی کا دعائے کہ آپ کے حاضر و ناظر ہونے اور مطلع علی الغیب ہونے کے متافی نہیں۔

ایک اور طریقہ سے جواب۔ ایک چیز کے ثابت ہوتے ہوئے اس کے لیے دھاکرنا منع نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب عالی قدر اور عظیم الجہاد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں قرآن مجید میں ارشاد فرمایا۔

إِنَّكَ لَمِنَ الْمُسْلِمِينَ قُلْ جَوَابُ مُسْتَقِيمٍ ۝

ترجمہ :- اے اللہ ہمیں صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت فرما۔

حالانکہ آپ کو یقین تھا کہ میں صراطِ مستقیم پر ہوں اور ہمیشہ صراطِ مستقیم پر قائم بھی رہوں گا۔ اس سے بھی ثابت ہوا کہ حضرت عاصم بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کی دعا آپ کے حاضر و ناظر ہونے اور مطلع الغیب ہونے کے متافی نہیں۔

ایک اور طرز سے جواب :- یہ واقعہ بخاری شریف میں دو مقام پر بندہ کی نظر سے گذرا ہے اور اصل راوی

اس کے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں یہ فرماتے ہیں۔ فَاسْتَجَابَ اللَّهُ لِعَاصِمِ بْنِ مَرْثَدٍ قَوْلَهُ اُحْيِيْنَا خَاتَمَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصْحَابًا بَعْدَ خَبْرِهِمْ ۝

یعنی عاصم بن ثابت نے مصیبت کے روز دعا کی اُس کو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا پس نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے صحابہ کو اُن کے حال کی خبر دی۔ اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے یہ سارا واقعہ الف سے لے کر ہی تک ابو ہریرہ کو کیسے معلوم ہو گیا۔ نہ ابو ہریرہ ان صحابہ میں شریک تھے نہ ہی اُن مصیبت زدہ صحابہ میں سے کسی نے اگر بتایا۔ لہذا حالہ آپ نے یہ سارا واقعہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بھی بتا دیا۔ اب ذرا غور فرمائیں کہ عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کی دعا سے ماقبل کے واقعات اور دعا سے مابعد کے واقعات سب کچھ حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی بیان فرماتے والے ہیں۔ اگر عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

لے :- پھر لیکن آیت چلے :- اللہ بخاری شریف ص ۳۱۰

کی دعا کے بعد ہی آپ کو خبر دی جاتی تو فاستجاب اللہ لعاصم بن ثابت کے فتوے کے بعد ضرور اللہ تعالیٰ کے اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خبر دینے کا ذکر ہوتا۔ بلکہ ابو ہریرہ تو فرماتے ہیں۔ فَاسْتَجَابَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصْحَابًا بَعْدَ خَبْرِهِمْ کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے صحابہ کو اُن کی خبر دے دی اور یہ خبر دے کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ثابت کر دیا کہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اُن کے حال سے بے خبر نہیں ہوں بلکہ باخبر ہوں۔

خان صاحب فرماتے ہیں۔

پانچواں اعتراض :-

بخاری وغیرہ میں یہ روایت موجود ہے کہ مشرکین کا ایک وفد ایک سازش کے تحت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا کہ آپ ہمیں کچھ آدمی امداد کے لیے مرحمت فرمائیں، آپ نے اصحاب صفہ میں سے ستر صحابہ کو منتخب کر کے ان کے ساتھ روانہ کر دیا، جب یہ لوگ بیر معونہ پہنچے تو کافروں نے ایک لشکر صحابی کے علاوہ باقی سب کو شہید کر دیا۔ ان صحابہ کرام نے اپنی زندگی کے آخری لمحہ میں درود بھری کہانی اللہ تعالیٰ کے حوالے کی کہ اے اللہ اپنے پیارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر ساتھیوں کو ہمارے حالات سے مطلع فرما لے

جواب :- خان صاحب نے اس واقعہ پر بھی وہی اعتراضات کیے ہیں۔ جو اعتراض نمبر میں تحریر ہیں لیکن قدرے کتب بیانی اضافہ فرمائی ہے بیر معونہ کے تحت شہداء کا یہ واقعہ مختلف روایات میں مختلف الفاظ سے منقول ہے۔ ان سب روایات کو مفسر علامہ بغوی نے معالم التنزیل میں اور صاحب تفسیر خازن شریف

لے :- تفسیر الخواصر ص ۵۳

نے خازن شریف میں لَا تُحْسِبَنَّ الَّذِينَ قَتَلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَالًا كَ
تَحْتِ مَحْ فَرَمَا ہے۔ اگر خان صاحب یہ واقعہ نقل نہ فرماتے تو اُن کے لیے کیا
یہی اچھا ہوتا کیونکہ اس میں نجدیوں کے چہرے سے تقاب اٹھا گیا ہے۔ ایک
روایت میں یہ الفاظ موجود ہیں کہ جس وقت ابو براءؓ نے صحابہ کو لے جانے کا مطالبہ
کیا تو عالم ماکان دمایکون صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اِنْفِ
اَحْسَنَ عَلَيْهِمْ اَهْلًا تَجِدُ جُحْمَ خُوفَ ہے کہ نجدی میرے صحابہ سے
اچھا برتاؤ نہیں کریں گے۔ یہ آپ کا خوف حقیقت حال کے معلوم ہونے
کی بنا پر تھا اور دوسری روایت میں ہے کہ جب عمرو بن امیہ نے آپ کو
صحابہ کی شہادت کی خبر دی تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: هَذَا
عَمَلُ ابْنِ سَدَاءَ وَقَدْ كُنْتُ لِسَعْدِ اَكْبَادِهَا مَتَّحِقَةً اِنِّیْ نَحْسُ بِنِ اِسی حادثہ
کے پیش آنے کی وجہ سے اول امر میں خوف رکھتا تھا اور صحابہ کو بھیجنا
مجھے پسند نہ تھا تا بہت ہو اگر نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس واقعہ کے
پیش آنے سے پہلے علم تھا کیونکہ لفظ قد ہمیشہ تحقیق کے لیے ہی آیا کرتا ہے
اور آنحضرت کا صحابہ کو بھیجنا فقہاء الہی کے پیش نظر تھا۔ اگر یہ طائفہ دنیا پر نجدیہ
عربی عبادت کو بعینہم اور پوری تحقیق سے نقل کریں تو وہایت کی سرے سے
ہی بیخ کنی ہو جاتی ہے۔ ہمارے نقل کردہ الفاظ تفسیر خازن شریف بہا مشہ
تفسیر معالم التریل میں جلد ۳۴۳، ۳۴۴ پر موجود ہیں۔ اور کذب بیانی خان
صاحب کی یہ ہے کہ جو آپ نے فرمایا ہے کہ شہداء میر معوذ نے اللہ تعالیٰ
سے دعا کی کہ اے اللہ اپنے پیارے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام اور دیگر ساتھیوں
کو ہمارے حالات سے مطلع کر دے سو یہ بات کسی بھی روایت میں موجود نہیں
البتہ بخاری شریف جلد ثانی ص ۵۵ پر یہ الفاظ ہیں کہ شہداء نے کہا رَبَّنَا اٰخِبْنَا

عَنَّا اَحْوَاتَنَا کہ اے اللہ ہماری طرف سے ہمارے بھائیوں کو خبر پہنچا دے
اس کے بعد یہ الفاظ ہیں: فَاتَّخَذَ هُمْ عَشْرًا مِّنْ صَحَابِہِ خَبْرُو اُنْ کے حال
کی اور افراتنا کے مضمون میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شامل کر لینے میں
خان صاحب تصور غلط نہیں کیونکہ ان کے گرد گشتالہ اسماعیل دہلوی کی وصیت
ہی یہی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنا بھائی جانو۔
خان صاحب کہتے ہیں:

چھٹا اعتراض :-

بخاری وغیرہ میں یہ روایت ہے کہ جب خیر فرج
ہوا تو ایک یہودی عورت نے کبریٰ کے گوشت میں زہر ڈال کر جناب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور تحفہ بھیجا آپ نے بھی چند تھے کھائے اور
آپ کے بعض صحابہ نے بھی وہ گوشت کھایا چنانچہ حضرت بشر بن برائہؓ معرور
کی اسی گوشت کی وجہ سے شہادت بھی ہو گئی بلکہ ابو داؤد اور داری کی روایت
میں ہے:

وَلَوْ فِیْ اَصْحَابِہِ الَّذِیْنَ اَکَلُوْا مِنْ الشَّيْءِ

ترجمہ :- کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ کرام جنہوں نے
وہ زہر آلودہ کبریٰ کھائی تھی۔ وفات پا گئے۔

اس سے معلوم ہوا کہ وفات پانے والے متعدد صحابہ کرام رضوان اللہ
علیہم اجمعین تھے ابو داؤد اور سنن داری وغیرہ میں مذکور ہے کہ چند تھے کھا
پکنے کے بعد آپ نے یہ فرمایا کہ اے مس کھاؤ کیونکہ یہ بوٹیاں مجھے تباہ رہی ہیں
کہ ہمارے اندر زہر ہے۔ اگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حاضر و ناظر ہوتے

تو یہودی عورت کو زہر ڈالتے دیکھا ہوتا خود بھی نہ کھاتے اور نہ کلامِ خزان اللہ میں
ایسے کو بھی منع فرما دیتے کیا دیدہ دانستہ آپ نے ان صحابہ کرام کو زہر کھلا
کر روایا۔

جواب :- سبحان اللہ خان صاحب دھوکہ دینے میں یہ طولی رکھتے ہیں۔
اور اسی کمال پر نازاں ہیں۔ خان صاحب نے پہلا دھوکہ تو یہ دیا ہے کہ بخاری شریف
میں یہ روایت موجود ہے حالانکہ بخاری شریف میں یہ روایت با تفصیل موجود
ہی نہیں۔ بخاری شریف میں تو صرف اتنی روایت ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ لَمَّا فَتَحَتْ حَيْبَرَ أَهْدَيْتَ لِرَسُولِ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَاةً فِيهَا سَمَةٌ

ترجمہ :- جب غیر فتح ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت
میں ایک بڑی بھی گئی اس میں زہر تھا۔

دوسرا دھوکہ یہ دیا کہ آپ نے چند لقمے کھانے یہ بات بھی کسی روایت
میں موجود نہیں روایت کا عنقریب ہی ذکر ہوگا۔

تیسرا دھوکہ یہ دیا ہے کہ الرواؤں اور داری کی روایت میں ہے ثُمَّ
أَصْحَابُهُ الَّذِينَ أَكَلُوا مِنْ الشَّاةِ

پھر تھا دھوکہ یہ دیا ہے کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کھانا کھا چکے تھے
بعد فرمایا کہ یہ بوٹیاں مجھے بتلا رہی ہیں کہ ہمارے اندر زہر ہے۔

داری شریف کی یہ روایت ہے۔

إِنَّ يَسْمُودِيَّةً مِنْ أَهْلِ حَيْبَرَ سَمَّتْ شَاةً مَصِيَّةً

لہ :- بخاری شریف جلد ۲ صفحہ ۵۵ - ۵۶ - بخاری شریف جلد ۲ صفحہ ۵۵ - ۵۶

ثُمَّ أَهَدَتْهَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخَذَ
النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - مِنْهَا الذُّبَابَ فَكُلَّ مِنْهَا
وَ أَكَلَ الرَّهْطُ مِنْ أَصْحَابِهِ مَعَهُ شَاةً تَال لَسْمُ
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ فَعَلُوا أَيْدِيَكُمْ ذَاكَ
النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْيَهُودِ يَتَوَقَّعَا
هَٰذَاكَ اسْمُكَ هَٰذَا الشَّاةُ فَقَالَتْ لَعَنَ وَمَنْ أَخْبَرَكَ
فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَنِي هَٰذَا فِي
يَدِي الذُّبَابُ فَقَالَتْ لَعَنَ قَالَ ثُمَّ ذَا أَرَدْتَ إِي ذَاكَ
قَالَتْ كُنْتُ إِنْ كَانَ نَبِيَّاكُمْ يَخْتَرُكَ إِنْ لَوْ يَكُنْ نَبِيًّا
إِسْرَافًا وَمِنْهُ لَعَنَ عَنَّا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
ذَكَرَ يُقَالُ قَبْلَ ذَاكَ فِي بَعْضِ أَصْحَابِهِ الَّذِينَ أَكَلُوا مِنْ
الشَّاةِ

ترجمہ :- ابی خیر میں سے ایک یہودی عورت نے جتنی ہونی بکری
زہر لاکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجی آپ نے
اس کی دستی اٹھا کر اس میں سے کچھ تناؤں فرمایا اور آپ کے کچھ
صحابہ نے بھی کھایا۔ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اپنے ہاتھ
کیسے لو۔ اس کے بعد یہودی کو بلایا اور فرمایا کہ تو نے اس میں زہر دیا
ہے اُس نے کہا کہ آپ کو کس نے خبر دی ہے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا اس دستی نے جو میرے ہاتھ میں ہے یہودی نے

لہ :- داری شریف جلد ۲

اقرار کر لیا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ ایسا کیوں کیا ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے خیال کیا کہ اگر آپ بھی ہوں گے تو زہر آپ کو کچھ نہ کہے گا اور آپ سے ہماری جان چھوٹے گی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے کچھ نہ کہا اور آپ کے صحابہ میں سے جنہوں نے گوشت کھیا تھا۔ بعض نے وفات پائی۔ ابو داؤد شریف کی روایت ہے۔

فَاَخَذَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الذُّرَّاعَ فَأَكَلَ مِنْهَا ذَاكَلْ وَهَطَّ مِنْ أَصْحَابِهِ مَعَهُ ثُمَّ قَالَ لَهْجُو رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِرْقُوا اَيْدِيَكُمْ وَارْسَلْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْيَهُودِيَّةِ فَدَعَاَهَا فَقَالَ لَهَا اَسَمِعْتِ هَذَا الشَّأْنَ قَالَتْ اَيْ يَهُودِيَّةٌ مَرَّتْ أَخْبَرْتُكَ كَانَ أَخْبَرْتُ شَيْءَ هَذَا فِي يَدِي فِي الذُّرَّاعِ قَالَتْ نَعَمْ قَالَ فَمَا أَدْرَيْتِ لِي ذَاكَ قَالَتْ قُلْتُ إِنَّكَ كَانَتْ بَيْتًا فَكُنْ يَضْرُكُ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ بَيْتًا اسْتَوْخْنَا مِنْكَ فَمَعَا عَنْهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَلَّمَهَا فَبَيَّضَ وَتَوَقَّى لِيَمْنَقُ أَصْحَابَهُ الَّذِينَ أَكَلُوا مِنْ الشَّأْنِ ۝ ر

ترجمہ :- یہی ہے جو اوپر گذرا۔

اب داری شریف اور ابو داؤد شریف کی اصل عبارت بھی لا حلقہ فرماویں اور خان صاحب کی من گھڑت کہانی بھی راہ صاحب مشکوٰۃ سے روایت نقل کرنے

میں بعض کا لفظ سہواً چھوٹ گیا ہے۔

اعلان :- اگر کوئی شخص داری شریف اور ابو داؤد شریف کے کسی نسخے سے یہ الفاظ تو فی اصحابہ الذین اکلوا من الشاة ثابت کر دے ہم دس روپے انعام پیش کریں گے۔ بلکہ ابو داؤد شریف کی ایک دوسری روایت نے تو یہ بھی وضاحت کر دی کہ وہ بعض متوفی کون تھے۔

روایت یہ ہے۔

فَاَهْدَتْ لَهُ يَهُودِيَّةٌ بِخَبَرِ شَاةٍ سَمَّيَا فَاَكَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهَا ذَاكَلْ اَنْشَوْمَ فَقَالَ اِرْقُوا اَيْدِيَكُمْ فَاَسَمَا أَخْبَرْتُ شَيْءَ اَنْهَا سَمَّوْهُ مَاتَ ضَمَاتٍ بِشَرِّ بْنِ اَلْبَجَاءِ ابْنِ مَعْرُودٍ اَلَا نَمَايَ ۝

ترجمہ :- خبر میں یہودی عورت نے زہر ڈال کر بھنی ہوئی بجری آپ کی خدمت میں بھیجی پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ نے اس میں سے کچھ کھایا پھر آنحضرت غیر الصلوة والسلام نے فرمایا کہ اپنے ہاتھ کھینچ لو اس گوشت نے مجھے خبر دی ہے کہ اس میں زہر ہے پس بشر بن البراء بن معرور انصاری وفات پا گئے۔

شارحین مشکوٰۃ نے بھی یہی تصریح فرمائی ہے کہ وفات پانے

والے اکیلے بشر بن البراء بن معرور الانصاری ہی تھے۔ یہ واقعہ دراصل نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پتے نبی ہونے کا امتحان تھا جیسا یہودیہ کے الفاظ سے ظاہر ہے قربان جاؤں عالم ماکان وما یكون عیدہ الصلوٰۃ والسلام نے امتحان کے ہر پہلو کو خوب حل فرمایا۔ اپنے ساتھ صحابہ کرام کو اس لیے شریک فرمایا کہ نبی اور غیر نبی میں فرق ظاہر ہو۔ اگر صحابہ کرام کو شریک ذکر تے تو ایک احتمال باقی رہتا تھا کہ شاید زہر مقدار ہلاکت سے کم ملائی گئی تھی یا زہر دیسے ہی بے اثر تھی۔ صحابی کے وفات پا جانے سے یہ بات واضح ہو گئی کہ زہر مقدار اور اثر کے اعتبار سے پوری تھی اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ جو غیر نبی شریک تھے ان میں سے ایک کی موت بھی واقع ہو گئی۔ دوسرے گوشت کا آپ کے ساتھ کلام کرنا آپ کے حق میں معجزہ ثابت ہوا۔ اور خان صاحب کے اس قول سے کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کھانے کے بعد فرمایا کہ یہ بوٹیاں مجھے خبر دے رہی ہیں کہ ہم زہر آلودہ ہیں ثابت ہوا کہ گوشت کھائے جانے کے بعد آپ کو اطلاع دی۔ خان صاحب سے ہم بولو چھتے ہیں کہ کھالینے کے بعد خبر دینا کہ ہم زہر آلودہ ہیں چہ معنی وارد کام تو ہو چکا تھا اللہ تعالیٰ جو حکیم مطلق ہے جس کے حکم سے گوشت کو گویائی عطا ہوئی اس کا یہ فعل کونسی حکمت پر مبنی تھا۔ خان صاحب اتنے بھولے ہیں کہ یہ بھی نہیں جانتے کہ خطرے کی گھنٹی خطرہ سے قبل بجائی جاتی ہے یا بعد۔ کیا ایام جنگ میں ان کو یہ تجربہ بھی نہیں ہوا اور دھوکہ دینے کے لیے خاشعہ اخیر تنخی جو کہ ماضی کا صیغہ ہے اس کا ترجمہ یوں کر دیا کہ یہ بوٹیاں مجھے خبر دے رہی ہیں۔ کیا اخیرت اور قحطیوں میں کوئی فرق نہیں ہوا اعتراض

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات گرامی پر یکے گئے ہیں۔ وہ سب کے سب اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹتے ہیں کیونکہ نبی اللہ کے قول اور فعل پر ہر وقت اللہ تعالیٰ اپنی نظر قدرت رکھتا ہے۔ جب ایک بات اصولی طور پر ثابت ہو اور اس کے خلاف کوئی جزوی واقعہ اصول کے معارض نہیں بنتا بلکہ اس میں حکمت تلاش کرنی چاہیے۔

ساتواں اعتراض :- آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں بشر ہوں اور تم میرے پاس جھگڑے

کر آتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ تم میں کوئی شخص اپنی چرب زبانی سے اپنے جھگڑے دعویٰ اور مقدمہ کو سچا کر دکھائے اور میں غلط فہمی میں مبتلا ہو کر اس کے حق میں فیصلہ کر دوں تو اس کو یوں سمجھے کہ جہنم کی آگ کا ایک ٹکڑا ہے جو اس نے لے لیا۔ لہذا میرے سامنے سچی ہی بات کہنا۔ تارین کرام جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاضر و ناظر اور عالم الغیب ہوتے تو آپ یوں فرما دیتے کہ میں تمہارے ظاہر اور باطن سے بخوبی واقف ہوں ایسے سچے اور جھگڑے کو خوب پہچانتا ہوں۔ لہذا میرے سامنے قحطیوں اور غلط بیانی نہیں چل سکتی۔

جواب :- حاشا وکذا انبیاء علیہم السلام کے فہم میں کبھی غلطی نہیں ہوتی کیونکہ ان کے فہم کا اللہ تعالیٰ ذمہ دار ہوتا ہے ہاں اگر اجتہاد میں غلطی واقع ہو تو بھی اللہ تعالیٰ اسی وقت آگاہی فرما دیتا ہے اسی اجتہادی غلطی پر انبیاء علیہم السلام کو کبھی قائم نہیں رہنے دیا جاتا چہ جائیکہ غیر اجتہادی اور

میں غلط فہمی کی بنا پر احکام جاری فرما دیں۔ لہذا غلط فہمی کی نسبت سید الانبیاء علیہم السلام و السلام کی طرف کرنا نہایت بے ادبی ہے اور اس حدیث کی اصل عبارت یہ ہے۔

حدیث اول :- فَقَالَ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ ذَا اَنۡفٍ يَّاتِيَنِ

الْخَطۡمُ فَلَئِنْ لَّبِئۡسًا اَنْ يَّكُوۡنَ اَبۡلَغُ

مِنْ بَعْضِ فَاَقۡضِیْ لَہٗ بِذٰلِکَ وَ اَحۡسِبْ اَنۡتَ صَادِقٌ ۖ
ترجمہ :- آپ نے فرمایا کہ میں انسان ہی ہوں اور میرے پاس
فیصلہ کے لیے لوگ آتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی زبانی بلاغت
زیادہ رکھتا ہو (اپنا دعویٰ ثابت کرنے میں) اور میں گمان کروں
اس کو سچا اور فیصلہ اس کے حق میں دوں۔

حدیث دوم :- يَّاتِيَنِیۡنِیۡ الْخَطۡمُ فَلَئِنْ لَّبِئۡسًا اَنْ

اَبۡلَغُ مِنْ بَعْضِ فَاَحۡسِبْ اَنۡتَ

صَادِقٌ ۖ فَاَحۡسِبْ ۖ
ترجمہ :- میرے پاس فیصلے آتے ہیں ممکن ہے کہ تم میں سے بعض
بعض سے زبانی بلاغت زیادہ رکھتا ہو سو میں اس کو سچا گمان
کروں اور اس کے حق میں فیصلہ دے دوں۔

فَاَحۡسِبْ جس کے معنی ہیں کہ میں گمان کروں۔ خان صاحب نے اس
کا ترجمہ غلط فہمی میں مبتلا ہونا یا ترغیب کی بنا پر یا تکلمت علم کی بنا پر کیا ہے۔
حدیث کا سیاق و سباق ہی بتلاتا ہے کہ ابلغ مدعی کو سچا گمان کرنا صرف

صفحہ ۱۱۶ بخاری شریف جلد ۱۰ ص ۱۰۶ سے :- مسلم شریف جلد ۲ ص ۵۰

اُس کے لٹا ہری بیان کی وجہ سے ہے نہ کرنی اکرم علیہ السلام و السلام
کے عدم علم کی وجہ سے ہے اور سلم شریف کی ایک دوسری حدیث خان صاحب
کی تردید اور ہمارے بیان کی تائید کرتی ہے وہ یہ ہے۔

اَنۡتَکُمۡ تَخۡتَصِمُوۡنَ اِلَیَّ وَ تَعۡلٰی بَعْضُکُمۡ اَنْ یَّکُوۡنَ الْحَقُّ

بِحُجَّتِہٖ ۚ مِنْۢ بَعْضِ فَاَقۡضِیۡ لَہٗ عَلٰی نَحْوِ مَا اَسۡئَلُ ۖ
ترجمہ :- تم میرے پاس جھگڑے لاتے ہو۔ ہو سکتا ہے کہ تم میں
سے بعض بعض سے زیادہ چرب زبان ہونے کی وجہ سے اپنی
دلیل قائم کر دے اور میں باعتبار جو اس سے سنوں اُس کے حق
میں فیصلہ دے دوں۔

نوٹ :- خان صاحب کی تحریف معنی باطل ظاہر ہے۔

اَسْـَٔوَالِ عَمْرَاضِ :- حاطب بن ابی بلتعہ کا واقعہ جو کہ بخاری شریف
جلد ۲ ص ۱۱۳ اور مسلم شریف جلد ۲ ص ۱۱۳ پر

مذکور ہے۔ اُس میں ہے کہ حاطب نے ایک خط لکھ کر مشرکین مکہ کی طرف
روانہ کیا۔ جس کو ایک عورت نے جاری تھی۔ نبی اکرم علیہ السلام و السلام نے
اپنے چند صحابہ کرام کو بھیجا اور وہ اُس عورت سے خط چھین لائے۔

جواب :- اس واقعہ میں تو نبی اکرم علیہ السلام و السلام کے اطلاع علی الغیب
اور حاضر و ناظر کا بین ثبوت ہے لیکن خان صاحب اس واقعہ پر بھی اپنی بددلتی
کا یوں ثبوت دیتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خط دور کیوں
بے جانہ دیا۔ بیشک انسان کو جس کے ساتھ عداوت ہو اس کا دست کمال

صفحہ ۱۱۷ مسلم شریف جلد ۲ ص ۵۰

بھی عیب ہی نظر آتا ہے۔

نواں اعتراض :- ایک دفعہ رات کے وقت مدینہ میں دشمنوں کی آمد کی افواہ مشہور ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم گھوڑے پر سوار ہو کر دور تک دیکھ بھال کر کے واپس آ رہے تھے کہ آگے سے اہل مدینہ آپ کو ملے آپ نے فرمایا واپس چلے جاؤ کوئی خطرہ نہیں اگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاضر و ناظر اور عالم الغیب ہوتے تو حالات معلوم کرنے کے لیے مدینہ سے باہر جانے کی کیا ضرورت تھی کیا حاضر و ناظر بھی تحقیق حال کے لیے جایا کرتا ہے اور دور تک حالات کا جائزہ لیا کرتا ہے؟

جواب :- اس واقعہ میں تو آپ کے ارشاد مبارک **سَيِّدُ الْقَوْمِ** **خَاوِ مُصْطَمٍ** کا عملی ثبوت ہے اور عملی ثبوت آپ نے اس موقع پر اس واسطے دیا تاکہ قرآن مجید کے ارشاد **لَا تَقْعَبُونَ مِمَّا دَاخِلٌ فِيهِ** نہ ہوں۔ نہ کہ آپ تحقیق حال کے لیے گئے اور نہ ہی آپ نے واپس آ کر اپنی تحقیق سے اہل مدینہ کو آگاہ کیا اصل روایت یہ ہے۔

عَنْ أَشِيْثِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ أَهْلَ الْمَدِيْنَةِ فَرَعُوا مَسْرَدًا فَرَكِبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَسًا بَدِيْهُتًا طَلْعَتُهُ كَانَ يَقْطِيعُ أَرْكَانَ يَمِينِهِ وَحِطَاتٍ بَيْنَهُمَا رَجُلٌ قَائِلٌ وَجَدْنَاكُمْ مَكْرَمَكُمْ هَذَا يَخْرُجُ لَكُمْ ذَالِكُ لَا يَجِدُ دِيْنًَا

ترجمہ :- حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ اہل مدینہ

طہ :- بفتح تاء و الزا و الميم :- سہ :- بخاری شریف جلد ۱۰ :-

کو گھبراہٹ ہوئی پس نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھوڑے پر سوار ہوئے جو کہ بڑا سست رفتار تھا جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام واپس آئے آپ نے فرمایا کہ ہم نے آپ کے گھوڑے کو تیز رفتاری میں سندر پرایا۔ پس اس کے بعد کبھی اُس گھوڑے سے کسی گھوڑے نے سبقت نہ لی۔

جہاں **سَيِّدُ الْقَوْمِ** **خَاوِ مُصْطَمٍ** کا عملی ثبوت پیش فرمایا وہاں ساتھ ہی حضرت ابو طلحہ کے گھوڑے کو تیز رفتاری بھی بخشی تاکہ ثابت ہو جائے کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت تو خدا دوسوں کے عیب مٹم کر دیتی ہے چہ جائیکہ آپ کی ذات میں کوئی کمزوری یا عیب ہو۔ لہذا یہ واقعہ بھی آپ کے عدم علم اور غیر حاضر و ناظر پر دلالت نہیں کرتا۔

دسواں اعتراض :- **مُسْلِمٌ شَرِيفٌ** جلد ۲ ص ۲۷۸ کہ حضرت حدیث کو نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دشمنوں کے حالات دریافت کرنے کے لیے بھیجا۔

جواب :- اس حدیث پاک سے تو انتظام سلطنت کے اصولوں کی تعلیم ثابت ہوتی ہے۔ وگرنہ اللہ تعالیٰ کا نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایامِ خلافت میں برابر تین دن جبریل علیہ السلام کو دریافت حال کے لیے بھیجا حدیث شریف سے ثابت ہے اُس کا کیا جواب ہو گا اگر کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ کا عالم الغیب ہونا چونکہ قصور قطعی سے ثابت ہے لہذا جبریل علیہ السلام کے بھیجتے ہیں کوئی حکمت تلاش کرنی چاہیے تو کہا جائے گا کہ نبی اکرم علیہ السلام اس صلوٰۃ والسلام کا شاہد ہونا اور مطلع علی الغیب ہونا بھی قصور قطعی سے ثابت ہے اور دشمنوں کے حالات کے نامعلوم ہونے پر کوئی نقص قطعی بھی پیش

نہیں کی جاسکتی لہذا یہاں کیوں نہ حکمت تلاش کی جائے جبریل علیہ السلام کے دریافت حال کے لیے آنے والی حدیث شریف علامہ حسن عسکری حمزادی نے اپنی کتاب مشرق الارض مشرق پر نقل کی ہے۔ اس کے علاوہ اور بہت سے علماء و ارشین اپنی اپنی تصانیف میں اس کا ذکر لائے ہیں۔

گیارہواں اعتراض مسلم شریف ج ۲ ص ۲۷۱ میں یہ روایت آتی ہے کہ ایک شخص آیا اور اس نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست مبارک پر ہجرت کی بیعت کی وہ شخص دراصل غلام تھا۔ حالانکہ آپ غلاموں کی ہجرت پر بیعت نہیں کیا کرتے تھے۔ کیونکہ اس صورت میں غلام اپنے آقا کی خدمت نہیں کر سکتا وَكُنْ يَشْعُرُ أَنَّكَ حَبِيبٌ آنحضرت کو یہ معلوم نہ ہو سکا کہ یہ غلام ہے جب اس کا آقا آیا اور حقیقت واضح ہو گئی تو آپ نے دو غلام دے کر وہ ایک غلام خرید لیا۔ اس کے بعد آپ کسی سے بیعت نہیں کیا کرتے تھے حتیٰ

يَسْأَلُكَ عَبْدُكَ وَتُكَلِّمُهُ يَوْمَ تَكُونُ الْأَرْوَاحُ فِي الْأَعْلَامِ۔

جواب نمبر ۱۰۔ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایسا دستور فور پر کیا تھا کہ ایک غلام کی دو غلاموں کے بدلے خرید و فروخت کا جواز ثابت کریں جیسا کہ آپ نے بیان جواز کے لیے بعض اوقات دستور میں قائم ہوئی۔ ایک ایک مرتبہ دھویا لیکن سنت تین تین مرتبہ دھونے میں قائم ہوئی۔

جواب نمبر ۱۱۔ وَكُنْ يَشْعُرُ أَنَّكَ حَبِيبٌ سے نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عدم علم پر دلیل نہیں چلائی جاسکتی کیونکہ یہ تو راوی کا اپنا خیال ہے۔ جبکہ شعور ایک باطنی امر ہے اس پر راوی کو کیسے اطلاع ہوئی اگر راوی کے لیے باطن پر اطلاع تسلیم کی جائے تو نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے

بدرجہ اولیٰ تسلیم کرنی ہوگی۔ باقی رہا اس غلام کی بیعت کے بعد کا معاملہ کہ بغیر تفتیش کے بیعت نہ کرنا۔ وہ اس لیے تھا کہ لوگ اس غلام کی بیعت سے یہ نہ سمجھ لیں کہ تفتیش کی جگہ سے لیے بھی کوئی ضرورت نہیں۔ لہذا سنت یہ ہی ہے کہ معاملات تفتیش کے ساتھ انجام دیئے جائیں۔

بارہواں اعتراض۔ منا فقہین مدینہ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی لونڈی حضرت ماریہ کو مایور نامی ایک

غلام سے متہم کر دیا یہ خبر اس زور سے پھیلی کہ آنحضرت کو بھی یقین ہو گیا آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو تلوار دی اور طہارت میں اگر ضروریات مایور جہاں سے اس کو قتل کر دینا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد تھا حضرت علی کو کیا ہمت تھی کہ وہ اس میں پس و پیش کرتے اس پر تماشہ کرتے کرتے مایور کا سراخ نکال ہی آیا۔ وہ بیچارہ ایک کنوئیں میں بیٹھا ہوا تھا حضرت علی نے جب اس کو پکڑ کر کھینچا تو اس کی شکمکش میں اس کا تر بندہ کھل گیا۔ وہ زندہ ہو گیا حضرت علی نے دیکھا کہ لَعَنَ يَخْلُقُ اللَّهُ لَكَ مَا لِي بِجَالِ اللَّهِ تَعَالَى نے فطرۃ اس کا آکر تسلسل ہی پیدا نہیں کیا۔ حضرت علی نے اس کو قتل نہ کیا اور آپ کو اگر یہ قصہ سنا دیا۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ الشَّاهِدُ يَلِيهِ مَا لَا يَلِيهِ الْقَائِلُ یعنی حاضر وہ چیز دیکھتا ہے جو غائب نہیں دیکھ سکتا۔

جواب ۱۲۔ رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم تھا کہ یہ صرف افواہ ہی ہے حقیقت اس کی کچھ نہیں اور نہ تو اس خبر کو زور نہ پڑنے دیتے ابنا میں ہی

حکم فرمادیتے ہیں خیر کی کوئی وجہ نہ تھی۔

جواب :- اگر بتول خان صاحب آپ کو یقین آگیا تھا حلال ہو یہ نکاح خان صاحب کا بہتان ہے بہر حال زنا کا مقدمہ بغیر عینی شہادتوں کے یا بغیر زانی کے اقرار کے کیونکر فیصلہ پایا پھر سزا طرفین کو کیوں نہ سنائی گئی یہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یقین آجانے کے بعد بھی ماریہ سزا کی مستحق نہ تھی۔ مابور اکیلے کو کیوں واجب القتل ٹھہرایا گیا۔ ان تمام باتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حقیقت امر کی اطلاع تھی صرف اظہار برأتہ کے لیے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تلوار دے کر بھیجا اگر خود ہی اظہار برأتہ فرمادیتے تو منافق کہتے کیونکہ معاملہ پسپے گھر جائے اس لیے پردہ ڈالنا چاہتے ہیں اسی لیے اس حدیث کو باب برأتہ حرم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من اریہ میں لایا گیا ہے۔

علامہ نووی شارح مسلم شریف فرماتے ہیں

قِيلَ لَعَلَّهُ كَانَ مِنْ فِتْنَةٍ مُسْتَحِقًّا لِلْقَتْلِ بِصَوْنِ أَخِيهِ
جَعَلَ هَذَا مُحَرَّكًَا بِقَتْلِهِ بِغَفَاتِهِ وَغَيْرِهِ لَا بِالزَّانَا وَوَدَّ
كَتَبَ عَلَيْهِ عَلَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِعْلَانًا عَلَى أَنَّ الْقَتْلَ
بِالزَّانَا قَدْ عَلِمَهُ إِنْفِخَافَ الزَّانَا لَهُ

ترجمہ :- یہ بھی جواب دیا گیا ہے کہ شاید وہ منافق تھا اور اس افواہ کو ذریعہ قتل بسبب اس کے نفاق بنایا گیا نہ کہ زنا کی وجہ

نے اور علی رضی اللہ عنہ نے یہ جانتے ہوئے قتل نہ کیا کہ حکم بوجہ زنا کے تھا لہذا وہ موقوف ہے۔

اور آخری جواب یہ ہے کہ یہ حکم شرعی تھا اور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔

إِنْ أَرَبَعَ إِلَّا مَا يُؤْتِيهِ الْفَلَسُ

بہن نہیں انتہاع کرتا اگر وحی الہی کی۔ بہر حال آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حقیقت حال سے باخبر تھے بے غم نہ تھے۔

باقی رہا آپ کا ارشاد الشَّاهِدُ يَتْلُو مَا لَا يَتْلُو أُنْجَابُ یہ ظاہر کے اعتبار سے ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ آپ نے لوگوں کے مقابلہ میں فرمایا ہو کہ میں وہ کچھ دیکھتا ہوں جو یہ لوگ نہیں دیکھتے کیونکہ آپ کا شاہد ہونا قرآن مجید سے ثابت ہے۔

تیسرے اعتراض :- کیا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اطلاع ہوئی تو آپ نے حضرت علی کو بھیجا کہ جا کر اس کو سزا دو۔ وہ گئے اور دیکھا کہ وہ ابھی

ایام نقاس میں ہے انہوں نے اس کو سزا نہ دی کہ حالت نقاس میں سزا درست نہیں۔۔۔۔۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جناب رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس بات کا علم نہ تھا کہ لونڈی کے مال بچہ ہوا ہے۔

جواب :- اس حدیث میں عدم علم کی کوئی دلیل ہے بلکہ اس میں تو اس

مسند کی تعلیم ہے کہ ہندوئی زانیہ اگرچہ حالت نقاس میں ہو یا بیمار اس پر حد کا حکم جاری کیا جائے البتہ حد میں تاخیر کی جائے گی اس کے پاک پائنتہا نہ ہونے تک۔

چودھوال اعتراض مسلمان شریف جلد ۲ صفحہ ۱۹۹ ایک مرتبہ ایک کتا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چار پائی کے نیچے گھس گیا۔ آپ سے حضرت جبریل علیہ السلام نے ملاقات کا وعدہ کیا تھا مگر وہ نہ آئے۔ جب آپ نے دیکھا کہ گھر میں کتا ہے تو حضرت عائشہ سے آپ نے پوچھا یہ کتا گھر میں کب داخل ہوا ہے انہوں نے عرض کیا خدا کی قسم مجھے علم نہیں۔ آپ اگر حاضر و ناظر ہوتے تو آپ کو علم ہوتا۔

جواب :- آپ کا سوال صرف اظہار ناراضگی کی بنا پر تھا اور مراد آپ کی یہ تھی کہ کتا کیوں گھر رہنے دیا گیا۔ اسی لیے سیدہ عائشہ نے قسم کھائی۔ اگر آپ کے سوال میں اظہار ناراضگی نہ ہوتا تو سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو قسم کھانے کی کیا ضرورت تھی۔ صرف اتنا ہی جواب کافی تھا کہ نامعلوم کب داخل ہوا ہے لہذا خان صاحب کا سوال صرف کم فہمی کی بنا پر ہے۔

پسند ہوال اعتراض مسند رک ج ۲ صفحہ ۱۲۳ حضرت علیہ فرماتے ہیں کہ جنگ قرینہ میں مجھے بھی صحابہ کرام نے گرفتار کیا۔ چونکہ جوانوں کو قتل کیا جاتا تھا میرے بارے میں صحابہ کو تردد ہو کر آیا میں بائع ہوں یا نابائع آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو ایک شخص طریقہ سے دیکھو چنانچہ ان کا معائنہ ہوا تو وہ نابائع نکلتے اس لیے ان کو قتل نہ

۱۔ تسویر النواظر ص ۱۱۰

کیا گیا۔ حاضر و ناظر کو کیا مسیبت ہے کہ بغیر کسی اسناد مجبوری کے ایسے معائنہ کرنے کی اجازت دیتا ہے۔

جواب :- معترض کی حماقت قابلِ داد ہے کہ صحابہ کے تردد کو نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عدم علم کی دلیل بنایا ہے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ اگر اس وقت تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے علم کی بنا پر ان کو بتا دیتے اور اگر بعد میں سنبھا صحابہ کو ایسا امر پیش آتا تو پھر وہ کیا کرتے۔ چونکہ معاملہ بڑا اہم تھا ایک جان کے قتل کرنے کی بات تھی۔ اس لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کو ایک خاص طریقہ کی تعلیم فرمادی۔

اسی طرح علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واقعہ میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول اَنْكَلُوْا اَيْنَ هَسُوْا سے الومیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واقعہ میں عَنْ اَحْسَنِ الْعَتَقِیِّ الذَّوْبِیِّ سے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عدم علم پر دلیل کھڑا بھی حماقت ہے۔ کیونکہ یہ گفتگو عام عادت انسانی کی بنا پر تھی۔

اعتراض :- ایک مرتبہ ایک صحابی عمدہ قسم کی کھجوریں جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس لایا تو آپ نے فرمایا کیا خیر کی ساری کھجوریں اسی قسم کی ہوتی ہیں صحابی نے کہا نہیں خدا کی قسم سب ایسی نہیں ہوتیں۔

جواب :- نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوال میں استنبہام الکلامی ہے ورنہ کوئی نہیں جانتا کہ کسی جگہ بھی کوئی جنس ایک ہی نوعیت کی نہیں ہوتی۔ دوسرے اس سوال سے کھجوروں کی عمدگی اور صحابی کی داد مقسود تھی۔ تیسرے وہ اہل خیر

۲۔ تسویر النواظر ص ۱۱۰ ۳۔ بخاری شریف جلد ۱ ص ۱۱۰

ان کھجوروں کو ناجائز طریقہ سے خریدتے تھے جو کہ سوال کے بعد صحابی نے خود بیان فرمایا کہ ہم ان کھجوروں کے ایک صاع کو دوسری کھجوروں کے دو صاع کے بدلے خریدتے ہیں تو نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے منع فرمایا کہ ایسا نہ کیا کرو بلکہ اپنی کھجوروں کو قیمتاً فروخت کرو اور ان کھجوروں کو قیمتاً خریدو۔

سبحان اللہ عالمیم ہاں کان دہا یکنون کی کوئی حرکت بھی حکمت سے خالی نہ تھی۔ اگر یہ سوال نہ فرماتے تو ان کی اصلاح کیسے ہوتی؟ لیکن گورہاٹن کو آپ کے افعال میں حکمت کیسے نظر آسکتی ہے۔ حدیث شریف کی اصل عبارت یہ ہے

فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُنْ شَعِيرَ خَيْبَرٍ هَكَذَا
فَقَالَ لَا دَابَّةَ يَارَسُولَ اللَّهِ إِلَّا لَنَا خَذِ الصَّاعَ مِنْ هَذَا وَالْعَاقِبِينَ
بِأَثَلَتِهِ فَقَالَ لَا تَقْعَلُ بِعِ الْجَمْعِ بَانَدَ كَاهِمِ شَعْمِ أُنْبِغِ بِأَثَلَتِهِمْ
بِحَبِيبَتِهِ سَلَمَ

ترجمہ :- رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا خیر کی تمام کھجوریں ایسی ہی ہوتی ہیں؟ اس نے جواب دیا نہیں خدا کی قسم اسے اللہ کے رسول ہم ان کا ایک صاع دو صاع کے بدلے اور دو صاع تین صاع کے بدلے خریدتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ایسا نہ کرو بیچو اور کھجوروں کو قیمت سے اور انہیں قیمت سے خریدو۔

اعتراف :- حضرت انس فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ راستہ میں کھجور کا ایک دانہ پایا۔ آپ نے فرمایا اگر مجھے یہ ڈر نہ ہو تا کہ یہ صدقہ کا ہو گا تو میں اس کو اٹھا کر کھا دیتا۔

سنہ :- بخاری شریف جلد ۱ ص ۱۰۰ سنہ :- مسلم شریف جلد ۱ ص ۲۲۰

نوٹ :- خان صاحب فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں عدم علم منصوص ہے۔ جواب :- ہم کہتے ہیں کہ اس حدیث میں سوائے خان صاحب کی جہالت کے اور کچھ بھی منصوص نہیں کیونکہ حدیث کی عبارت میں یوں ہے۔
لَوْلَا أَنِّي لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِينَ لَأَكَلْتُهَا۔

ترجمہ :- اگر یہ صدقہ کی نہ ہوتی تو میں اسے کھا دیتا۔

یعنی میرا کھانا اسی وجہ سے ہے کہ یہ صدقہ کی ہے کیونکہ لولا کا استعمال شک کے لیے نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لَوْلَا أَن تَدَارِكَهُ بَعْضَةٌ مِّنْ تَرْبِهِمْ يُبْذَرُ بِأَعْيُنِنَا سَلَمَ

یعنی اگر حضرت یونس علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا فضل نہ پہنچتا تو ایک پیشل میدان میں پھینک دیئے جاتے۔ گویا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل نے ان کو سنبھالا اس لیے ان کو میدان میں نہ چھوڑا گیا بلکہ سرفراز فرمایا کیا الفاظ کے اعتبار سے حدیث کی عبارت اور قرآن مجید کی عبارت میں کوئی فرق ہے خاتمہ دَتَّ يَكُونُ۔

اسی طرح سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا فرمانا کہ جب آپ کی خدمت میں کوئی کھانا آتا تو آپ بغیر تحقیق کے نہ تناول فرماتے یہ بھی تعلیم امت کے لیے عطا کر کھانے سے پہلے خوب تحقیق کر لو کہ آیا یہ کھانا کھانا تھا یا نہیں یا نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حلال اور حلیب کھانا کھانے کی تاکید فرمائی ہے۔

قارئین حضرات :- طائفہ دہلیہ نجدہ کے اعتراضات سے ہم اس نتیجہ

سنہ :- پیکر القلم ج ۱ آیت ۴۹

پرسہ پہنچے ہیں کہ یہ حالت اُس وقت عموماً ہوتا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
دنیا میں تشریف لاتے اور تمام معاملات دنیاوی کو اپنے علم اور عرفان پر مبنی
رکھتے ہوتے انجام دے کر دنیا سے رخصت ہو جاتے اور پیچھے آنے والوں
کے لیے کوئی اسوۂ حسنہ نہ چھوڑتے اور مخلوق خدا ہر معاملہ میں پریشان حال ہوتی
اللہ تعالیٰ کی رحمت حاصل کرنے کا کوئی طریقہ نصیب نہ ہوتا اور نہ آپ کی اتباع کامل
کسی کو نصیب ہوتی نہ یہ اولیاء کرام ہوتے جو صراطِ مستقیم کے لیے نشان راہ ہیں
نہ کتب احادیث ہوتیں جو کہ قرآن کی قولی اور فعلی تفسیر ہیں۔ مخلوق خدا کو اس
طائفہ و تابعیہ کے ہی رحم پر ڈال دیا جاتا جن کے ایک غوثِ رشید احمد گنگوہیؒ کی
یہ شان ہے کہ پھر سے جمع میں معشوق کو ساتھ لٹائیے۔ اور رات کو خواب دیکھتے
تو مردوں کے ساتھ بہتری کا دیکھتے۔ اگر یہ سب کچھ ہوتا تب نبی اکرم علیہ السلام
و السلام مطیع علی الغیب بھی ماننے جاتے اور حاضر و ناظر بھی۔ چونکہ اب آنحضرت
علیہ السلام ہر معاملہ میں اپنا اسوۂ حسنہ چھوڑ گئے ہیں لہذا مطیع
علی الغیب ہیں اور نہ حاضر و ناظر۔

قَمَّتِ الْبَابُ الشَّيْءُ بِمَعْنَاهُمْ قَالُوا وَيَقُولُ
رَسُولُهُ أَتَكْفِرُونَ عَلَيْهِ السَّلَوةُ وَالشَّيْءُ
دَائِمًا أَبَدًا أَبَدًا

سہ۔ در اوج غرور ص ۳۳۹۔ سہ۔ تذکرۃ الرشید ص ۳۰۔

تفسیر اباب

نبی اکرم علیہ السلام کی عداوت کی بنا پر خان صاحب گھڑوی کو
تحریر کا شوق تو کہہ گایا۔ لیکن سیدہ تحریر سے باطل نابلد ہیں۔ اہل علم میں سے جو
بھی کوئی ان کی کتاب کو پڑھے گا اس پر یہ بات باطل واضح ہو جائے گی۔
کہ کلام میں ربط و ضبط باطل منظور ہے۔ کلام کو موضوع سے غواہ کوئی تعلق اور
نسبت ہو یا نہ ہو پس کلمہ دینا ان کا کام ہے۔ چونکہ ہم جوابات دینے کے
درپے ہیں اس لیے مجبوراً خان صاحب کی راہ ہی اختیار کی ہے تاکہ جوابات
کو سوالات سے تحریری طور پر مطابقت ہو۔ خان صاحب اپنی کتاب کے تیسرے
باب کو فقہاء کرام کی عبارتیں نقل کر کے یوں شروع فرماتے ہیں۔

رَجُلٌ تَزَوَّجَ امْرَأَةً بِغَيْرِ شَعْرٍ فَقَالَ الرَّجُلُ اَعَدَّائِي رَاوِيهِ لَوْ كَرِهَ
قَامُوا يَكُونُ كَقَوْلِهِ لَا تَدْرِي اَنْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَعْلَمُ الْغَيْبَ وَهُوَ مَا كَانَ يَكُنْ الْغَيْبَ حِينَ كَانَ فِي الْأَحْيَاءِ كَلَيْفَ
بَعْدَ الْمَوْتِ

ترجمہ۔ ایک شخص نے بغیر گراہوں کے ایک سے نکاح کیا اور
بوقت نکاح عورت کو یوں کہا کہ (ہم خدا تعالیٰ اور اس کے

سہ۔ در فتاویٰ قاضی خان۔

رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گواہ کرتے ہیں، فقہاء کرام نے فرمایا کہ اس شخص کا یہ کہنا کفر ہے کیونکہ اس نے یہ اعتقاد کر لیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غیب جانتے ہیں حالانکہ آپ زندگی میں غیب نہیں جانتے تھے تو وفات کے بعد بھلا کیسے جانتے ہیں۔

اس کی مثل دیگر فقہاء کرام رحمہم اللہ علیہم اجماع کی عبارتیں خان صاحب کو مفید اور ہمارے عقیدہ کو مضرت نہیں۔ کیونکہ فقہاء کرام کا مطلب یہ ہے کہ اِنَّهُ اَعْتَقَدَ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكُنْ الْغَيْبُ بِالْاِسْتِقْدَالِ پہلا قرینہ۔ قرینہ اس بات پر یہ ہے کہ ناک کا عقیدہ یہ بھی تو ہے کہ اللہ تعالیٰ عالم الغیب بالاستقلال ہی ہے تو گواہی میں تساوی مستلزم ہے عقیدہ میں تساوی کو یہ یقیناً کفر ہے۔

دوسرا قرینہ :- فقہاء کرام نے علم الغیب کے عقیدہ کو جو کفر کہا ہے اس کو اگر عام رکھا جائے تو يَكُنْ الْغَيْبُ يَاجْتَلِيهِ تَعَالٰی کا عقیدہ رکھنا بھی کفر ٹھہرتا ہے حالانکہ يَكُنْ الْغَيْبُ يَاجْتَلِيهِ تَعَالٰی کے عقیدہ کو کفر کہنا خود کفر ہے کیونکہ قرآنی آیات کا انکار ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

عَالِمُ الْغَيْبِ فَكَذَّبُوهُم مَّا كَانُ يَكْتُمُونَ
وَمِنْ ذُنُوبِهِمْ

ترجمہ :- اللہ تعالیٰ غیب کا جاننے والا ہے وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔
پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

سہ :- پلہ الجن ہے آیت ۲۶۔

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُظْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلَكِنَّ اللّٰهَ يَجْعَلُ مِنْ
رَّسُولِهِ مَن يَشَاءُ رُبُّهُ

ترجمہ :- نہیں ہے اللہ تعالیٰ کے اطلاع دے تم کو غیب پر مگر چاہتا ہے اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے۔

لہذا اگر فقہاء کرام کی عبارات کی یہ توجہ نہ کی جائے تو قرآن مجید کا انکار لازم آتا ہے نہ وہ کفر صریح ہے پھر تو خان صاحب کی بھی خبر نہیں کیونکہ یہ اپنی کتاب تسویر النواظر کے صفحہ ۳۹ پر اقرار کرتے ہیں کہ ایسے ایسے علوم و معارف و دقائق و اسرار اللہ تعالیٰ نے آپ کو دیئے ہیں کہ نہ تو وہ کسی اور رسول کو عطا ہوئے نہ کسی فرشتہ مقرب کو۔ بلکہ

اب خان صاحب سے سوال ہے کہ اگر فقہاء کرام کی عبارتوں کو علی الاطلاق رکھا جائے تو آپ دائرۃ اسلام سے خارج اور از وقت تحریر آج تک بدوی سے بدستری زنا اور اولاد حرامی اور قہار سے گردِ اشرف علی صاحب جو کہ زید، عمر، بکر، حبیب، یحییٰ، یحییٰ، بلکہ جمیع حیوانات اور یہاں تک کہ بھی علم غیب تسلیم کرتے ہیں ان کا شک کا کہاں ہے؟

بلکہ سارے ظائف و مایہ نجدیر و یوہ بندیر سے سوال ہے کہ بعض علوم غیبیہ باطلاع اللہ تعالیٰ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے مانتے ہو یا نہیں۔ اگر مانتے ہیں تو فقہاء کی عبارت کے عموم کے تحت کافر ٹھہرتے ہو اگر نہیں مانتے تو نصوص قرآنیہ کے تحت کافر ٹھہرتے ہو۔ لہذا ہماری کی بدوی توجہ یہ ہے کہ ان کے لیے کوئی چارہ نہیں۔

سہ :- پلہ آل عمران ہے آیت ۷۹۔

ہمارا عقیدہ ۱۔ ہم اپنا عقیدہ پھر ایک مرتبہ واضح کر دیتے ہیں کہ اہل سنت و جماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا عِلْمُ اللہ بَعْضُ عُلُومِ غَیْبِیَّةٍ جو کہ اللہ تعالیٰ سے خاص ہیں اُن پر اللہ عزوجل رکھتے ہیں نہ آپ عالم بالذات ہیں اور نہ ہی آپ کا علم مجمع علوم غیبیہ کو محیط ہے۔ پس یہ حق اور ثابت ہے اور یہ جو بعض کا کہہ رہے ہیں کہ بعض بھی ایسا ہے کہ مخلوق کے نزدیک غیر متناہی اور عند اللہ متناہی ہے اور یہ ہم پر بہتان مسلح ہے کہ ہم انھیں علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عالم بالذات اور محیط کی مانتے ہیں کیونکہ ہمارا ایمان ہے کہ جمیع معلومات الہیہ کا احاطہ قطعاً محال ہے اور علماء اہلسنت کی تحریروں اور تفسیروں میں ہر جمیع مآکان و مائیکون کے عالم ہونے کا ذکر آتا ہے سو اس سے محیط کی لازم نہیں آتا بلکہ جمیع مآکان و مائیکون ہیں ہی علوم الہیہ کو منحصر کرنا تو جہالت ہے ہمارے علماء کرام فرماتے ہیں۔

عِلْمُهُ الْاَوَّلُ مِنْ عِلْمِهِ الْاٰخِرُ بِمَنْزِلَةِ كَلَمَةِ وَسْتِ
سَبْعَةِ اَحْجَرٍ عِلْمُ الْاَنْبِيَاءِ مِنْ عِلْمِ بَنِي اٰدَمَ صَلَّی
اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمُ بِمَنْزِلَةِ الْمَنْزِلَةِ وَعِلْمُ بَنِي اٰدَمَ صَلَّی
الْحَقِّ سُبْحَانَہٗ بِہَذِهِ الْمَنْزِلَةِ

ترجمہ ۱۔ اولیاد کا علم بمقابلہ انبیاء کے علم کے ایسا ہے جیسا سات سمندروں میں سے ایک قطرہ اور علم انبیاء بمقابلہ ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایسا ہی ہے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا علم بمقابلہ اللہ تعالیٰ کے علم کے ایسا ہی ہے۔

۱۔ شرح قصیدہ بردہ نور بخش ترمذی ص ۱۳۲

مَآکَانَ و مَآیَکُونَ کے بعد سے یہ طائفہ واپس اس لیے چڑھا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے علم کو اسی میں منحصر جانتا ہے۔ اب بعض فقہاء کرام کی عبادت تکفیر کے بارے دیگر فقہاء کرام کا خیال ملاحظہ فرمائیں علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔

قَالَ فِي التَّائِيْدِ حَاقِيقَةً وَفِي الْحُجَّةِ ذِكْرٌ فِي الْمُلْتَقَطِ اَنَّهٗ
لَا يَكْفُرُ بِاَنَّ الْاَشْيَاءَ تَعْرِضُ عَنْ رُوحِ النَّبِيِّ صَلَّی اللّٰہُ
عَلَيْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمُ اَنَّ الْمُرْسَلِ يَسْرِفُونَ بِعَمْنِ الشَّيْبِ قُلْتُ نَبَلُ
ذِكْرًا فِي كِتَابِ السَّقَايِدِ اَنَّ مِنْ جَمَلَةِ كَوَافَاتِ الْاَوَّلِ
الْاَخْلَاعُ عَلَى بَعْضِ الْمَعْنِيَاتِ

ترجمہ ۱۔ تاہم غایہ اور حجت میں ہے کہ صاحب ملقط نے ذکر کیا ہے کہ اس قائل کی تحفیر نہ کی جائے۔ کیونکہ اشیاء پریش کی جاتی ہیں۔ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح مبارک پر اور یہ کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بعض غیب جانتے ہیں۔ میں ذمینی علامہ شامی لکھتا ہوں بلکہ کتب عقائد میں یہ ذکر ہے کہ مجدد کرامات اولیاء میں سے الملاح علی بعض المعنیات بھی ہے۔

اور مصنف نقہ لیس الرکیل من ترجمین رشید و خلیل کہتے ہیں۔

ہر چند اس میں بہت کلام ہے مگر اس جگہ اتنا ہی جواب کافی ہے کہ رد المحتار علی الدر المنار اور حاشیہ مطاوی وغیرہ ہمارے ہند میں بسند آثار غایہ و مقامی جہد و نقطہ وغیرہ سے تصریح ہے۔ اِنَّ وِدَايَةَ التَّكْوِيْنِ ضَعِيفَةٌ عَلَيَّ صَحِيحَةٌ لَا رَيْبَ

۱۔ شامی جلد ۱ ص ۲۸۳

الْأَشْيَاءَ فَكَّرَ مَنْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَعْلَمُ مَا بَعَثَ
النَّبِيَّ بِالْعِلْمِ بِشَيْءٍ يَدْرِيهِ أَيْتَ عَلَيْهِمُ الْغَيْبُ مَا يُظَاهِرُ عَلَى غَيْبِهِ
أَحَدًا إِلَّا مَنْ ارْتَضَى مِنْ رَسُولٍ بَلَّ الْإِطْلَاقَ عَلَى بَعْضِ الْغَيْبِ
مِنْ كَرَامَاتِ الْأَوْفَاءِ هَذِهِ خَلْقَ صَفَاتِهِ مَا فِيهِ رُؤُوسُ الْمُحْتَاجِ وَالْأَعْيُنُ
الْمَحْطَاوِي وَهَكَذَا فِي الْمُتَجَمُّعَاتِ الْغَائِبَةِ وَغَيْرِهَا

یعنی روایت تکبیر ضعیف ہے صیح نہیں کیونکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
پر اشیا پریش کی جاتی ہیں اور باسلام الہی بعض غیب جانتے ہیں۔ بریل اس
آیت مذکورہ کے چند بعض غیب پر اطلاع اولیاء کی کرامات میں داخل ہے۔
کیوں جی خان صاحب اگر عبارت کی توجہ بھی نہ کی جائے تو ایسی روایت
جس کو فقہا نے ضعیف کہا ہو سے مسلمانوں پر گم گم کرنا کہاں کی ایمانداری
ہے۔ بلکہ ابن نجیم تو فرماتے ہیں۔

أَكْفَرُ رَأْيٍ أَعْظَمُ مَا أَجْعَلُ النَّاسَ مِنْ كَافِرًا صَحِيحًا وَجَدْتُ
رَدَّ آيَةٍ لَا يَكْفُرُ بِهِ

ترجمہ۔ کفر ایک بڑی بات ہے پس مسلمان کو کافر نہ بنا جبکہ تو اس
کے عدم تکفیر کی روایت پاس ہے۔
پھر فرماتے ہیں۔

لَا يُفْتَنُ بِشَيْءٍ مَسْلُومٍ أَمْكَنَ حَقُّ كَذِبِهِ عَنْ مَخْفِي حَسَنٍ
أَوْ كَانَ فِي كَثَرَةِ اخْتِلَافٍ وَكَوْنِهِ بَيِّنَةً ضَعِيفَةً

ترجمہ۔ نہیں فتویٰ دیا جائے گا مسلمان کی تکفیر کا اگر اس کے کلام کو پختہ عمل

پر عمل کیا جائے ممکن ہو یا اس کے کفر میں اختلاف ہو اگرچہ روایت
اختلاف ضعیف ہی کیوں نہ ہو۔

فقہ ابن نجیم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ان تصریحات کے بعد روایت تکبیر
کے ضعیف ہونے میں کوئی شک باقی نہیں رہا اور علامہ شامی اور علامہ طحاوی
رحمۃ اللہ علیہما کی بات باطل حق اور صحیح ثابت ہوئی۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عبارت کا جواب۔

ملا علی قاری نے سارہ کی جو عبارت نقل کی ہے کہ
ذَكَرَ الْمُتَجَمُّعَةُ تَصَرُّعًا بِالشَّكِّ بِإِعْتِقَادِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْلَمُ الْغَيْبَ

ترجمہ ہنقداد اصناف نے تصریح کی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام
علم غیب جانتے ہیں یہ عقیدہ کفر ہے۔

اس کا بھی وہی مطلب ہے کہ يَعْلَمُ الْغَيْبَ بِالْإِسْتِغْلَالِ کیونکہ اس
عبارت سے پہلے علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خود فرماتے ہیں۔

إِعْلَمُوا أَنَّ الْأَنْبِيَاءَ لَهُ يَعْلَمُوا الْغَيْبَاتِ مِنَ الْأَشْيَاءِ بِوَلَا مَا
أَعْلَمَهُمُ اللَّهُ تَعَالَى

ترجمہ۔ وہاں تو کہ انبیاء اشیا غیب کو نہیں جانتے مگر جو اللہ تعالیٰ
نے اُن کو بتلایا ہو۔

ثابت ہوا ایلم الغیب بالاستقلال کا عقیدہ ہی کفر ہے۔

اس مقام پر خان صاحب کی ایک اور حماقت ملاحظہ ہو۔

آپ فرماتے ہیں ذاتی اور عطائی کا قصہ چھوڑنا ہی بیکار اور باطل ہے اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں اللہ تعالیٰ کو ذاتی طور پر الا اور خالق مانتا ہوں اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بلکہ دیگر بزرگوں کو عطائی طور پر الا اور خالق تسلیم کرتا ہوں تو کیا ایسا شخص مسلمان رہے گا نہ

تھارٹن خود فیصلہ فرمائیں کہ۔
 کوئی صاحب علم اور عقل سلیم بھی ایسی چیز باتیں کہہ سکتا ہے؟
 جہاں کی ایسی خرافات کا جواب بھی اہل علم پر ضروری ہے؟
 ہم خان صاحب سے صرف اتنی گزارش کرتے ہیں کہ اگر آپ صحبت الوہیت کا عطائی طور پر غنا یا اللہ تعالیٰ کا الوہیت عطا فرمانے کا اقرار کرنا ثابت کر دیں جیسا کہ علم غیب عطا کرنے کا اقرار قرآن مجید میں موجود ہے تو کسی میں صحبت الوہیت عطائی تسلیم کرنا عین ایمان ہوگی۔ ورنہ تو آپ کا یہ قیاس مع الفارق اور سراسر شیطانی ہوگا۔

خان صاحب نے مفتی احمد یار خان صاحب گجراتی و امت برکات پر ایک یہ بھی اعتراض کیا ہے کہ عرض اعمال کی صحیح سہ کے ساتھ کوئی متواتر حدیث موجود ہے نہ۔

ہم عرض کرتے ہیں کہ سوال صرف کم علمی کی بنا پر کیا ہے ورنہ قرآن مجید فرماتا ہے۔

وَسَيَرَىٰ اللَّهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ يَوْمَ

ترجمہ :- عنقریب دیکھ لیگا اللہ تعالیٰ تمہارے عمل اور اس کا

سہ :- تسویر النواظر ص ۷۹ ۔ سہ :- تسویر النواظر ص ۷۸ ۔

سہ :- پل قرعہ آیت ۱۲ ۔

رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

دیکھو ایک ہی فعل ہے اور فاعل وہ جیسا دیکھنا اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت کیا جائے گا ویسا ہی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے صرف قدرت رویت میں فرق ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذاتی اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے بظاہر اللہ تعالیٰ کم از کم اس آیت سے عرض اعمال تو ضرور ثابت ہے۔
 دوسری آیت کریمہ :-

عَزَّيْزٌ عَلِيمٌ مَّا عَدَّتْ

ترجمہ :- گراں گزرتی ہے آپ پر تمہاری تکلیف ۔

اس آیت سے بھی اول تو مشاہدہ اعمال ورنہ عرض اعمال تو یقیناً ثابت ہے۔ ایسی ہی اور بہت سی آیات پیش کی جاسکتی ہیں کیا خان صاحب کو اب بھی حدیث متواتر کی تلاش باقی رہے گی اور خان صاحب ہی فرمائیں کہ آپ اپنی کتاب میں کتنی احادیث متواتر لائے ہیں۔ (جواب نادر)

فرماتے ہیں۔
 خان صاحب کی لمن ترانی یعنی اعتراض :- ہم فریق مخالف کو دعوت

نکر دیتے ہیں اور یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ مسلم فقہاء احناف کی دو شہادتیں بلکہ ایک ہی شہادت اور حوالہ پیش کر دے کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہر مجلس نکاح میں حاضر و ناظر تسلیم نہیں کرتا یا جو یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ آپ کو ہر عقد نکاح کا علم نہیں یا جو شخص یہ کہتا ہے کہ آپ ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں یا آپ کو علم غیب کی عطا نہیں ہو اوہ کافر ہے نہ۔

سہ :- پل قرعہ آیت ۱۲ ۔ سہ :- تسویر النواظر ص ۷۸ ۔

جواب :- ہم بات کو طول نہیں دیتے صرف اتنا عرض کر دیتے ہیں کہ خان صاحب صرف اتنا کہہ دیں کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام شہید نہیں ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو بعض علوم غیبیہ پر اطلاع نہیں (جس میں ماکان وما یكون داخل ہے) دی۔ پھر دیکھیں کہ کتنی شہادتیں پیش کی جاتی ہیں۔ فقہاء کرام کوئی خان صاحب کی مانند نہیں ہیں وہ جانتے ہیں کہ حکم تکبیر کہاں کہاں جاری ہوتا ہے۔

اعتراض :- یہ باب خان صاحب نے اس بات پر ختم کیا ہے کہ علماء ابن نجیم فرماتے ہیں۔

قَالَ عَلَمَانَا مَنْ قَالَ أَرْوَاحُ الْمَشَائِخِ حَاضِرَةٌ قَلَّمَا يَكْفُرُ.

ترجمہ :- ہمارے علماء نے فرمایا کہ جو شخص یہ کہے کہ بزرگوں کی رو میں حاضر ہیں اور جانتی ہیں وہ کافر ہے۔

جواب :- اس عبارت کی بہت سی توجہیں ہو سکتی ہیں۔

أَرْوَاحُ الْمَشَائِخِ حَاضِرَةٌ جملہ اسمیہ ہے جو کہ دوام پر دلالت کرتا ہے اور ہر وقت ہر جگہ بھی مفہوم ہے اور صحیح مشائخ بھی مراد ہیں۔ سو دجہ تکبیر یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے يَوْمَ يُسْفَرُ مَا فِي صُدُورِهِمْ یعنی اللہ جانتا ہے اُس کی جگہ حیات میں اور بعد الموت کے۔ لہذا قائل ایک ایسی بات کا دعویٰ کرتا ہے جو مغیبات میں سے ہے۔ لیکن اس عبارت کو اس بات پر دلیل نہیں بنایا جاسکتا کہ اولیاء اللہ میں سے کسی کی بھی رُوح مبارک کسی وقت کسی جگہ بھی حاضر نہیں ہو سکتی۔
علاء حسن العدوی الطنطاوی فرماتے ہیں۔

قَالَ لِلْأَوَّلِيَّةِ فِي الْبُرُوحِ الْخُطْلَاءِ وَالسَّاحِ لَا دَوَاهِمَ بَيْنَ رُشْبِ جِهَمٍ كَمَا حَقَّقَهُ عُمَدُ الْعَمَلِ ثَلَاثِينَ وَلَيْتَ الْعَارِفِينَ أَنَّهُمْ كَانُوا يُجْتَنِبُ بِالسَّبِيحِ صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِمْ وَسَلَامُ يَنْظُرُهُ الْعَاقِلُ سَيِّدِي عَبْدُ اللَّهِ مِنْ أَبِي جَعْفَرٍ رَحِمَهُ

ترجمہ :- پس بیشک اولیاء کی ارواح کے لیے عالم برزخ میں آزادی ہے بلکہ اُن کے اجسام کے لیے بھی جیسا کہ تحقیق فرمائی ہے عمدۃ العملین اور لیٹ العارفین جو طے تھے نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حالت بیداری میں محقق سیدی عبد اللہ بن جمرہ (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین)۔

قَامَ الْبَابُ الثَّلَاثُ بِسُورَةِ فَيْضِهِ تَعَالَى وَبِكَلِمَةِ رَسُولِهِ

الْعَامُونَ عَالِمُونَ مَا كَانَ وَمَا يَكُونُ لَيْسَ

عَظَا مَرِيَّةٍ بِمَعْنَى دَلِيلِهِ

الْكَافِرُونَ.

سلفہ :- مشارق الانوار ص ۱۱۰

چوتھا باب

اس باب میں خان صاحب نے اہل سنت کے دلائل حاضر و ناظر کا جواب دینے میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہے مگر ناکامی کا منہ ہی دیکھنا پڑا اور آیات قرآنیہ کے شان نزول اور مقدم اور مؤخر کی لایعنی بحث چھیڑی ہے۔ اہل سنت و جماعت کے دلائل مسئلہ حاضر و ناظر پر مندرجہ ذیل ہیں۔

آیت نمبر ۱ :- وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا

ترجمہ :- اسی طرح ہم نے تمہیں عادل امت بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تم پر گواہ ہو۔

خان صاحب نے اس آیت مبارک میں اُمّۃً و سَطًا کا ترجمہ بہتر امت کیا ہے۔

آیت نمبر ۲ :- فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ هَذِهِ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدًا

ترجمہ :- پس کیا حال ہو گا جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لائیں

سہ :- پٹ بقروہ آیت ۱۴۳۔ سہ :- تفسیر النواظر ص ۱۰

سہ :- پٹ انسان آیت ۲۱۔

گے اور آپ کو ان سب پر گواہ لائیں گے

آیت نمبر ۳ :- يَكُونُ الرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُونُوا شَهِيدًا عَلَى النَّاسِ يَوْمَ

ترجمہ :- تاکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تم پر گواہ ہوں اور تم لوگوں پر گواہ ہو۔

آیت نمبر ۴ :- يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَهِيدًا

ترجمہ :- اے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام بیشک بھیجا ہے ہم نے آپ کو گواہ۔

آیت نمبر ۵ :- إِنَّا أَرْسَلْنَا إِلَيْكَ رَسُولًا شَهِيدًا

ترجمہ :- بیشک بھیجا ہے ہم نے تمہاری طرف رسول گواہ۔

تمام عربی لغات میں شاہد شہید کا معنی گواہ دیکھنے والا ہی کیا گیا ہے امام ربیع رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔

الشُّهُودُ وَالشَّمَادَةُ الْحُضُورُ مَعَ الشَّاهِدِ لَا بِأَبْصَرٍ وَلَا بِالْبَصِيرَةِ

ترجمہ :- حاضر ہونا اور گواہی کے معنی موجودگی بعد مشاہدہ ہے اور مشاہدہ خواہ بصر سے ہو یا بصیرت سے۔

پھر فرماتے ہیں۔

الشُّهُودُ بِالْحُضُورِ الْعَجَزِ وَأُولَئِكَ وَالشَّمَادَةُ

سہ :- پٹ ج ۱۰ ع ۱۰۔ سہ :- پٹ احزاب آیت ۴۵۔

سہ :- پٹ منزل آیت ۵۱۔ سہ :- مفردات راعب ص ۲۲۵۔

مَعَ الْمُشَاهِدَةِ أَذْنًا

ترجمہ :- موجودگی میں صرف حاضر ہونا ہی اولیٰ ہے اور شہادت میں گواہی مع الشاہدہ اولیٰ ہے۔

ثابت ہوا کہ گواہی میں اولیٰ اور افضل گواہی مع الشاہدہ ہی ہے اور یہ اصل معنی نہیں شہید کے اور شہادت بالشیخ اس سے کم مقام رکھتی ہے۔ فقہاء کرام نے یہ معنی ہی بیان فرمائے ہیں۔ فقیہ شمس الدین بن محمد خراسانی فرماتے ہیں۔

أَشْهَدُ مِنَ الشَّهِيدِ وَإِي الْحُضُورِ أَوْ مِنَ الشَّهَادَةِ
أَيُّ الْحُضُورِ مَعَ الْمُشَاهِدَةِ أَوْ بِالْبَصَرِ أَوِ الْبَصِيرَةِ

ترجمہ :- شہید یا شہود یعنی حاضر سے ہے یا شہادت بمعنی حاضر مع الشاہدہ سے ہے یا شہادہ خواہ بصر سے ہو یا بصیرت سے۔ پھر فرماتے ہیں۔

الشَّهَادَةُ الْحُضُورُ مَعَ الْمُشَاهِدَةِ أَوْ بِالْبَصَرِ أَوِ الْبَصِيرَةِ كَمَا
فِي الْمُفْرَدَاتِ

ترجمہ :- شہادت بمعنی شہادہ حاضر ہونے کو کہتے ہیں جیسا کہ مفردات امام راجب میں ہے۔
در المختار میں ہے۔

تَسْرِيطُ الشَّحْمَلِيِّ ثَلَاثَةً الْعَقْلَ الْكُلَّ وَلَ دَقَّتِ الشَّحْمَلِيُّ

۱۔ مفردات امام راجب ص ۲۶۹۔ ۲۔ جامع الرموز جلد ۱ ص ۱۳۹۔

۳۔ جامع الرموز جلد ۲ ص ۳۳۳۔

الْبَصَرِ وَمَعَايِنَةُ الْمُشْهُودِ بِهِ إِلَّا يَجْمَعُ يَنْبَغُ

بِالنَّسَاجِ - رد المحتار کتاب الشہادۃ

ترجمہ :- تحمل شہادت کی تین شرطیں ہیں وقت تحمل عقل کامل ہونا اور بصر کا ہونا (یعنی اندھا نہ ہو) اور مشہود بہ کا معائنہ کرنا مگر ان بعض امور میں جن میں تسامع سے شہادت ثابت ہو جاتی ہے۔ پھر فرماتے ہیں۔

لَا يَشْهَدُ أَحَدٌ بِمَا لَمْ يَجَازِمْهُ يَأْتِ الْجَمَاعَ إِلَّا فِي مَقَرٍّ

ترجمہ :- اس بات پر اجماع ہے کہ بغیر معاینہ کے گواہی نہ دی جائے مگر دس امور ایسے ہیں کہ ان میں گواہی سنی سنائی بھی مقبول ہے۔

اور قدوری میں ہے کہ

لَا تَقْبَلُ شَهَادَةُ الْإِلَاحَةِ

ترجمہ :- نہایت کی گواہی مقبول نہیں۔

فقہاء کرام کی ان تصریحات سے واضح ہے کہ گواہی میں اصل حاضری بمع معائنہ ہی ہے اور یہ گواہی ہر باب میں مقبول ہے۔ بخلاف سنی ہونی گواہی کے کیونکہ وہ صرف چند بابوں میں مقبول باقی سب میں مردود ہے اور خان جمیع خود تحریر فرماتے ہیں کہ قدوری میں ہے کہ گواہ کے لیے درست نہیں کہ بن دیکھے کسی چیز کی شہادت دے مگر نسب، موت، نکاح، اجماع و قاضی اور حج کی تقرری کی شہادت بن دیکھے بھی درست ہے۔

۱۔ قدوری ص ۲۱۶۔ ۲۔ تسوید الترافع ص ۱۱۱۔

اور پھر کہتے ہیں کہ صاحب ہدایہ اس عبارت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

إِنَّمَا يَجُوزُ لِلشَّاهِدِ أَنْ يَشْهَدَ بِالْأَمْسَلِ وَالْأَقْوَمِ
بِالشَّوْثِ أَوْ إِخْبَارِ مَنْ يَشُقُّ بِهِ

ترجمہ یہ یعنی جو چیز کو قرائت کی وجہ سے مشہود ہو جائے یا کسی شہد اور معتبر نے خبر دی ہو تو شاہد کو جائز ہے کہ گواہی دے دے۔

ان مذکورہ حوالوں سے بھی یہ ظاہر ہے کہ سنی سنائی گواہی کا مقام جواز ہی ہے اور افضل و اولیٰ گواہی بعد معائنہ ہی ہے۔

سو جب نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا شاہد ہونا قرآن مجید سے ثابت ہے تو جزوی واقعات خواہ کیسے ہی ہوں ان کے ساتھ قرآن کریم سے معارضہ درست نہیں خان صاحب کو چاہیے کہ جس طرح اہل سنت کے پاس قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت دلیلیں موجود ہیں اسی طرح وہ بھی مقابلہ میں قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت دلائل پیش کریں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام شاہد نہیں ہیں۔ واقعات سے کہیں تانی کر کے ہرگز آپ کامیابی کا ثمرہ نہ دیکھیں گے اور قرآن کریم کی آیت بِشَكِّكَ لَوْ اَشْكَكَ عَنْ اَشْيَاءِ عَلَيَّ اَشْيَاءِ کے بارے میں ہے یہ بھی ہمارے خلاف نیز کہ صحابہ کرام کی یہ گواہی مشاہدہ و انشا مع کے قبیل سے ہے اس سے شہادت کا مفہوم اصلی مراد لینا محض نادانی ہے کیونکہ یہ بات قطعی طور پر ثابت ہے صحابہ کرام انبیاء سابقین کے وقت موجود نہ تھے۔ لہذا یہ شہادت مع الشاہدہ کیسے ہو سکتی ہے اور متکبرین تبیین

سلفہ - تسویم المناظر ص ۱۱۲۔

کا روز قیامت صحابہ پر سوال کرنا کہ تم تو ہمارے وقت میں موجود ہی نہ تھے تو گواہی کیسی اور اللہ تعالیٰ کا متکبرین کی اس جرح کو مقبول رکھتے ہوئے صحابہ سے اپنی سچائی پر گواہی کا مطالبہ کرنا یہ اس بات کا عین ثبوت ہے کہ گواہی میں حاضری بعد معائنہ ہی اصل ہے ورنہ متکبرین کو جرح کا موقع ہی دریا جاتا یا ان کی جرح کو مسترد کیا جاتا۔ لہذا بِشَكِّكَ لَوْ اَشْكَكَ عَنْ اَشْيَاءِ عَلَيَّ اَشْيَاءِ کے ساتھ معارضہ بے شعوری ہے۔

اور حضرت خزیمہ بن ثابت کا واقعہ بھی خان صاحب کو مفید نہیں کیونکہ حضرت خزیمہ کی شہادت کے وقت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمانا کہ (يَوْمَ نَشْهَدُ) تم کیسے شہادت دیتے جب تم وقت ربیع موجود ہی نہ تھے۔ اس سے بھی ثابت ہوا کہ گواہی میں اصل حضور مع المشاہدہ ہی ہے۔

پس بحمد تعالیٰ قرآن، حدیث شریف، فقہاء کرام کے اقوال سے ثابت ہو گیا کہ گواہی میں اصل موجودگی بعد معائنہ ہی ہے اس اصل مفہوم کے اعتبار سے نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شہادت مع المشاہدہ ثابت ہوتی کیونکہ اصل سے عدول بلا وجہ ہرگز ہرگز جائز نہیں جب تک کوئی دلیل قطعی اور قطعی الثبوت ہمیں مفہوم اصلی سے عدول پر مجبور نہ کرے ہرگز عدول نہ کیا جائے گا۔ لفظ شاہد جو نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے آیا اس لفظ کو اپنے اصل معنوں پر قائم رکھنے سے نہ کوئی دلیل قطعی مانع ہے اور نہ ہی کوئی محال لازم آتا ہے۔ چونکہ مشاہدہ کے دو طریقے ہیں مشاہدہ بالبصر اور مشاہدہ بالبصرۃ پہلے کی یہ صورت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جسم امیر کے ساتھ خود ہر جگہ موجود ہو اور مشاہدہ بالبصر فرما دیں دوسرے کی صورت یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے مقام مبارک سے ہی چشم البصیرت سے معائنہ فرما دیں۔ دونوں صورتیں عقلاً

اور تھلا جائز اور ممکن ہیں۔

صُورَتِ اَوَّلِ عِیْنِ نَبِیِّ کَرِیْمِ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کَامَشْہِدِ الْبَصَرِ

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جسم پاک سے ہر جگہ حاضر ہوتا، نقلاً اور عقلاً
ہاں ہے۔ اس کے متعلق الامام العلماء الشیخ علی نور الدین الحلی المتوفی ۷۲۷ھ
فرماتے ہیں۔

دليل اول
 فَمِنْ الدَّلِيلِ الثَّقَلَيْنِ مَا رَفَعْنَا فِي مَوَازِينِ
 الصِّحْحَةِ فِي مَسْبُوحَاتِهَا الثَّابِتَةُ الرَّجِيمَةُ
 كَمَا هُوَ ثَابِتٌ عِنْدَ جَمِيعِ اُحْقَاطِ دَعْوَةِ جَمِيعِ اَهْلِ
 اَلْعَالَمِ وَالْاَنْفِطَارِ مِنْ اُمَّةٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُنْزِلَ
 اِلَى سُلَامَتِكُمْ اَخْلَافُ مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ قَائِمًا يَمِينِي فِي
 تَبِيِّهَا وَجَاءَ يُنْزِلُ اِلَى بَيْتِ الْمُقَدَّسِ فَرَأَى اَيْضًا يَمِينِي يَدِ يَسَارِهِ
 وَصَلَّى مُوسَى خَلْفَهُ مُتَوَكِّلًا بِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ
 فَارَقَهُ وَصَعِدَ السَّمَاءَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى اَسْمَاءِ الرَّبِّ
 وَجَدَّ فِيهَا اَوْفَى غُرُبِهَا. فَإِنْ كَانَ هَذَا مُوسَى وَهُوَ دُونَ
 بَيْتِنَا خَلْفَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الرُّسُلَةِ فَيُنْزِلُ
 بَعْدَهُمْ مَوْجُودًا اِنْ كُلِّ مَكَانٍ دَعَا بِهِ سَمِيْعًا فِي كَرِيمِ
 حُدُودِ اَحَدٍ وَآخَرٍ

مَنْعُوا مِنَ النَّسَائَةِ الَّتِي دَعَرْتُمْ أَهْلَ الْإِسْلَامِ
وَالْإِيْمَانِ يَا مُحَمَّدُ إِنَّ اللَّهَ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَحْكُمُ مِنْهُ

مَكَانٌ وَلَا زَمَانٌ) (لِأُولَئِكَ الْيَحْيَى الْيَقِي مُنْذَرَةً فِي
الْكِتَابِ)

ترجمہ: ارنبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حاضر ہونے کی دلیل نقلی یہ ہے جو کہ صحیح کتب احادیث میں موجود ہے اور تمام حقائق حدیث کے نزدیک ثابت ہے کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے معراج کی رات حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قبر میں نماز پڑھتے دیکھا۔ پھر بیت المقدس پہنچے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وہاں پہنچے ہی موجود پایا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی پھر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وہاں چھوڑ کر چلے آسمان پر پہنچے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وہاں پایا پس جب حضرت موسیٰ علیہ السلام جن سے ہمارے نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام درج ہیں بہت بلند ہیں کا یہ حال ہے تو ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہر جگہ موجود ہونا اور اپنی قبر انور میں یعنی تشریف فرما ہونا حق اور بدرجہ اولیٰ ہے۔

دلیل دوم۔ دوسری دلیل نقلی یہ ہے کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ فرشتے قبر کے اندر صاحبِ قبر کے پاس حاضر ہوتے ہیں۔ ایک کلام تکبیر ہے اور یہ دونوں فرشتے ایک ہی وقت پر جگہوں پر بشمار قبروں میں موجود ہوتے لہذا نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام تکبیر حاضر ہونا کوئی محال نہیں بلکہ منکرِ کبیر والی احادیث سے ہی انحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ حاضر ہونا بھی ثابت ہے۔

علامہ علی مرتضیٰ فرماتے ہیں۔

إِنَّ الْعَالَمِينَ يَكُونُونَ لِمُتَّبِعِي مَا يَقُولُونَ فِي هَذَا الرَّجُلِ وَ
إِسْمِ الْإِسْكَرَةِ لَا يَكُونُ بِهِ إِلَّا بِحَاضِرِ هَذَا هُوَ الْأَحْصَى
فِي حَقِيقَتِهِ مَعْنَاةً وَأَمَّا قَوْلُ الْعُلَمَاءِ أَنَّهُ أَنْ يَكُونَ حَاضِرًا
فَهُوَ فَلَا يَسْتَلِيزُ إِلَّا بِهَذَا هَذَا قَدْ تَقَوَّى نَهْ مَا الَّذِي دَعَا
إِلَى التَّجَوُّزِ دَاعِيَةً دُلَّ عَنِ الْحَقِيقَةِ إِلَى ذَلِكَ فَوَجِبَ أَنَّ
يَكُونُ حَاضِرًا بِجَسَدِهِ الشَّرِيفِ بِهَذَا كَلَامُهُ

ترجمہ :- دونوں فرشتے صاحبِ قبر سے سوال کرتے ہیں کہ تو اس
شخص کے حق میں کیا کہتا ہے اور ہذا اسم اشارہ ہے جس سے حاضر
کی طرف ہی اشارہ کیا جاتا ہے اور یہ ہی اصل اور حقیقی معنی میں
اور بعض علماء نے کہا ہے کہ آپ رسول کے ذہن میں حاضر ہوتے
ہیں تو ہم کہیں گے کہ حقیقی معنی سے تجوز اور عدول کی کوئی دلیل
ہے پس واجب ہے کہ آپ اپنے جسم پاک سے ہی حاضر ہوتے
ہیں۔ اس میں کلام کی گنجائش نہیں۔

ان دونوں نقلی دلیلوں کا کوئی اہل علم نافع اور عقل سلیم انکار نہیں کر
سکتا ہے اب رہا براہین عقلیہ اس صورتِ اول پر وہ بھی ہم عرض کر دیتے
ہیں جن کے بعد کسی انسان کے لیے نبی اکرم علیہ السلام کو حاضر و
تسلیم کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔

دلیلِ اول :- موجودات میں سے کسی کو بھی اس بات کا انکار نہیں ہے

نبی اکرم علیہ السلام تمام موجودات کی روح میں یکساں باوجود زندہ ہونے
کے انسان کے بدن کا کوئی جز روح سے خالی ہے لہذا ثابت ہوا کہ موجودات
کا کوئی جز بھی انہماک علیہ السلام سے خالی نہیں۔

دلیلِ دوم :- علامہ علی مرتضیٰ فرماتے ہیں۔

حَكَى الْجَوَلَانِ السَّيُوحِيُّ دَقِيقَةً فِي الْكِتَابِ الْمَذْكُورِ لَيْفِي تَوَيُّ
الْحَكَمِ بِأَمْرَيْنِ رَوَيْتُهُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَمْلَأَهُ
وَعَنْهُمَا أَنَّ الْعَارِفَ أَبَا النَّبَاسِ الطَّنَجَنِيَّ قَالَ ذَهَبْتُ إِلَى
الْأَسْتَاذِ أَحْمَدَ بْنِ قَائِمٍ يَسْكُنُنِي فَقَالَ لِي هَلْ عَرَفْتَ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ هَبَّ إِلَى شَيْءٍ غَلَبَ
عَبْدَ الرَّجِيحِ الْقَنَادُومِي لِيَقْدِرَ فَكَرِهَ بِهَ يَصِحُّ لَكَ السُّؤَالُ
قَالَ فَذَهَبْتُ إِلَيْهِ فَقَالَ لِي إِذْ هَبَّ إِلَى بَيْتِ الْمُصَوِّبِينَ يَكْتُمُ
لَكَ عَنْ ذَلِكَ فَلَمَّا جِئْتُ بَيْتَ الْمُصَوِّبِينَ كَشَفَ اللَّهُ تَعَالَى
عَنْ بَصِيرَتِي فَدَايْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَلَا
السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْمَرْسَى وَالْكَوْثَرِ وَمَلَأَتْهُمُ الْأَنْفُسُ
وَالْأَكْرَانُ

ترجمہ :- امام جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب تنویر الحکام میں اور
دیگر علماء نے اپنی دیگر کتابوں میں ذکر کیا ہے کہ عارفِ اہلِ باطن
روحِ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں استادِ احمد دقیمی کی خدمت میں حاضر
ہوا تاکہ مجھے طریقہ سلوک تسلیم فرمادیں آپ نے فرمایا کیا تو نے

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پہچانا ہے۔ جا اپنے شیخ عبدالرحیم
کنادہی کے پاس کر وہ تجھے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معرفت کرا
دیں تاکہ تیرا طریقہ سنو کہ صحت کو پہنچے۔ آپ فرماتے ہیں کہ پھر میں
استانہ مذکور کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ یہ اللہ کے
کی طرف جا۔ وہاں تیرے لیے یہ انکشاف ہو جائے گا پس جب
میں بیت المقدس پہنچا تو اللہ تعالیٰ نے میری نظر سے حجاب اٹھا
دیا پس میں نے دیکھا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تمام آسمان
اور زمینیں عرش اور کرسی اور تمام اطراف و کائنات پر ہیں۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی جلالت شان کسی اہل علم پر
مخفی نہیں۔ عارف عبدالوہاب شمرانی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ اپنے زمانے کے قطب
ہیں۔ سیران کبریٰ میں امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں
فرماتے ہیں کہ۔

آپ کی وہ شخصیت ہے جن کو نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حالت
بیداری میں کچھ بڑھتر مرتبہ اپنی ملاقات کا شرف بخشا ہے۔ اسی طرح اولیاء عارفین
مختلف مقاموں پر نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ملاقات سے حالت بیداری
میں مشرف ہوئے رہے ہیں جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حجاب ہماری
طرف سے ہے اپنے گناہوں کی بنا پر۔ مگر نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے
برعکس موجود ہونے میں کوئی شک نہیں۔

کتاب الامریہ میں ہے۔

سَمِعْتُ مِنْ بَعْضِ الشُّعَرَاءِ يَقُولُ لَوْ كَانَ يَدِي تَسْبِيحِي صَلَّي
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْقَبْرِ لَقَوْلُ دُهْنًا لَفِ السَّحَابِ

فَلَمَّا دُرْتُ كَبَّرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذَ ثِيْبِي
حَالَةً وَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا ظَنَنْتَ أَلِيَّ أَهْلًا أَوْ مَوِيَّتِيكَو
ثُمَّ أَرْجِعْ إِلَيَّ فَاسْمِعْتِ صَوْتًا مِنْ قَبْلِ النَّبِيِّ الشَّرِيفِ
وَهُوَ يَقُولُ إِنَّ كُنْتَ تَحْزَنُ فَا فِي هَذَا الْقَبْرِ لَمَنْ جَاءَ مِنْكُمْ
فَلْيَسْبِيْ حُلْمًا إِنْ كُنْتَ مَعَ أَثَرِي حِينَئِذَا كُنْتَ فَأُجِزْهُ
إِلَى بَيْتِهِمْ قَالَ فَرَجَعْتُ إِلَى بَيْتِي إِلَى

ترجمہ: سیدنا احمد بن المبارک السیوطی فرماتے ہیں کہ سنا ہے
میں نے ایک ایسے معتبر شخص سے جو کہ حالات بیداری میں نبی
اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملاقات کرتے تھے کہ انہوں نے
کہا کہ ہم حج کے لیے گئے اور جب رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام
کی قبر انور پر پہنچے تو مجھ پر حالت رقت طاری ہو گئی اس نے عرض
کیا یا رسول اللہ میرا خیال یہ تھا کہ میں آپ کے شہر مبارک میں
پہنچ کر پھر واپس اپنے شہر فاس کو لوٹ آؤں۔ تو قبر انور سے نبی اکرم
علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اگر تو میں اس قبر میں بند ہوں تو تم
جریباں آئے ہو یہاں پر ہی رہو۔ اگر میں اپنے امتی کے ساتھ ہوں
تو جہاں بھی وہ ہو تو تم اپنے شہروں کو واپس چلے جاؤ۔ وہ فرماتے
ہیں کہ پھر میں اپنے شہر فاس کو واپس آ گیا۔

اور علامہ نور الدین حلی میکتے ہیں کہ

كَانَ السَّيِّدُ أَبُو الْعَبَّاسِ السُّوسِيُّ يَقُولُ لَوْ بَحِثْتُ عَنْ دُرِّيَّةٍ

النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَوَاتُكَ عَلَىَّ مَا عَدَدَتْ نَفْسِي
وَمِنَ السَّالِفِينَ ۝

ترجمہ :- سیدنا ابو عباس مری فرمایا کرتے تھے کہ اگر میں آپ کے لیے بھی نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رویت میں روکا جاؤں تو میں اپنے آپ کو مسلمانوں میں سے شمار نہیں کرتا۔

یعنی سیدنا ابو عباس مری کا ایمان اور اسلام نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بگڑی دیکھنا ہی ہے۔ سو یہ بات پایہ یقین کو پہنچ گئی کہ حجاب ہماری طرف سے ہے نہ کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے تسلیم کر لینے والے کے لیے اتنا ہی کافی ہے جو ہم نے نقل کر دیا ہے ورنہ اولیاء عارفین کے اس باب میں اتنے واقعات ہیں کہ شمار سے باہر ہیں۔

دوسری صورت یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مشاہدہ بالبصیرۃ

اب رہی دوسری صورت کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی جگہ خاص سے سب کا مشاہدہ فرماتے ہیں یہ بھی ”نقل“ اور عقلاً جائز اور ممکن ہے۔

دلائل تقیر تو یہ ہیں کہ قرآن مجید میں ایسے یسین کے بارے میں آیا ہے۔

إِنَّهُ يَنْظُرُ كَوْنَهُ وَيُنْظَرُ مِنْ حَيْثُ لَا تَحْصُوهُ ۝

ترجمہ :- بیشک ایسے اور اُس کا قبیلہ اس حیثیت سے تیس دیکھتا ہے کہ تم انہیں نہیں دیکھ سکتے

۝ ہجاء بہار جلد ۱ مش ۱ ۝

۝ ۱۵۲ ۝

یعنی ایسے اپنے مقام سے ہی تمام روئے زمین کے انسانوں کو دیکھتا ہے اور اسی طرح سیدنا ہارون علیہ السلام کے بارے میں حدیث پاک میں آیا ہے کہ تمام روئے زمین اُس کے سامنے ایک طشت کی طرح ہے۔ وہ اپنے مقام سے ہی سب انسانوں اور حیوانوں کی ارواح قبض کرتے ہیں۔ سو یہ بات عقلاً بھی بعید نہیں کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے مقام سے ہی سب کا مشاہدہ فرماتے ہوں۔

امام جلال اللہ والمیرین : فقط سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بہت سی احادیث اور اقوال نقل، جو کہ حالت نیند اور بیداری میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رویت کے امکان پر دلالت کرتے ہیں نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

قَدْ خُصِّلَ مِنْ تَجَمُّوعِ هَذِهِ الثَّقَوِيْنَ وَالْأَحَادِيثِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى يَجْسِدَ دُرُجَهُ وَأَنَّهُ يَمْرُؤٌ حَيْثُ شَاءَ فِي أَقْطَارِ الْأَرْضِ وَفِي أَمْلَكُوتِ وَهُوَ بِمَعْنَاهِ النَّبِيُّ كَانَ عَالِمًا قَبْلَ وَفَاتِهِ لَمْ يَكُنْ لَهُ شَيْءٌ وَأَنَّهُ يُعَيِّنُ عَنِ الْبَصَارِ كَمَا عَيَّنَّ الْعَالَمِيَّةَ مَعَ كَوْنِهِمْ أَحْيَاءَ

بِأَجْسَادِهِمْ فَإِذَا أَرَادَ اللَّهُ تَعَالَى رَفَعَ أَعْجَابَ مَنْ أَرَادَ كَلَامَهُ يَرُدُّ يَدَهُ وَأَنَّهُ عَلَى حَيْثُ هُوَ عَالِمًا لَا مَانِعَ مِنْ ذَلِكَ وَلَا دَائِعَ إِلَى التَّعْصِيصِ يَرُدُّ يَدَهُ إِلَى الْإِثَابِ ۝

ترجمہ :- تحقیق اس مجموعہ اقوال اور احادیث سے یہ بات حاصل ہوتی ہے کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی روح اور جسم کے ساتھ عبادات

۝ ۱۵۳ ۝

۝ ۱۵۳ ۝

میں اور یہ کہ آپ تشریف فرماتے ہیں جیسا چاہیں روسے زمین میں اور ملکوت میں اور آپ اُسی حالت پر ہیں جس پر وفات سے پہلے تھے کچھ بھی آپ میں تبدیل نہیں ہوا اور یہ کہ آپ غائب میں نظروں سے جیسا کہ فرشتے غائب میں باوجود کہ وہ اپنے جسموں کے ساتھ زندہ ہیں جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے جس کے لیے چاہتا ہے حجاب کو دور فرما دیتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھنے کے لیے وہ دیکھتا آپ کو اسی حالت پر جو کہ آپ کی مٹی پس اس سے کوئی دلیل مانع نہیں ہے اور نہ ہی کوئی ایسی دلیل ہے کہ روایت کو روایت مثالی کے ساتھ خاص کیا جائے۔

علامہ علی نور الدین حلبی امام سیوطی کی یہ عبارت نقل فرمانے کے بعد خود فرماتے ہیں۔

إِنَّ الْأَمْرَ كَمَا قَالَ الْجَلَدُ السَّيِّئُ وَاحْتَمَلْنَا مِنْ ذَلِكَ دَأْبَ النَّبِيِّ إِذْ قَالَ إِنَّ جَسَدَهُ الشَّرِيفَ لَا يَخْلُو كُنْهَ زَمَانٍ وَلَا مَكَانٍ وَلَا مَحَلٍّ وَلَا امْكَانٍ وَلَا عَرْشٍ وَلَا نُوحٍ وَلَا كُرْسِيِّ وَلَا قَنَاسٍ وَلَا بَدَنٍ وَلَا بَحْرٍ وَلَا سَهْلٍ وَلَا دَعْرٍ وَلَا بَيْنَ دَحْرٍ وَلَا قَبْرِ كَمَا أَشْرَفْنَا إِلَيْهِ أَيْحُنَّا وَآكُنْهُ رَمَضُوا لَكُنْ الْأَعْلَى بِهِمْ كَمَا مَشَاوُوا لَكُنْ إِلَّا سَفَلِي بِهِمْ كَمَا مَجَلُوا قَبْرِي بِهِمْ.

ترجمہ :- بیشک معاملہ ایسا ہی ہے جیسا کہ فرمایا ہے جلال سیوطی نے

اور اس سے بھی بڑھ کر اور بیشک جس نے دیکھا ہے آپ کی ذات کو کہ نہیں خالی ہے آپ کے جسم پاک سے کوئی زمانہ نہ کوئی مکان نہ کوئی محل نہ کوئی امکان نہ عرش نہ لوح نہ کرسی نہ قلم نہ خشکی نہ ترسی نہ میدان نہ پہاڑ نہ برزخ نہ قبر جیسا کہ ہم نے اشارہ کیا ہے اور یہ کہ پُر کیا ہے آپ کی ذات سے عالم اعلیٰ کو جیسا کہ پُر کیا آپ سے عالم اسفل کو جیسا کہ پُر کیا آپ کی ذات سے آپ کی قبر انور کو۔

بالآخر علامہ علی نور الدین حلبی نے فیصلہ فرمایا ہے کہ

وَيَا جُمَّلَو دَاثُفُصِيلٍ فَهُوَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَوْجُودٌ بَيْنَ أَهْلِ سِرِّ نَاجِتًا وَمُنْعَى رُوحًا وَمِسْرًا وَبَيْنَ هَاتَيْنِ.

ترجمہ :- بالآخر یہ بات ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے درمیان حسی و معنوی طور پر اور باعتبار جسم اور روح کے اور باطن اور ظاہر کے موجود ہیں۔

اور اپنے مقام خاص ہی سے تمام احوال کا مشاہدہ کرنے کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود ارشاد فرماتے ہیں۔

عَنْ إِبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ رَسُوكَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ اللَّهَ قَدْ رَفَعَ لِي الشَّيْءَ فَأَنَا أَنْظَرُ إِلَيْهَا مَا هُوَ صَاحِبٌ فِيهَا إِلَّا يَوْمَ الْيَوْمِ أَمَّا كَمَا أَنْظَرُ إِلَى تَكْفِي هَذَا.

ترجمہ :- ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لیے دنیا کو اٹھایا پس میں دیکھتا ہوں اُس کی طرف اور جو اُس میں ہونے والا ہے قیامت تک جیسا کہ میں دیکھتا ہوں اپنی اس جھیلی کو۔

اس حدیث مبارک میں لفظ اَنْظُرُ جو کہ معنایں کا عین ہے اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ شاہد آئندہ بھی جاری ہے یعنی دیکھتے ہوں اور دیکھتا رہوں گا۔

اعتراف :- اس حدیث پاک کے جواب میں خان صاحب نے اپنی وجہانیت کا پورا پورا ثبوت دیا ہے۔ سمجھتے ہیں کہ حدیث طبرہ رابع کی ہے جس کے متعلق تمام محدثین کا اتفاق ہے کہ اس طبرہ کی حدیثیں قابل اعتبار نہیں۔ شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ الباقی میں اور شاہ عبدالعزیز صاحب سمجھتے ہیں کہ اس احادیث قابل اعتماد و مستند کہ دراثبات معتبرہ یا عملی یا نہایت تک کہ وہ خود طبرہ جواب :- ہم عرض کرتے ہیں کہ شاہ عبدالعزیز صاحب کی عبارت سے کس طرح ثابت ہوا کہ ابن حجر قسطلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تصانیف کا شمار طبرہ رابع میں ہے جو کہ غیر معتبر ہے اور طبرہ رابع میں جن لوگوں کا شمار ہے ان کی وضاحت خود شاہ ولی اللہ صاحب اور شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کر دی ہے لیکن وہ عبارت خان صاحب مضمون کر گئے تاکہ دجل میں کامیاب ہوں۔ شاہ ولی اللہ صاحب کی عبارت یہ ہے آپ فرماتے ہیں کہ طبرہ رابع میں مندرجہ ذیل لوگوں کی کتابوں کا شمار ہے۔

کِتَابُ الصَّغْفَرِ لِابْنِ حَبَّانٍ وَکِتَابُ الْاِثْنِ عَشَرَ وَکِتَابُ

سنة :- تسويد النواظر ص ۱۸۳۔

الْخَطِيبِ وَابْنِ نَعِيمٍ وَالْجَوْزَقَانِي وَابْنِ عَسَاكَرٍ وَابْنِ فُجَّادٍ وَابْنِ بَيْهَقٍ وَکِتَابُ مُسْنَدِ الْخَوَارِزْمِيِّ يَكُونُ مِنْ هَذِهِ الطَّبَقَةِ ترجمہ :- کتاب الضعفاء ابن حبان کی اور کامل ابن عدی کی اور تمام کتابیں خطیب کی اور ابو نعیم اور جوز قانی ابن عساکر ابن خوارزمی کی اور تقریباً مسند خوارزمی کا شمار بھی اسی طبقہ رابع میں ہے۔

عبارت فقہ کی عبارت یہ ہے۔
کِتَابُ الضَّعْفَاءِ لِابْنِ حَبَّانٍ وَتَصَانِيفُ اَنصَارِهِ
الضَّعْفَاءُ لِلْعُقَيْلِيِّ کِتَابُ الْکَامِلِ لِابْنِ عَدِي وَتَصَانِيفُ ابْنِ
عَسَاكَرٍ وَتَصَانِيفُ خَطِيبٍ وَتَصَانِيفُ ابْنِ شَاهِينَ
تَصَانِيفُ ابْنِ جَوَزِقَانٍ وَتَصَانِيفُ ابْنِ عَسَاكَرٍ
اور تصانیف ابن نعیم ، تصانیف جوز قانی ، تصانیف ابن

ان دونوں عبارت میں ابن حجر قسطلانی کا کہاں ذکر ہے خان صاحب نے لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لیے امام ابن حجر قسطلانی کو اپنی کتاب میں خطیب قسطلانی کہا ہے تاکہ شاہ ولی اللہ صاحب اور شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عبارت میں جو لفظ خطیب ہے اُس سے خطیب قسطلانی مراد ہے۔

اعلان :- خان صاحب اور پورا طائفہ و ذبیہ نجد یہ اگر یہ ثابت کر دے کہ کسی کتاب میں بھی لفظ خطیب نہ وضاحت آیا ہو اور اس سے

سنة :- حجة الله البالغة ص ۱۸۳ مطبوعہ مطبعہ صریحی سنہ ۱۲۸۰ ہجری مآخذ مستند :-

مصنف کی مراد ابن حجر قسطلانی ہو تو ایک قصہ روپیہ بطور انعام پیش کیا جائے گا
حجۃ اللہ ابالہ کے مترجم نے اس مقام پر وضاحت کر دی ہے کہ خطیب
سے خطیب بغدادی مراد ہے۔

رہے شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تو وہ اپنی کتاب بستان المحرمین
کی فہرست میں لکھتے ہیں۔
”تاریخ بغداد خطیب“

اور اس خطیب کے ترجمہ میں لکھتے ہیں۔

خطیب کی کنیت ابو بکر ہے نام و نسب یہ ہے احمد بن علی بن ثابت بن
احمد بن مہدی

خطیب کا لقب خطیب بغدادی کے لیے بمنزلہ نام کے ہو چکا ہے جہاں کہیں
مضی خطیب لکھا جائے وہاں مراد خطیب بغدادی ہی ہوتے ہیں۔ خان صاحب
نے امام قسطلانی شارح بخاری کی تصانیف کو طبقہ رابعہ میں شمار کر کے مقام اعتبار
سے گراہنے بالخصوص آپ کی ہدیہ تصنیف المواہب اللدیہ شریف کو جس
کے بارے شاہ عبدالعزیز فرماتے ہیں۔

”ارشاد الساری۔ یہ قسطلانی کے نام سے مشہور ہے اور صحیح بخاری کی شرح ہے
یہ شیخ شہاب الدین احمد بن محمد بن ابی بکر بن عبدالملک بن احمد بن محمد بن الحسین
قسطلانی مصری شافعی کی تصنیف ہے ولفظ خطیب مراد المواہب اللدیہ بھی اُن
کی ہی تصنیف ہے جو اپنے باب میں لائق ہے۔“

۱۔ حجۃ اللہ ابالہ مترجم اردو جلد ۲۲۵

۲۔ بستان المحرمین اردو جلد ۱۵۸

علامہ یوسف نبھانی فرماتے ہیں۔

المواہب اللدیہ لا یفضلہا فی ہذا الباب

ترجمہ: یعنی مواہب لدنیہ سے افضل کوئی کتاب نہیں ہے۔

ثابت ہو کہ مواہب لدنیہ کو اولیاء عارفین اور علماء دارین کے نزدیک
جو مقام حاصل ہے وہ کسی دوسری کتاب کو حاصل نہیں اور انہی احمد شہاب
الدین ابن حجر قسطلانی نے اسی مواہب لدنیہ میں ارشاد فرمایا ہے۔

لَا تُؤَوِّقُ بَيْنَ مَوْتِهِمْ وَحَيَاتِهِمْ فِي مُشَاهَدَتِهِ لَا مَقْبَحَ وَخَرَابَ
يَا مُؤَابِهِمْ وَيَا تَوْبِهِمْ وَخَوَاطِرَهُمْ وَذَلِكَ عِندَكَ
جَلِيٌّ لَا خِفَاءَ بِهِ

ترجمہ: ہر کوئی فرق نہیں آپ کی موت اور حیات میں از روئے
مشاہدہ فرمانے اپنی امت کے اور جاننے اُن احوال، نیات، عزائم
دل کے خطرے پر سب کچھ آپ کے سامنے روشن ہے بغیر خفا کے۔

یہ ہے ابن حجر قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ، اس مواہب لدنیہ کی شرح کی
ہے محمد بن عبدالباقی زرقالی ماکی نے انہوں نے بھی بغیر چوں و چنان کے اس
عقیدہ کو قبول فرمایا۔ پھر اس مواہب لدنیہ کا یوسف بن اسماعیل نبھانی نے اختصار
کیا ہے انہوں نے اس عقیدہ کو برقرار رکھا اور یہ تینوں کتابیں روئے زمین پر
پھیل چکی ہیں اور تمام اہل سنت و جماعت اور محنت کی قطرے دیکھیں گے اور
اولیاء عارفین و علماء دارین میں سے کسی نے بھی اس عبارت پر کٹ جیسی نہیں کی۔

۱۔ ہوام البخار جلد ۱ ص ۲۰

۲۔ مواہب لدنیہ فلسفہ ثنائی فی زیارۃ قبرہ الشریف

تفسیر خازن شریف میں اس آیت کے تحت لکھا ہے

فَذَلَّتْ فِي جَمَاعَةٍ وَفِي الْمَنَافِقِينَ مَا يُؤْذِنُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيُخَوِّنُونَ مَا لَا يَنْبَغُ وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَا تَعْمَلُوا فَإِنَّا نَخَافُ أَنْ يُبْعَثَ مَا تَقُولُونَ وَيَقْعُ بِمَا قَالُوا جَلَسَ بَيْنَ سَوِيدٍ وَهُوَ مِنَ الْمَنَافِقِينَ بَلَى لَعَلَّ مَا شِئْنَا ضَرَّ تَائِبِينَ وَتُشْكِرُ مَا قُلْنَا وَتُخْلِعُ فَيَصْدُقُنَا بِمَا نَقُولُ فَارْتَحَمَهُ أَهْلُ أُمَى يَسْمَعُ كُلُّ مَا يَقَالُ لَهُ وَيُشْكِرُهُ فَاسْتَدَلَّ اللَّهُ هِدَى الْإِلَهِ وَمَقْصُودُ الْمَنَافِقِينَ يَقُولُ هُوَ أَذَى اللَّهِ كَيْفَ يَبْعَثُ عَوْرَ بَلَى هُوَ سَيِّئُهُمْ سَبِيحُ الْأَعْدَاءِ يَكُلُّ مَا يَسْمَعُ فَاجَابَ اللَّهُ سَبْحَانَهُ وَقَالَ عَنْهُ يَقُولُ (قُلْ أَذَى خَيْرٌ لَكُمْ) يَعْنِي هَبْ أَنَّكَ أَذَى بَكْتَنَةِ أَذَى خَيْرٌ لَكُمْ رِيؤُوسَ بِاللَّهِ وَيَوْمَ لِلْعَاقِلِينَ إِنَّهُ يَصْدُقُ الْمُؤْمِنِينَ وَبَقِيلٌ قَوْلُهُمْ وَلَا يَنْبَغُ قَوْلُ الْمَنَافِقِينَ رَوْحَمَهُ أَيْ هُوَ رَحْمَةٌ (لِلَّذِينَ آمَنُوا وَبِكُمْ) إِنَّكَ رَحْمَةٌ لِلْعَاقِلِينَ الْمُخْلِصِينَ لِلْمَنَافِقِينَ وَقِيلَ فِي كَوْنِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَحْمَةً لِأَنَّهُ يَجْزِي عَنْ أَهْلِكَ مَا أَتَى عَلَى أَهْلِهِ وَلَا يَنْقَلِبُ

عَنْ أَهْلِهِمْ وَلَا يَسْكُنُكَ سَوَادُهُمْ

ترجمہ :- یہ آیت منافقوں کی ایک جماعت کے بارے میں نازل ہوئی جو کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عیب دگاتے تھے کسی نے اُن کو منع کیا کہ ایسا نہ کرو ورنہ میں خوف ہے کہ آپ کو اطلاع ہو جائے گی پھر میں نقصان پہنچے گا تو بھلاس بن سدید جو کہ منافق تھا اس نے کہا بلکہ ہم جو چاہتے ہیں کہتے ہیں کہ پھر اُن کے پاس جا کر اپنے بکے کا انکار کر دیتے اور تمہیں اٹھا لیتے ہیں پس وہ ہماری تصدیق فرما دیتے ہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو صرف کان ہیں یعنی جو بھی کہا جائے سکر قبول کر لیتے ہیں اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور اس قول سے کہ وہ تو صرف کان ہیں منافقوں کا مقصود یہ تھا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام دور اندیش نہیں ہیں بلکہ ہر بات سے بہت جلد و صحو کے میں آجاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے جواب دیا کہ آپ فرما دیں یہ کان تمہارے لیے بہتر ہیں یعنی کان تو ٹھیک ہیں لیکن وہ تمہارے لیے اچھے ہیں۔ بشرین رکھتا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ پر اور بشرین رکھتا ہے ایمانداروں کی باتوں پر یعنی دلی طور پر مومنوں کی بات کو ہی سچا سمجھتا ہے اور قبول کرتا ہے نہ کہ منافقوں کی باتوں کو راہِ دُوبی علیہ الصلوٰۃ والسلام رحمت ہیں یعنی رحمت ہیں اُن کیلئے جو تم میں سے ایمان لائے ٹھیک وہ رحمت ہیں مومنین غلبہ کے لیے نہ کہ منافقوں کے لیے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے رحمت بزرگی حقیقت یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ آپ اگر گنہگار کے معافی ہی

حکم جاری فرماتے ہیں اور ان کی حقیقت حال نہیں کر پڑتے اور نہ ہی ان کے راز فاش کرتے ہیں۔

اور یٰسَیِّدُ الْمُسْلِمِیْنَ کے تحت تفسیر معالم الترمذی میں علامہ بغوی کہتے ہیں: اَیُّ یَصْدِیْقِ الْمُؤْمِنِیْنَ دَلِیْلٌ وَنُصْرٌ لَا مِنْ الْمَنَافِقِیْنَ۔ یعنی مومنوں کی بات کی ہی حقیقتاً تصدیق فرماتے ہیں اور اُسے ہی قبول فرماتے ہیں نہ کہ منافقوں کی۔

علامہ ابوالبرکات عبد اللہ بن احمد بن محمد الشافعی جو کہ عقائد میں اہلسنت کے امام ہیں، اپنی تفسیر مدارک شریف میں لکھتے ہیں۔

(رَحْمَةُ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوا مِنْكُمْ) اِی وَهُوَ رَحْمَةُ الْبَلَدِیْنَ اٰمَنُوا مِنْكُمْ اَعْظَمَ وَالْاِیْمَانُ اَیُّهَا الْمَنَافِقُونَ حَیْثُ یَقْبَلُ اِیْمَانُكُمْ الْغُلَاظَ وَلَا یَكْفِیْكُمْ اَسْرَافُكُمْ۔ یعنی حالانکہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رحمت میں اُن کے لیے جو تم میں سے ایمان لائے یعنی ایمان ظاہر کرتے ہیں، اس حیثیت سے رحمت میں کہ تمہارا ظاہری ایمان قبول فرماتے ہیں اور تمہارے راز ظاہر نہیں کرتے۔

ہمارے امام اجل سیدنا حافظ جلال الدین سیوطی تفسیر جلالین میں (هُوَ اَذُنٌ) کی تفسیر میں لکھتے ہیں (اَیُّ یَسْمَعُ كُلَّ شَیْءٍ دَلِیْلٌ وَنُصْرٌ) یعنی ہر بات سن کر قبول فرماتے ہیں، عارف باللہ حضرت احمد صاوی حاشیہ جلالین شریف میں اس قول پر تحریر فرماتے ہیں۔

سہ۔ مدارک شریف جلد ۲ ص ۱۳۔

اَیُّ مِنْ غَیْرِ اَنْ یَقَالَ مَلِیْئُو دَلِیْلٌ وَنُصْرٌ بَاطِلٌ وَرَبِّ ظَہِیْرٌ فَقَصَدَ اِیْذَا لَیْتَ دَلِیْلٌ وَنُصْرٌ مَلِیْئُو دَلِیْلٌ وَنُصْرٌ بَاطِلٌ وَرَبِّ ظَہِیْرٌ اَیُّ یَقَالَ بَلِیْئُو اَبَدًا وَیَحْتَمِلُ اِذَا هُمْ وَیَصْفَحُ عَنْهُمْ فَحَمَلُوا عَلٰی عَدَمِ التَّشْبُوْهِ وَالْمَقْلُوْبَةِ وَهُوَ اَحْمَکَ اَنَّ ذٰلِکَ وَفَقَارِبِهِمْ وَتَقَارِبُهُمْ عَمُوْدٌ۔

ترجمہ :- یعنی آپ قبول فرماتے تھے اُن کی بات بغیر اس میں غور کیے اور بغیر ظاہر و باطن میں تمیز کیے پس مراد منافقوں کی اس وصف سے پرہیزی کر آپ ہمارے حال سے ناواقف ہیں ایسے کہ آپ ان سے کبھی براستور نہ کرتے اور اُن کی طرف سے تکلیف برداشت کرتے اور اُن سے پہلو ہتی کرتے۔ پس منافقوں نے اس کریمانہ پہلو ہتی کو حقیقت حال سے غافل ہوئے پر محمول کر لیا حالانکہ آپ ایسا صرف اُن کے ساتھ نرمی کی بنا پر اور اُن کے عیوب سے قصہ صرف نظر کیا کرتے تھے۔

بعینہ آج کل کے منافقوں کا حال ہے۔ اگر صرف قرآن عید کی اس مذکورہ آیت مبارک اور معتبرین کلام رحمۃ اللہ علیہم اجماع کے مذکورہ اقوال کو ہی پیش نظر رکھ لیا جائے تو کبھی خان صاحب کی تمام سوید الزواجر کا صفایا ہو جاتا ہے اور کوئی اعتراض باقی نہیں رہتا لیکن اِنَّ الشَّیْئَیْنَ کَفَرُوْا اَسْوَاۤءَ عَلَیْہُمْ اَنْذَرْتُہُمْ اَمَّ لَمْ تُنْذِرْہُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتَّمُ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِہُمْ وَ

سہ۔ حاشیہ صاوی جلد ۲ ص ۱۳۔

عَلَىٰ سَجُودِهِمْ وَ عَلَىٰ أَيْمَانِهِمْ عِشَاءَ لَقَدْ لَكُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ

ہم نے قرآن مجید سے دلیل قطعی نفس کی ہے جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ایمانداروں کی باتوں پر ہی یقین رکھتے ہیں بلکہ خان صاحب جب تک قرآن مجید یا حدیث متواتر سے ثابت نہ کریں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام منافقوں کی باتوں پر ایمان لاتے تھے تو اسی نوعیت کا کوئی اعتراض سمجھنا نہ ہوگا بلکہ مردود قرار دیا جائے گا۔

اعتراض :- يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ تَبْتَغِي مَرْضَاتَ أَذْوَاجِكَ

ترجمہ :- اسے نبی تو کیوں حرام کرتا ہے جو حلال کیا اللہ تعالیٰ نے تجھ پر تو چاہتا ہے رضا مندی اپنی عورتوں کی۔

اس آیت کریمہ کے شان نزول میں جو واقعہ آیا ہے، خان صاحب فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شہد کو اپنے اوپر بیویوں کی سازش کے عدم علم کی بنا پر حرام کیا تھا۔

جواب :- شہد حرام کر لینے کی وجہ تو خود قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمادی تَبْتَغِي مَرْضَاتَ أَذْوَاجِكَ باقی رہی یہ بات کہ بیویوں کی سازش کا علم نہ ہونا یہ مردود ہے کیونکہ رُفْعٌ وَرَحِيمٌ ذات تو منافقوں کے رافضیوں نے فرماتے تھے بلکہ کریمہ روایت ہی اختیار فرماتے جیسا کہ ہم قرآن مجید سے ثابت کر آئے ہیں، تو وہ ذات مومنات بلکہ اپنی ازواج پاک کے ساتھ اپنی شان کریمی کے خلاف کیونکر ہٹا دیتے۔

سہ :- پٹ تحریم طح آیت :-

وَكُذِّبُوا وَقَعَهُ :- إِذَا أَسْرَأَ النَّبِيُّ إِلَىٰ بَعْضِ أَزْوَاجِهِ حَؤُوتًا

(الی آخرہ) :- یہ واقعہ بھی اسی نوعیت کا ہے۔

إِنَّا أَسْرَأْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِشَغَوْنَا

اعتراض :- بَيْنَ الثَّانِينَ وَمَا أَلَّاكَ اللَّهُ وَلَا تَكُنْ

لِلثَّانِيَيْنِ حَاجِمًا وَاسْتَفْهِرَ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا

وَحَكِيمًا وَلَا تَجَادِلْ عَنِ الَّذِينَ يَخْتَلِفُونَ فِيهِمْ

پٹ سورہ النساء طح آیت ۱۰۵-۱۰۷

ترجمہ :- بیشک ہم نے آپ کی طرف تیرے سچی کتاب کو ڈالنا

کرے لوگوں میں جو کچھ سمجھا دے تجھ کو اللہ اور تو مت ہر دو غالبانوں

کی طرف سے جھگڑنے والا اور معافی مانگ اللہ سے بیشک اللہ

معافی دینے والا مہربان ہے اور مت جھگڑ ان کی طرف سے جو

اپنے دلوں میں دغا رکھتے ہیں۔

ان آیات کے شان نزول میں جو واقعہ آیا ہے اس کو خان صاحب نے

فرماتے ہیں :-

حضرت قتادہ راوی حدیث کے چچ حضرت رفاعہ کے گھر ٹھہرنا می ایک

مناجات نے نسب لگا کر چوری کی :- جو سامان چربا گیا تھا اس میں کچھ کھانے کا

سامان اور کچھ ہتھیار وغیرہ تھے۔ نفیث اور تحقیق سے یہ معلوم ہوا کہ چوری نبوتی

کے گھرانے ہی نے کی ہے جس میں بشیر اس کا سرغزبے حضرت رفاعہ نے

اپنے نوجوان اور قابل بیٹے حضرت قتادہ کو اپنا موکل بنا کر اس معاملے کو لیکر

سہ :- پٹ تحریم طح آیت ۳ :- تَسْوِيَةُ الْمَوَظَرِ ص

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ہمیشہ ہونے کا حکم دیا وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پورا ماجرا آپ کو سنایا اور ساتھ ہی یہ بھی عرض کر دیا کہ حضرت اگر ہمیں ہمارے ہتھیار ہی واپس مل جائیں، شب بھی ملے بیٹے بسا غنیمت ہے، حضور علیہ السلام نے ترجمہ فرماتے کا وعدہ فرمایا، جب پھر کو اس کا پتہ چلا تو اس نے اپنے ساتھیوں سے مل کر یہ سازش کی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر جھوٹی قسمیں کھا کر اپنی برائت کا اظہار کریں، چنانچہ اس پر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان منافقوں کو سزا سمجھ لیا اور حضرت قتادہ کو جھوٹا سمجھ کر سخت لہجہ میں جھڑکایا۔

جواب :- اصل روایت جو کہ تمام مفسرین قرآن نے نقل فرمائی ہے وہ یہ ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ تَوَلَّيْتُ هَذِهِ الْآيَةَ فِي رَجُلٍ قَسَمَ
أَلَا نَصَارَ يَقَالُ لَهُ طُعْمَةُ بْنُ أَبِي بِرٍّ مِثْلُ بَنِي خَلْفَةَ بْنِ
الْحَارِثِ سَوْدَى دَعَا مِنْ جَابِلَةَ يُقَالُ لَهُ تَتَا دَعَا بَنِي
النَّحَّانِ وَكَاسَتْ الدَّرْعَ فِي جَدَابٍ لَهُ فِيهِ دَقِيقٌ خَجَعَنَّ
الْمَرْثِقُ يَنْتَقِبُو مِنْ نَسَقٍ فِي الْعُجَابِ حَتَّى امْتَهَلَى إِلَى
الْبَدَنِ ثُمَّ جَنَاهَا عِنْدَ وَجْهِهِ مِنَ الْيَهُودِ يُقَالُ لَهُ ذَيْدُ
مِثْلُ السَّعِيدِ فَإِنَّ قَسَمَ الدَّرْعَ عِنْدَ طُعْمَةَ فَخَلَفَ بِالدُّعَا
مَا أَخَذَ هَا وَكَأَنَّ لَهُ بِمَا مِنْ عَيْدِهِ فَقَالَ أَصْحَابُ الدَّرْعِ
لَمَّا دَانَا أَشْرَ الدَّقِيقِ حَتَّى دَخَلَ دَارَهُ فَلَمَّا خَلَفَ مَرَّ كُفْرًا
وَأَشْرَ الدَّقِيقِ إِلَى رَسُولِ الْيَهُودِ فَأَخَذَهُ وَجْهَهُ

سُئِلَ بِهِ فَقَالَ تَسْمِيَةُ الزَّوَالِطِ

فَقَالَ الْيَهُودِيُّ دَفَعْنَا إِلَى طُعْمَةَ بْنِ أَبِي بِرٍّ نَجَاءً مِنْهُ طُعْمَةُ
قَوْمٌ طُعْمَةُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَأَلُوهُ
أَنْ يُجَادِلَ عَنْ صَاحِبِهِمْ وَقَالُوا إِنَّكَ إِنْ دَعَا لَنَعْلُ اِئْتَصَحَ
صَاحِبُنَا فَهَمَّ رَسُولُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ
يَقَاتِبَ الْيَهُودِيَّ.

ترجمہ :- ابن عباس فرماتے ہیں کہ یہ آیت ایک مرد انصاری طعنہ دینے کے بارے میں نازل ہوئی ہے جس نے اپنے پڑوسی قتادہ کی زرہ چرائی تھی جو کہ ایک تھیلے میں تھی اور اس میں آٹا بھی تھا پس وہ آٹا عقیقہ کے مرکز سے اُس کے گھریک گرتا چلا گیا پھر اُسے وہ زین نامی یہودی کے پاس چھپا کیا، جب طمر سے زرہ طلب کی گئی اُس نے قسم کھائی کہ میں نے نہیں لی اور نہ ہی مجھے اُس کا علم ہے۔ زرہ کے مالکوں نے کہا ہم نے اُسے کا نشان اس کے گھریک دیکھا ہے لیکن حلف اٹھانے پر اُسے چھوڑ دیا پھر اُسے کا نشان کے پیچھے پیچھے یہودی کے گھر پہنچے اُسے باہر نکالا، اُس نے کہا کہ یہ تو میرے پاس طمر کے گھرانے کے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ آپ ہمارے آدمی کی طرف داری کریں اگر آپ ایسا کریں گے تو وہ رسوا ہو گا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودی پر مواخذہ کرنے کا قصد کیا۔

اصل روایت بھی ملاحظہ فرمائیں کہ خان صاحب کے تحریر کردہ الفاظ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان منافقوں کو سزا سمجھ لیا اور حضرت قتادہ کو جھوٹا سمجھ کر سخت لہجہ میں جھڑکایا) بھی ملاحظہ فرمادیں حالانکہ مفسرین فرماتے ہیں کہ :-

إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَفْعَلْ ائْتِ بِتِ
عَنْهُ فَمَا قَوْلُهُمْ وَلَا تَكُنْ لِلنَّافِثِينَ خَصِيمًا وَلَا تَكُنْ بِمِثْلِهِمْ
عَنْ حَلْمَةَ كَمَا سَأَلَتْهُ قَوْمَةٌ أَنْ يَذَّابَ عَنْهُ وَأَنْ يُلْحَقَ
السَّرِيَّةُ بِالنَّبِيِّ فَقَوَّضَتْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ عَنْ ذَلِكَ وَاسْتَظْهَرَ مَا يَأْتِيهِ مِنَ الْوَحْيِ السَّامِعِ
وَالْأَمْرِ الْإِلَهِيِّ فَتَرَأَتْ هَلْوَ الْأَيْتِ ۖ

ترجمہ :- رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس بات سے آپ
کو منع فرمایا وہ نہیں کی تھی اور نہ ہی طمع کی طرف سے آپ نے
جھگڑا کیا تھا جب آپ سے مطالبہ کیا گیا کہ طمع سے پھر کر چوری
یہودی کے ذمے لگا دی جائے ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
توقف فرمایا اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے منتظر رہے پس یہ آیت نازل
ہوئی ۔

خان صاحب کا اعتراض چند وجوہ کی بنا پر مردود ہے ۔

اول یہ کہ ہماری پیش کردہ نفس قرآنی کے خلاف ہے ۔

دوسرے یہ کہ طمع کے ساتھیوں کا مطالبہ کرنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے

آپ کو منع فرما دیا ۔

تیسرے یہ جب آپ کو یہ ہی پتہ نہ تھا کہ خائف کون ہے تو اللہ تعالیٰ

کا فرمان لَا تَكُنْ لِلنَّافِثِينَ خَصِيمًا یہ تکلیف کا لایطاقی ہے تو چاہیے تھا

کہ پہلے فرشتے کے حال سے آگاہ کیے جاتے پھر حکم صادر ہوتا ۔

سہ :- خازن شریعت جلد ۲ ص ۴۴۰

چوتھے یہ کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان لَا تَجَادِلْ عَنِ الَّذِينَ يَخْتَلُونَ

الْفُسْخَمِ اس بات کی دلیل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باطنی

نیاتوں سے آگاہ ہیں باقی رہا اللہ تعالیٰ کا فرمان وَأَسْتَغْفِرُ اللَّهَ وَهُوَ اس لیے

تھا کہ آپ اپنی شان رسمی و کریمی کے تقاضے کی بنا پر طمع کے ساتھیوں کا مطالبہ

پُرہ کرنے کی طرف مائل ہو گئے تھے تو یہ آپ کے منصب عالی کی بنا پر آپ کے

حق میں ذنب کی حیثیت رکھتا تھا کہ حسناتِ اللہ بظاہر سیئاتِ المؤمنین

اور مسجد ضرار کا واقعہ بھی اسی قبیل سے ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کیا یہ طور پر ان کی عیثیت سے پہلو تھی فرماتے ہوئے وہاں پر غار چڑھ جاتے لیکن

اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند نہ تھی لہذا ان کی قسموں کے خلاف خود گواہی دے دی

تاکہ ثبوت علیہ السلوۃ والسلام کو روکنے کی بنا قائم ہو باقی ان کو سچا جان لینا نفس

قرآنی یٰۤاَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا هَذِهِ السُّلُوكَ مَرُوءٍ ۖ

وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مَرَدُّوا عَلَى النَّفْسِ

الْأَعْرَاضِ ۖ لَا تَعْلَمُ هُمْ تَحْنُ لَعْنَةُ ۖ

ترجمہ :- اور بعض اہل مدینہ میں ایسے منافق ہیں کہ نفق میں حد کمال

کو پہنچے ہوئے ہیں آپ ان کو نہیں جانتے ہم جانتے ہیں ۔

خان صاحب فرماتے ہیں دور نہیں بلکہ مدینہ طیبہ میں معمولی منافقوں

کو نہیں بلکہ ان منافقوں کو جن کا اتفاق حد کمال کو پہنچا ہوا ہے آپ نہیں

جانتے ۔

جواب :- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔

سہ :- پک تو یہ ہے آیت ۱۱۰

أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَمَزًا أَنْ لَنْ يَخْرُجَ
 اللَّهُ أَصْفَانَهُمْ وَكَوْنُ شَاءَ لَا يُنْكِلُهُمْ فَبَعَثْنَا لَهُمْ
 تَرْجُمَةً ۚ كَيْفَ لَمَّا كَانُوا كَيْفَ لَمَّا كَانُوا كَيْفَ لَمَّا كَانُوا
 كَيْفَ لَمَّا كَانُوا كَيْفَ لَمَّا كَانُوا كَيْفَ لَمَّا كَانُوا
 كَيْفَ لَمَّا كَانُوا كَيْفَ لَمَّا كَانُوا كَيْفَ لَمَّا كَانُوا

خان صاحب کی نقل کردہ آیت مبارک میں علم کی نفی ہے کہ آپ انہیں
 نہیں جانتے اور اس دوسری آیت مبارک میں صیغہ ماضی کے ساتھ معرفت کا
 ثبوت ہے یعنی آپ نے ان کو خوب پہچانا ہے۔ اب دونوں آیتوں میں
 تطبیق ضروری ہے۔

مفسرین نے فرمایا ہے کہ یہ چند منافق ایسے تھے جو کہ اپنا نفاق چھپانے
 میں کمال مہارت رکھتے تھے کوئی نفاق کی علامت ظاہر نہ کرتے تھے جو کہ
 ان کے نفاق کی دلیل بن سکے تو نفی علم بالذات کی ہے اور دوسری آیت میں
 ثبوت علم بالقرائن ہے۔

علامہ بیضاوی فرماتے ہیں۔

(لَا تَعْلَمُهُمْ) لَا تَعْلَمُهُمْ بِأَعْيَانِهِمْ ۚ نہیں جانتے آپ ان کو لبیب
 ان کے خواص کے۔ اور وَكَوْنُ شَاءَ لَا يُنْكِلُهُمْ کی تفسیر میں فرماتے ہیں تَعْرِفْنَاهُمْ
 بِذَلِكَ لِأَنَّ تَعْرِفْنَاهُمْ بِأَعْيَانِهِمْ یعنی اگر ہم جانتے تو آپ کو دلائل سے معرفت کرا
 دیتے (فَلَعَزَّزْنَاهُمْ بِبَيْنَاهُمْ) بِبَيْنَاهُمْ پس آپ خوب پہچانتے ہیں۔

۱۔ پ ۳۱ محمد بن حنفیہ آیت ۳۱۔۳۲

انہیں ان کی ملازمتوں کی بنا پر۔

اور خازن شریف میں ہے۔

(لَا تَعْلَمُهُمْ) يَعْنِي أَعْلَمُوا فِي الشَّيْءِ إِلَى حَيْثُ أَتَاكَ
 لَا تَعْلَمُهُمْ بِأَعْيَانِهِمْ ۚ كَيْفَ لَمَّا كَانُوا كَيْفَ لَمَّا كَانُوا
 كَيْفَ لَمَّا كَانُوا كَيْفَ لَمَّا كَانُوا كَيْفَ لَمَّا كَانُوا
 كَيْفَ لَمَّا كَانُوا كَيْفَ لَمَّا كَانُوا كَيْفَ لَمَّا كَانُوا

اور علامہ بیضاوی معارف القرآن میں لکھتے ہیں۔

(لَا تَعْلَمُهُمْ) لَا تَعْلَمُهُمْ بِأَعْيَانِهِمْ ۚ كَيْفَ لَمَّا كَانُوا
 كَيْفَ لَمَّا كَانُوا كَيْفَ لَمَّا كَانُوا كَيْفَ لَمَّا كَانُوا
 كَيْفَ لَمَّا كَانُوا كَيْفَ لَمَّا كَانُوا كَيْفَ لَمَّا كَانُوا
 كَيْفَ لَمَّا كَانُوا كَيْفَ لَمَّا كَانُوا كَيْفَ لَمَّا كَانُوا

ترجمہ ۱۔ اگر ہم جانتے تو منافق آپ کو دکھا دیتے یعنی منافقوں کا علم
 علامہ فرماتے اور پہچان کر دیتے پس پہچانا آپ نے ان کو ان کے
 نشانوں سے نہاج بخبری نے کہا ہے کہ معنی یہ ہے کہ اگر ہم جانتے
 تو منافقوں پر علامت قائم کر دیتے جس سے آپ ان کو پہچانتے
 حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کے نزول کے
 بعد منافقوں کی کوئی چیز بھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے
 پوشیدہ نہ رہی نہایت ہوا کہ نفی علم بالذات کی ہے نہ کہ معرفت اسرار
 کی لہذا اس آیت سے حاضر و ناظر کے سلسلہ پر کوئی زد نہیں پڑتی۔

دوسرا جواب :- خان صاحب کے طرز استدلال پر یہ ہے کہ مقدم
النزول سورہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آپ منافقوں کو ان
کی علامتوں کے ذریعے پہچانتے ہیں اور چرب زبانی سے بھی پہچان لو گے
اور توخر النزول سورہ توبہ میں فرماتا ہے کہ بعض منافقوں کو آپ نہیں جانتے۔
اس سے صاف ظاہر ہے کہ ان میں ہی بعض منافقوں کا اتفاق آپ سے مخفی تھا
جین میں کوئی علامت بھی اتفاق کی نہ تھی اور نہ ہی کوئی قول اور فعل ان سے ایسا
سرزد ہوا تھا جو ان کے لفاظی پر دلیل ہوتا کیونکہ وہ اپنا اتفاق چھپانے میں کمال
درجہ کے ماہر تھے۔ اس سے ثابت نہیں ہوتا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ان
اعمال سے بھی بے خبر تھے کیونکہ یہ بات تسلیم کرنا کہ ان کا اتفاق درجہ کمال کو
پہنچا ہوا تھا مگر نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم نہ تھا سو یہ بات مقدم النزول آیت
کے خلاف ہے کیونکہ اسی آیت میں منافقہ علامتوں اور ردشس سے پہچان لینا
ثابت ہے۔ لہذا یہ موخر النزول آیت ہمارے عقیدہ کے خلاف نہیں۔ کیونکہ
حاضر و ناظر وہی دیکھتا ہے جو کسی سے وقوع میں آتا ہے۔

اعتراف :- حضرت کعب بن مالک سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ
اتنی فوج اور ہجوم آپ (نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے
ساتھ مارچ کر رہی تھی کہ اگر کوئی آدمی اس خیال سے شریک نہ ہوتا کہ جب تک
آسمان سے وحی نازل نہ ہو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس کی عدم موجودگی
کی اطلاع ہی نہیں ہو سکتی تو یہ اس کا خیال صحیح ہوتا ہے۔

جواب :- خان صاحب تو مردہ ضمیر ہیں ہی مگر اس طائفہ کے ایک بھی فرد

سے نہ تشریہ انظر ۱۵۔

کا ضمیر زندہ نہیں جو خان صاحب کو ملامت کرے کہ ایسی کذب بیانی سے شرم
کھائیں یہ خط کشیدہ عبارت اگر کسی حدیث میں ثابت کر دیں تو منہ ہانگا انعام
پائیں ورنہ انعام الہی لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلٰی الْكَافِرِینَ قبول کرنے میں توقف نہ فرمائیں
حدیث شریف میں تو صرف یہ الفاظ ہیں۔

فَمَا وَجَلَّ لِیَ یٰرَبِّیْ اَنْ یَّشْفِیَّ اِلَّا طَلَعْتُ اَنْفُکَ سِیِّئًا لِّمَا لَعْنُ
یَعْمَلُ فِیْہِ وَخُفَّ

ترجمہ :- کوئی شخص غائب رہنے کا ارادہ نہ کرتا مگر یہ گمان کرتے ہوئے
کہ میرا غائب ہونا آپ پر مخفی رہے گا جب تک میرے بارے میں وحی
نازل نہ ہو۔

یہ عامیوں کا گمان ہے معنی وارد اور حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا تو اس حد
سے کثرت لشکر بیان کرنا مقصود ہے ورنہ تو کیا غائب ہونے والا ہم سے بھی
چھوٹا اور سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سیدنا سلیمان علیہ السلام سے بھی
کم بصارت کے مالک ہیں کیا مسلمانوں کا یہ لشکر حضرت سلیمان علیہ السلام کے
لشکر جس میں انسان، جن، پرندے وندے شامل تھے اُس سے زیادہ تھا۔
اللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَتُوبُ اِلَیْکَ اَتُوبُ اِلَیْکَ لَا یُغْنِیْ عَنْ شَأْنِ مَحَبُّوْکَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ
وَالتَّسْلِیْمُ دَانِیًا اَبَدًا اَبَدًا۔

اعتراف :- خان صاحب کے وہ دلائل جن سے بے شعوری کی بنا پر
نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حاضر و ناظر نہ ہونے پر

استدلال کیا ہے۔

اولاً :- خروج دجال کے متعلق۔ وَاِنْ یَّغْضُجْ دَلَّتْ فِیْکُمْ ذُکْرُ

اَمْرًا حَاجِبًا فَعَلِمَ ہ اگر دجال نکلا اور میں تم میں نہ ہوں تو ہر شخص اپنا اپنا

زنی دار ہے۔

ثانیاً۔ وَوَدَّكَ رَاقِدًا رَاقِدًا اِحْضَاکَ مجھے یہ بات پسند تھی کہ میں نے اپنے بھائیوں کو دیکھا ہوتا ہے۔

ثالثاً۔ قُلْنَا كَيْفَ لَعَزْتَ مَنْ لَمْ يَمُتْ مِنْ اَمَلِكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ آپ نے اپنی امت کے ہر لوگ نہیں دیکھے قیامت کے روز انہیں کیسے پہچانے گا۔ رابعاً۔ قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَنْ قَامَتْ وَمَنْ لَمْ تَقُمْ صَاحِبُ نَعْرَضِ کی بار رسول اللہ ص کو آپ نے دیکھا اور جسے نہیں دیکھا فرمایا کہ اُس مَنْ قَامَتْ وَمَنْ لَمْ تَقُمْ ہے۔

خامساً۔ دو گروہ ایسے ہیں کہ جو دوزخ جائیں گے کھڑے مگر ہم نے ان کو دیکھا نہیں ہے۔

سادساً۔ مَا شَأْنُ ثَابِتِ بْنِ قَيْسٍ لَا مَرَأَةَ ثَابِتِ بْنِ قَيْسٍ کا کیا حال ہے ہم اُسے دیکھتے نہیں۔

سابعاً۔ وَ اِنْ كُنْتُمْ كُمْ اَوْ مَكَانَ بَعْضِ شَرِّكَوْا بِالشُّهَدَاءِ اگرچہ میں نے ان کی وہ جگہیں نہیں دیکھی ہیں جہاں جہاں وہ دن کو اترتے ہیں۔ ثامناً۔ لَعَلِّي لَا اُفَاكُكُمْ بَعْدَ غَائِظِ هَذَا۔ شاید کہ میں تمہیں اس سال کے بعد نہ دیکھ سکوں۔

۱۔ تسویر النواظر ص ۹۷۔ ۲۔ تسویر النواظر ص ۹۷۔

۳۔ تسویر النواظر ص ۹۷۔ ۴۔ ایضاً ص ۹۷۔

۵۔ ایضاً ص ۹۷۔ ۶۔ ایضاً ص ۹۷۔

۷۔ ایضاً ص ۹۷۔ ۸۔ ایضاً ص ۹۷۔

ثانیاً۔ فَإِنِّي لَا اَدْرِي لَعَلِّي اَنْتَ هُمْ بَعْدِي عَامِيَهُمْ هَذَا۔ ایک میں نہیں جانتا کہ میں ان سے اس سال کے بعد ملاقات نہ کر سکوں۔ ثالثاً۔ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي وَاللّٰهِ لَا اَدْرِي لَعَلِّي لَا اَلْقَاكُمْ بَعْدَ يَوْمِي هَذَا بِمَكَانٍ هَذَا۔ اے لوگو! خدا کی قسم میں نہیں جانتا شاید کہ میں تم سے آج کے دن کے بعد اس جگہ ملاقات نہ کر سکوں۔

جواب۔ یہ یہی احادیث کے بعض ٹکڑے جن سے خان صاحب نے اپنے عقیدہ پر دلیل پکڑی ہے ان سب کا اجمالی جواب عرض کر دیتے ہیں۔ ان اجزاء میں بعض وہ ہیں جن سے نہ دیکھنا اور ملاقات نہ کرنا مفہوم ہے سو وہ بتیسرے حیات دنیاوی اور چشم بصارت سے دیکھنا اور بعض وہ ہیں جن میں نہ جانتا مفہوم ہے سو وہ از روئے درایت کے ہے اور معنی درایت کے یہ ہیں۔

اَللّٰهُ لَا يَدْرِي لَعَلِّي لَا اَلْقَاكُمْ بَعْدَ يَوْمِي هَذَا۔ امام الاحناف علی قاری فرماتے ہیں:- الشَّيْءُ بِحَيْثُ لَيْسَ۔ دوامیت اتمل کے ساتھ کسی چیز کا علم حاصل کرنے کو کہتے ہیں۔ سو یہ با عدلہ اللہ تعالیٰ کے متافی نہیں۔

خان صاحب کی ایک اور حماقت:- يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُولُ عَذَابًا اَحْسَنُ قَالُوا لَا عَلَیْكَ اَلَلُّ اَنْتَ عَلٰمُ الْغُیُوبِ۔ ترجمہ۔ جس دن میں کریگا اللہ تعالیٰ رسولوں کو اکٹھے گا تم کو اپنی اپنی

۱۔ ایضاً ۲۔ ایضاً

۳۔ مرقات ص ۹۷۔ ۴۔ مرقات ص ۹۷۔

امت کی طرف سے کیا جواب دیا گیا۔ وہ بولیں گے ہم کو خبر نہیں تو
ہی ہے غیب والی۔

تمام پیغمبر اس سے لاطمی کا اظہار کریں گے رہا اس لاطمی کے اظہار کو تواضع
پر عمل کرنا جیسا کہ بعض مفتویں (بلکہ تمام مفتویں) نے کہا ہے تو درست نہیں کیونکہ
اگر کوئی اور نفس قطعی ایسی ہوتی جس سے صاف طور پر یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرات
انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بغیر استثناء کے ہر چیز معلوم ہے تو ہم تواضع
پر عمل کر سکتے تھے بلکہ

جواب :- واہ خان صاحب ہم نے بھی بہت دیکھے ہیں مگر آپ
سے کہ سوال تو ہوگا امتوں کے جوابوں کے بارے میں اور خان صاحب انبیاء
علیہم الصلوٰۃ والسلام کے جواب لَآ عِلْمَ لَنَا کو تواضع پر محمول کرنے کے لیے
بغیر استثناء کے ہر چیز کے علم پر نفس قطعی کے ثبوت کا مطالبہ کرتے ہیں ہر نفس
میں کہ بعض انبیاء اور ہمارے نبی علیہم الصلوٰۃ والسلام کو جو جواب دیئے گئے
وہ تو قرآن میں آج بھی موجود ہیں اور قرآن کی برکت سے تمام امت کو بھی علم
ہے تو جن کو جواب دیئے گئے ان کو علم کس طرح نہیں؟ اگر لَآ عِلْمَ لَنَا کو تواضع
پر محمول نہ کیا جائے تو اس جواب کی اور کونسی وجہ ہوگی۔ ہمیں یقین ہے کہ
خان صاحب بہت دیر در ضرور کوئی وجہ اپنی کتاب میں تحریر کرتے۔

اعتراف :- اِنَّكَ لَا تَذَرُنِي مَا اَحَدٌ شَاكَكَ (بخاری مسلم)
ترجمہ :- آپ نہیں جانتے کہ آپ کے بعد انہوں نے
کیا کیا نئی نئی باتیں اور ترکیبیں گڑھی ہیں۔

لے :- بلکہ تسوید النواظر ص ۱۱۰۔

اگر آپ حاضر و ناظر ہوتے یا آپ کو ان کا علم ہوتا تو اللہ تعالیٰ یا اس کے
فرشتے یہ نہ فرماتے کہ آپ کو علم نہیں ہے اور اسی حدیث میں اس کی تصریح موجود
ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائیں گے "وہ ہوں وہ بہت
جنہوں نے میرے بعد دین بدلا۔"

جواب :- اس حدیث پاک سے جو بات خان صاحب سمجھے ہیں وہ کوئی
وجہ سے مردود ہے۔

اقول تو قرآن مجید کی اُس آیت کے خلاف ہے جس میں اللہ تعالیٰ
فرماتا ہے۔

عَزَّوَجَلَّ عَلَيْنَا مَا عَلِمْنَا مِنْ شَيْءٍ لَّا نُنَبِّئُكَ بِهِمْ
گزرتی ہے۔

اگر امت کی برائیوں پر آپ کو اطلاع ہی نہیں تو گراں گزرتا چر معنی دارد۔
دوسرے عرض اعمال والی حدیث کے بھی معارض ہے۔

تیسرے طبرانی شریف کی اس روایت کے بھی خلاف ہے جس میں آپ
نے فرمایا ہے کہ

اِنِّي اَنْظُرُ الْيُسُفَا مَا هُوَ كَارِهُ الْيَوْمِ الْغَيَا مَاتَ۔

چوتھے مسلم شریف کی حدیث نے واضح کر دیا ہے کہ مَا تَذَرُنِي میں ہمزہ
استہنام مقدر ہے کیونکہ مسلم شریف میں ہے کہ اَمَّا شَعْرَتُكَ مَا عَجَلُوْكَ اَبَدَكَ
کیا آپ نہیں جانتے کہ آپ کے بعد انہوں نے کیا عمل کیے ہیں لہذا مَا تَذَرُنِي
کا معنی بھی یہ ہی ہے کہ اَمَّا تَذَرُنِي یعنی کیا آپ نہیں جانتے؟ یعنی باوجود علم ہونے کے

لے :- بلکہ تسوید النواظر ص ۱۱۰۔

پھر بھی آپ اپنا رعبے میں۔ لیکن یہ اپنا نام صرف بِسْمِ اللّٰهِ وَبِیْنِیْ وَرَبِّیْ رَحْمَہِمْ
کے تقاضا پر ہوگا۔

خان صاحب سے جب سلم شریف جلد ۲ ص ۲۲۹ کی روایت اُماشَعَرَتْ
کا جواب نہ مل سکا اور نہ ہی بن سکتا ہے تو دو میلے تراشے۔

پہلا جیلہ اور اس کا جواب :- اقول یہ کہ یہ روایت مسلم کی درجہ دوم کے
روایت سے ہے اور ان کے متعلق

فیصلہ امام سلم نے مقدمہ میں کر دیا ہے کہ "أَنَّ سَے خطا اور غلطی کثیر سرزد ہو جاتی
ہے۔"

لیکن خود ہی اس سے ناقابلِ صفحہ پر تحریر فرماتے ہیں کہ تمام اُمت کا اتفاق
ہے کہ بخاری و مسلم صحیح ہیں۔ سلم اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فرمانا کہ درجہ دوم
کے روایت سے خطا اور غلطی کثیر سرزد ہو جاتی ہے۔ یہ خان صاحب کو مضیہ
نہیں جب تک خطا و غلطی کا ثبوت نہ ہو۔ ورنہ تمام وہ روایات جو کہ درجہ دوم
کے روایت سے ہیں ناقابلِ اعتبار ٹھہرتی ہیں جس کی بنا پر مسلم شریف کی صحت
پر اُمت کا اتفاق غلط ثابت ہو جاتا ہے۔

دوسرا جیلہ دوم یہ تراشا کہ اُماشَعَرَتْ کا مجملہ اس کو نہیں چاہتا کہ پہلے
سے مخاطب کو علم ہو۔

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابوامار سے فرمایا۔
أَمَا شَعَرْتُ أَنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ كَذَّبَ بِي فِي الْجَنَّةِ فَاسْتَرْسَيْتُ
بِشْتِ حِسْرَانٍ۔ (الآخر بعدیث)

سہ :- تسویر التواظر ص ۱۶۔ کہ :- تسویر التواظر ص ۱۵۔

ترجمہ :- کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ جنت میں میری
ہنت عمران کا نکاح کر دیا ہے۔

اور یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جس سے یہ
ارشاد فرما رہے ہیں اس کو اس سے پہلے اس کی کیا خبر ہوگی بلکہ

جواب :- اس روایت پر قیاس کرتے ہوئے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام
کے علم کی نفی کرنا تو خود اپنے شعور کی فاختہ دینا ہے۔ کیونکہ یہ قیاس مع الفاروق
ہے کہیں سیدہ الاولیٰین والاخرین علیہ الصلوٰۃ والسلام اور کہاں ایک انبی صحتی
نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو خود فرماتے ہیں اَوْ تَبَيَّنَتْ عَلَیْکُمْ اَلْاَدْلٰیجُ وَ اَلْاَحْزَابُ
کہ مجھے یہ باتیں اور پھیلوں کا علم دیا گیا ہے۔ احوال اُمت سے مطلع ہونا تو لوازمات
نبوت میں سے ہے۔ بخاری شریف اور مسلم شریف میں باب الزواجر میں حدیث
موجود ہے کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا :-

اَللّٰهُ مَا اَلْعَصَابِیْۃُ مِنَ الذَّجَلِ الْعَصَابِیْۃُ جَزْءٌ مِّنْ سِیْقَةِ وَ اَرْبَعِیْنَ
جَزْءً مِّنْ اَشْبُوۡرٍ۔

یعنی انسان کا عصب نبوت کے جیسا تیس جزوں میں سے ایک جز ہے۔
اور جیسا تیس اجزاء کی تفصیل کرتے ہوئے قطب الواصلین سیدنا عبد العزیز دباغ
رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

مَا دَسَّکُمْ اَکْمَالُ حِفْظِمْ حَقٌّ یَحْفَظُ الْقُبُوۡرَ کُلَّهَا
اِذَا سَجَّحَ اَسْتَوۡا۔

ترجمہ :- چھٹا جز نبوت یہ ہے کہ نبی کا حافظہ اس کمال کا ہوتا ہے

سہ :- تسویر التواظر ص ۱۶۔

کہ ایک مرتبہ جس بات کو سن لے اُسے کبھی نہیں بھولتا۔ بلکہ بات کی مکمل صورت کو محفوظ رکھتا ہے۔

وَتَأْتِيهَا كَمَآلٍ يَبْعَثُ ۚ حَتَّىٰ يَبْصُرَ مِنْ أُنْفَى الْأَرْضِ مَا لَا يَبْصُرُ عَيْنُ ۚ عَاثِرُهَا كَالْمُحِيطِ حَتَّىٰ يَسْمَعَ مِنَ أُنْفَى الْأَرْضِ مَا لَا يَسْمَعُهُ عَيْنُ ۚ - الثَّانِي ۚ وَالْأَرْضُ تَكُونُ الْإِطْلَاقَ عَلَى الْغَيْبِ جَمَالُهُمْ يَنْقُلُهُ أَحَدٌ قَبْلَهُ - الثَّالِثُ ۚ وَالْأَرْضُ تَكُونُ الْإِطْلَاقَ عَلَى مَا سَيَكُونُ الرَّايِ وَالْأَرْضُ تَكُونُ التَّوَقُّفَ عَلَى أَسْرَارِ الْإِنْسَانِ وَحُبَّ تَبَهُؤِهِ

ترجمہ :- لوگوں جزیہ ہے کہ بصارت اس کمال کی ہوتی ہے کہ دور دراز سے بھی دیکھ لیتا ہے جس کو دوسرا کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ دیکھیں یہ ہے کہ زمین کے دوسرے کنارے سے بھی بات سنتا ہے جو کوئی دوسرا نہیں سن سکتا۔ یہاں سوال یہ ہے کہ غیب پر اطلاع ہوتی ہے جو اس سے پہلے کسی سے منقول نہ ہو تو ایسے سوال یہ ہے کہ آئندہ ہونے والے واقعات پر اطلاع ہوتا۔ چوں کہ سوال یہ ہے کہ انسانوں کے اسرار اور پوشیدہ باتوں پر اطلاع ہوتا۔

پھر فرماتے ہیں :-

إِنَّ النُّبُوَّةَ بَيِّنَاتٌ عَمَّا يَخْتَصُّ بِهِ النَّبِيُّ دَلِيلًا رَاقٍ بِهِ غَيْرُكَ وَهُوَ يَخْتَصُّ بِأَنْوَاعٍ مِنَ الْخَوَاصِّ مِنْهَا أَنْ يُكْرِفَ حَقُّكَ

سُئِلَ عَنْ كِتَابِ الْأَمْرِ ص ۸۲۔

الْأَمْرِ الْمُتَعَلِّقَةِ بِأَدْوَى وَصَفَاتِهِمْ وَصَفَاتِهِمْ وَتَأْتِيهَا كَمَآلٍ يَبْعَثُ ۚ حَتَّىٰ يَبْصُرَ مِنْ أُنْفَى الْأَرْضِ مَا لَا يَبْصُرُ عَيْنُ ۚ عَاثِرُهَا كَالْمُحِيطِ حَتَّىٰ يَسْمَعَ مِنَ أُنْفَى الْأَرْضِ مَا لَا يَسْمَعُهُ عَيْنُ ۚ - الثَّانِي ۚ وَالْأَرْضُ تَكُونُ الْإِطْلَاقَ عَلَى الْغَيْبِ جَمَالُهُمْ يَنْقُلُهُ أَحَدٌ قَبْلَهُ - الثَّالِثُ ۚ وَالْأَرْضُ تَكُونُ التَّوَقُّفَ عَلَى أَسْرَارِ الْإِنْسَانِ وَحُبَّ تَبَهُؤِهِ

ترجمہ :- یعنی نبوت ان خاص کمالات کا نام ہے جو نبی کے ساتھ مخصوص ہوتے ہیں جن سے نبی اور غیر نبی میں فرق کیا جاتا ہے اور وہ نبی بہت سارے خواص سے قصص کیا جاتا ہے ان میں ایک یہ ہے کہ نبی ان تمام معاملات (حوادث) قضاے اور اس کی صفات، فرشتوں اور آخرت کے ساتھ متعلق ہوتے ہیں، کی پوری پوری معرفت رکھتا ہے اور یہ معرفت غیر نبی سے مستزہ ہوتی ہے بلکہ معلومات کی کثرت اور یقین کی زیادتی اور تحقیق ایسی رکھتا ہے کہ غیر نبی کو نہیں ہوتی اور نبی میں ایک صفت ہوتی ہے کہ اس سے غیب میں ہونے والے واقعات کا اور اک کتاب ہے اور اس سے لوح محفوظ کا مطالعہ بھی کرتا ہے۔

یہ ہے نبی کی شان اور نبوت کی حقیقت۔ خلافت دہا یہ نجد یہ تو نبی کو بس مسجد کا ملاں ہی سمجھے ہوئے ہیں۔

العارف باللہ القبط الکبیر سیدنا احمد بن ادریس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

سُئِلَ عَنْ كِتَابِ الْأَمْرِ ص ۸۳۔

وَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَدْخُلُ الشُّوْكَةُ رُفَّ رِجْلِ أَحَدِكُمْ إِلَّا وَجَدَتْ الْمَهْلِكَةَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَقِيقَةً أَنْتَ كَمَا أَنَّ الشَّجَرَةَ لَا يَهْوِي وَرَقٌ وَخَشَوْنَ وَفُتُوخٌ وَتُؤَدُّ دَجْدُوعٌ وَنَهْسٌ وَتَمَرَةٌ وَحَقِيقَةُ الشَّجَرَةِ بَلَّ

ترجمہ :- نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں چبنا کا شام سے کسی کے پاؤں میں گر میں اس کی تکلیف پاتا ہوں۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم حقیقت کا نجات ہیں جیسا کہ ایک درخت کی ٹہنیاں پتے، شاخیں پھول، پھل اور تنہا وغیرہ ہوتے ہیں اور حقیقت سب کی وودخت ہوتا ہے۔

قرآن مجید، احادیث شریف، اولیاء کاملین کی تحقیق اور علماء و دانش کے ارشادات ان سب کو نظر انداز کر کے خان صاحب لکھنوی کی بیکار باجے کی سی ٹیپ ٹیپ کون سنا ہے

واقعہ افک کی حقیقت :- طائفہ و نابہہ نجدیہ اس واقعہ افک کو بیان کر کے عوام کو دھوکہ دینے کی

نا کام کوشش کرتے ہیں۔ لہذا خان صاحب نے بھی اس واقعہ سے استدلال کیا ہے کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاک و امیہ پر یقین نہ تھا۔ سو حدیث شریف کے وہ الفاظ جو نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جمع صحابہ میں نمبر پر رونق افروز ہو کر فرمائے تھے نقل کر دیتے ہیں اور فیصلہ ناظرین پر ہی رہا۔

قَالَ يَا مُنْشَرَّ الْمُسْلِمِينَ مَنْ يَنْذِرُنِي مِنْ رَجُلٍ قَدْ بَلَغَنِي عَنْهُ أَذًا فِي أَخِي. وَالله ما عَلِمْتُ عَلَى أَخِي إِلَّا خَيْرًا وَنَعْدَ ذَكَرَ رَجُلًا مَا عَلِمْتُ عَلَيْهِ إِلَّا خَيْرًا بَلَّ

ترجمہ :- آپ نے ارشاد فرمایا اے گروہ مسلمین تم میں سے کون میری طرف سے اُس شخص سے انتقام لے گا جس نے مجھے میری اہلیہ کے بارے میں اذیت دی ہے قسم ہے خدا کی میری اہلیہ کے بارے میں میرے علم میں سوائے بھلائی کے اور کچھ بھی نہیں اور جس مرد کا وہ ذکر کرتے ہیں۔ اُس کے بارے میں بھی میں سوائے بھلائی کے کچھ نہیں جانتا۔

چونکہ فریقین میں سوائے بھلائی کے اور کچھ بھی نہ تھا۔ اس لیے آپ کے علم میں بھی نہ تھا اگر کچھ ہوتا تو ضرور آپ کے علم میں ہوتا اور قسم بھی ہمیشہ مخاطب کو یقین دلانے کے لیے کھائی جاتی ہے۔ بھلا ان و نابہوں سے پوچھئے کہ جو بات مشکوک ہو یقینی یقینی نہ ہو اُس پر بھی کوئی قسم کھاتا ہے یا نہیں اللہ تعالیٰ اور اُس کا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور تحقیق و تحقیق تو رنگوں کا ایمان اور یقین آزماتے کے لیے مٹی اور جب ایماندار صحابہ نے بھی منافقوں کے خلاف ہی گواہی دی کیا تب بھی آپ کو یقین نہ آیا۔ جبکہ قرآن فرماتا ہے یٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْبَلُوْا مِنْهُمْ جِزْيَةً وَّلَا يَكُوْنُوْا فَوْقَ رُءُوسِكُمْ اُولٰٓئِكَ يَفْعَلُوْنَ اِنَّ عَسَۤى وَجْهِيْ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَا وَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

أَنَا قَاتِلٌ بِكَذِبِ الْمُتَمَنِّينَ لِأَنَّ اللَّهَ عَصَمَكَ مِنْ دَفْعِ
الذَّيَابِ عَلَى جِلْدِكَ لِأَنَّهُ يَقَعُ عَلَى الْخَبَاسَاتِ فَيَسْتَلْطِقُ بِهَا
فَلَمَّا عَصَمَكَ اللَّهُ مِنْ ذَلِكَ الْقُدْرَةِ مِنَ الْقُدْرَةِ فَكَيْفَ
لَا يَعْمَمُكَ عَنْ صُحْبَةٍ مَنْ تَكُونُ مُتَلَفِفَةً بِمِثْلِ هَذِهِ
الْعَاجِزَةِ.

وَقَالَ عُمَانُ إِنَّ اللَّهَ مَا أَرْفَعَ ظِلَّكَ عَلَى الْأَرْضِ إِذَا يَخْضَعُ
إِنْسَانٌ قَدَمَهُ عَلَى ذَلِكَ الْبَطْنِ فَكَلَّمَكَ بِكَفِّ لَحْدَةٍ مِنْ
دَحْصِ الْقَدَمِ عَلَى ظِلِّكَ كَيْفَ يُمْكِنُ أَحَدًا مِنْ تَلَوُّنِ عِزِّهِ
رُوحَتِكَ.

قَالَ عَنِ رَسُولِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِنَّ جَبْرِيْنَ أَخْبَرَكَ أَنَّ عَلَى لَيْلِيكَ
قَدْ دَاوَأَ أَسْرَكَ بِإِحْرَاجِ النَّعْلِ عَنْ دِجْلِكَ بِسَبَبِ مَا التَّمَسَّقُ
بِهِ مِنَ الْقُدْرَةِ فَكَيْفَ لَا يَأْمُرُكَ بِإِحْرَاجِكَ بِتَقْوِيرِ أَنْ
يَكُونُ مُسْتَطَمَّةً بِشَيْءٍ مِنَ النَّوَاحِشِ يَلُ

ترجمہ :- حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
خدمت میں عرض کیا کہ میں قطعی طور پر منافقوں کو چھوٹا کرتا ہوں اس
لیے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو محفوظ رکھا ہے کہ کبھی آپ کے
جسم پاک پر نیٹھے۔ کیونکہ وہ نجاست سے ٹوٹ رہتی ہے، سو وہ
کس طرح نہ محفوظ رکھے گا آپ کو ایسی بیہوشی سے جو کہ ایسی برائی
سے ٹوٹ ہو۔

لے :- تفسیر مدارک جلد ۳ ص ۳۰۰

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ
کا سایہ زمین پر نہیں پڑنے دیا تاکہ کوئی انسان اُسے اپنے قدموں
سے نہ روندے سو جب اس بات پر کسی کو قدرت نہیں دی تو یہ
کیسے ممکن ہے کہ کوئی آپ کی اہلیہ پاک کو ٹوٹ کرے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ جبریل علیہ السلام نے
آپ کو اطلاع دے دی تھی جبکہ آپ کی نعل پاک نجاست سے ٹوٹ
تھی اور آپ کو نعل اٹارنے کو کہا۔ بسبب اس نجاست کے تو جبریل
برائی سے ٹوٹ ہو اس کو نکالنے کا حکم کیوں نہ آپ کو دیا جاتا۔

حضرت سیدنا امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تو قطعی طور پر یقین ہے
کہ منافق چھوٹے ہیں لیکن وہابیوں کے نزدیک حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کے آقا و مولیٰ سیدنا ابیہم علیہم السلام کو یقین نہ تھا کہ منافق چھوٹے
ہیں۔

دوسرے یہ کہ جب نبی علیہ السلام نے منبر شریف پر یہ فرمایا کہ
خدا کی قسم میں اپنی اہلیہ کے بارے میں سوئے بھلائی کے کچھ بھی نہیں جانتا تو
یہ قول صحابہ کے نزدیک قطعی تھا یا نہ کیا آپ کے اس ارشاد کا انکار کفر تھا یا
نہ باقی رہا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو فرمایا
فَإِنْ كُنْتُ بِرَبِّكَ فَكَيْفَ كُنْتُ بِرَبِّكَ اللَّهُ إِنْ كُنْتُ أَمْسَيْتُ بِرَبِّكَ
فَأَسْتَغْفِرُكَ اللَّهُ يَلُ

ترجمہ :- اگر تو بری ہے تو غریق اللہ تعالیٰ تیری برکت ظاہر

لے :- بخاری شریف جلد ۳ ص ۳۰۱

کردے گا اگر تجھ سے کوئی گناہ (صغیر) سرزد ہوا ہے تو اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ۔

سورہ سیدہ کی دہائی اور مَا اَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فِيمَا كُنْتُمْ اٰیُوْكُمْ
کے پیش نظر تھا۔ کیونکہ لفظ الْمَمُوت کے معنی یہ ہیں۔

الْمُسْتَبْدِ بِذَنْبٍ اَوْ خَطِيئَةٍ يَدُ الْعَزِيزِ اَلَّذِي يُغْنِي عَنْكَ غَنَاهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ
وَقِيلَ لَكُمْ مَقَابِلَهُ الْمَعْنِيَّةُ مِنْ غَيْرِ الْيَقَاضِ يَهْمِي كَمَا كَانَتْ كَر
الْمُسْتَبْدِ بِغَيْرِ دَوْرٍ كَمَا كَانَتْ كَر
وَقِيلَ لَكُمْ مَقَابِلَهُ الْمَعْنِيَّةُ مِنْ غَيْرِ الْيَقَاضِ يَهْمِي كَمَا كَانَتْ كَر
وَقِيلَ لَكُمْ مَقَابِلَهُ الْمَعْنِيَّةُ مِنْ غَيْرِ الْيَقَاضِ يَهْمِي كَمَا كَانَتْ كَر

آخر میں ہم حاجی ابراہیم صاحب جو کہ اس عالم کے پیر و مرشد ہیں ان کا فیصلہ ناظرین کے پیشکش خدمت کرتے ہیں، حاجی صاحب فرماتے ہیں۔
لوگ کہتے ہیں کہ علم غیب انبیاء اور اولیاء کو نہیں ہوتا۔ میں کہتا ہوں کہ
اہل حق جس طرف نظر کرتے ہیں دریافت اور ادراک فیضات کا اُن کو ہوتا ہے
اصل میں یہ علم حق ہے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حد نبیہ (یعنی حضرت
عثمان کا واقعہ) اور حضرت عائشہ کے معاملات سے خبر نہ تھی اس کو دلیل اپنے
دعویٰ کی سمجھتے ہیں یہ غلط ہے۔

ایک اور جواب :- خان صاحب نے اکثر اعتراضات میں سورتوں کے شمول میں مقدم و متوخر کا سہارا لیا ہے کیا اس

جنگ پر نزول میں مقدم و موخر یاد نہیں رہا۔ سو ہم یاد دلا دیتے ہیں۔ سورہ نور جس کی بعض آیات واقعہ انکس کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔ اس سورہ سے پہلے سورہ احزاب نازل ہو چکی تھی جس میں ازواج پاک کی شان میں آیت تطہیر نازل ہو چکی تھی۔ دیکھو تفسیر القرآن لا ممانا السیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ص ۲۵۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

إِنَّمَا يَرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ
وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا

ترجمہ :- اللہ تعالیٰ ارادہ فرماتا ہے کہ اسے میرے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ازواجِ شہیں ہر قسم کی نجاست سے پاک فرمادے جیسا کہ پاک کرینکا حق ہوتا ہے۔

اور فرماتا ہے: وَاللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ اللہ کرگذاں ہے جو ارادہ فرماتا ہے۔
لہذا ثابت ہوا کہ واقعہ انکس سے پہلے ازواج پاک کے حق میں اُحیثِ تطہیم
نازل ہو چکی تھی کیا سید الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام واقعہ انکس کے موقع پر
یہ اُحیثِ بھول گئے تھے جو کہ ازواج کی پاکیزگی کی قطعی دلیل ہے کیا اس اُحیث
کے ہوتے ہوئے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاکیزگی کا یقین نہ تھا۔

وَإِذْ أَرَأَيْتَ الَّذِينَ يَخْرُجُونَ فِي آيَاتِنَا فَأَعْرَضُوا

عَنْهُمْ حَتَّى يَخْرُجُوا فِي حَدِيثِ عَبْدِ اللَّهِ وَرَأَى

ترجمہ :- اور جب دیکھے تو ان لوگوں کو جو مزان اڑاتے ہیں ہماری آیات سے تو ان سے کنارہ کر۔ یہاں تک کہ وہ مشغول ہو جائیں کسی اور بات میں اور اگر بھلاؤ سے تجھ کو شیطان تو مت بیٹھ یاد آنے کے بعد ظالموں میں۔

اس آیت سے صاف طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خلاف شرع مجالس میں شریک نہ ہونے اور حاضر ہونے کی قطعاً اجازت نہیں ملے۔

سجواب : ہر خان صاحب نے ترجمہ میں تحریف کی ہے مع القسم الغلغلین
کا ترجمہ تو کافر اور شرک لوگوں کی مجالس دوسرے یہ حکم دنیاوی حیات میں بغیر نفس
شریک ہونے کے بارے میں ہے کیونکہ آپ کی حیات ظاہرہ میں خلاف شرع
کوئی مجلس ہوتی ہی نہ تھی۔ لہذا نیک اور پاک مجالس میں شریک ہونے اور دیگر
مجالس کا اپنی جگہ خاص سے معائنہ فرمانے کے منافی نہیں۔

اعتراف :- خان صاحب فرماتے ہیں کہ اگر فیضکم رسول اللہ سے مراد یہ ہو کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر جگہ موجود اور حاضر ہیں تو بتلائیے کہ مختلف قسم کے اور گونا گوں عذاب دنیا میں پہلے بھی اور اب بھی کیوں ظاہر اور نازل ہوئے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا كَانَ الشَّيْءُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ يَا

یعنی اللہ تعالیٰ ایسا نہ کرے گا کہ اُن میں آپ کے بہرتے ہوئے اُن کو عذاب دے۔

تجواب :- اس عذاب سے عذابِ استیصال مزاوہ ہے جو گرفتِ امت تک نہیں آسکتا اور اگر عذاب کو عام رکھا جائے تو یہ حکم دنیاوی حیات کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔

اعتراف :- اگر جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبر میں حاضر ہیں تو ثابت ہوا کہ کسی بھی مردہ کو عذاب قبر نہ ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ہم آپ کی موجودگی میں سزا نہیں دیتے بلکہ

جواب : بیشک جس قبر میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خود رونق افروز ہوئے
 میں بوقت سوال منکر خیر و شقیص ہرگز معذب نہیں بلکہ اُس کو ارشاد ہوتا ہے اِنَّ
 کَونَا مَعَهُ اِنَّکُمْ دُوسِی سوجا جیسا کہ ایک دُلمین سوتی ہے باقی رہا منافقوں اور کافروں
 کا معاملہ تو نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے حصول نفع کے لیے ایسا ہی شرط ہے
 اللہ تعالیٰ کا ارشاد حق ہے نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام بری معاش بری جگہوں
 مشرکین کے گھر اور قبروں میں اور ہر وہ جگہ جہاں آپ کا جنس نفیس حاضر ہوتا
 کسر شان ہے بایں محض حاضر و ناظر ہیں کہ ایسے تمام مقامات آپ کے سامنے
 موجود ہیں اور آپ اپنے استاد عالیہ سے اُن کا معاشرۂ اور مشاہدہ فرماتے ہیں
 جیسا سیدنا عزرائیل علیہ السلام کے لیے روئے زمین ہے۔ اسی لیے امام الاحناف
 علی القاری رحمۃ اللہ الباری نے ارشاد فرمایا ہے کہ

لَا تَقُلْ رُوحَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ حَاضِرٌ فِي بَيْتِ أَهْلِ الْإِسْلَامِ كَيْفَ تَكُونُ
تعلق اہل اسلام کے ساتھ ہے وہ کسی دوسرے سے نہیں اگر علی قاری رحمۃ اللہ
نعمانی علیہ کے عقیدہ کے مطابق روح انور علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام وہابیوں کے

گھروں میں موجود نہیں تو انہیں فکر نہ کرنا چاہیئے کہ وہ کون سے گروہ میں سے ہیں۔

خان صاحب فرماتے ہیں اَللّٰهُ تَعَالٰی کا معنی
اَللّٰهُ تَعَالٰی پر اعتراضات :- ہے اَللّٰهُ تَعَالٰی کا حَقُّ بِاَعْلٰی اَیَّالِے

مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی میرے بتلانے سے آپ کو معلوم نہیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے بتلادیا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جان لیا تو اس پر اللہ تعالیٰ کا اطلاق ہوا۔ جواب :- خان صاحب اتنا بھی نہیں دیکھتے کہ جس واقعہ پر اللہ تعالیٰ اہل ہوا ہے وہ واقعہ اللہ تعالیٰ کے ماقبل مذکور ہوتا ہے یا مابعد۔ اس بات پر تو خود قرآن مجید شاہد ہے کہ واقعہ اللہ تعالیٰ کے بعد ہی مذکور ہے تو خان صاحب کے خیالات کے مطابق کہ اللہ تعالیٰ نے بتلادیا تو آپ نے جان لیا تو بتلانے سے پہلے اللہ تعالیٰ سے استفہام کیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اَللّٰهُ شَکَّوْا الَّذِیْ حَآجَّ اِبْرٰہِیْمَ خَلْفَ رَبِّہٖ ۔

کیا آپ نے اُس شخص کی طرف نہیں دیکھا جس نے ابراہیم علیہ السلام کے رب کے بارے میں ان سے جھگڑا کیا۔

اس آیت میں الذی کے ساتھ اُس شخص کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جب مشار الیہ کا مخاطب کو علم ہی نہیں تو اشارہ سے گفتگو کیسی۔ چونکہ روایت ثابت ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے واقعہ کو اِذْ قَالَ سے شروع فرمایا ہے اور منبرین کا اتفاق ہے کہ اُس سے ماقبل اِذْ کُنْ فَعَلَ مقتدر ہے اور معنی یہ ہیں کہ یاد کریں جب کہ ابراہیم علیہ السلام نے اور یاد دلانا جب ہی صحیح ہوتا ہے کہ مخاطب نے وہ

سُورۃ التوٰہیہ ص ۱۲۳ ۔ سہ پٹہ ہجری ص ۲۵۸ آیت ۲۵۸ ۔

واقعہ دیکھا ہو۔

اور سورہ یوسف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لَقَدْ نَعَّمْنَا عَلَیْکَ اَحْسَنَ النِّعَمِیْنَ بِمَا اَوْحٰیْنَا اِلَیْکَ ہٰذَا الْقُرْآنَ ؕ وَاِنْ کُنْتَ مِنْ قَبْلِہِمْ لَیْسَ الْغَافِلِیْنَ ؕ

ترجمہ :- ہم آپ کے سامنے اچھا قصہ بیان فرماتے ہیں اس لیے کہ ہم نے تمہاری طرف اس قرآن کی وحی بھیجی اور اگرچہ آپ اس بیان سے پہلے اس قصہ سے غافل تھے۔

یہ نہ فرمایا وَاِنْ کُنْتَ مِنْ قَبْلِہِمْ لَیْسَ الْغَافِلِیْنَ۔ چونکہ آنحضرت اس واقعہ پر روحانی طور پر شاہد تھے۔ لیکن توجہ اس طرف نہ تھی اسی لیے اللہ تعالیٰ شروع میں فرماتا ہے اِذْ قَالَ یُوسُفُ یعنی یاد کرو جب یوسف علیہ السلام نے کہا۔

اگر کوئی کہے کہ اگر یہ بات ہے تو صرف واقعہ کی طرف توجہ دلانا ہی کافی تھا۔ پورا واقعہ بیان کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ نبی اللہ تعالیٰ ہی بات کی طرف توجہ فرماتا ہے۔ جتنی بات کی طرف توجہ کا حکم ہو بغیر حکم الہی اللہ تعالیٰ کا نبی کسی بات کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ اور جن آیات قرآنیہ سے بظاہر یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام وہاں موجود نہ تھے مثلاً۔

وَمَا کُنْتُ لَدَہُمْ اِذَا جَمَعُوا اٰمْرَہُمْ ۔

تو نہ تھا پاس اُن کے جب انہوں نے معاملہ پر اتفاق کیا۔

سہ :- پٹ یوسف ص ۲۵۸ آیت ۲۵۸ ۔

سہ :- پٹ یوسف ص ۲۵۸ آیت ۲۵۸ ۔

○ — وَمَا كُنْتُ ثَاوِيًا فِي أَهْلِ مَدْيَنَ ۖ

اور قرنہ رہتا تھا مدین والوں میں۔

○ — وَمَا كُنْتُ لَدَيْهِمْ إِذْ يُلْقُونَ أَتْرَافَهُمْ ۖ

اور تم ان کے پاس نہ تھے جب وہ اپنی قوم سے قرع ڈالتے تھے۔

(کنز الایمان شریف)

○ — وَمَا كُنْتُ بِجَانِبِ الْعَرْشِ إِذْ قُضِيَ إِلَيَّ أَمْرُ مَا

كُنْتُ مِنَ الشَّاهِدِينَ ۖ

موجود کی جانب مغرب میں نہ تھے جبکہ ہم نے موسیٰ کو رسالت کا حکم

بھیجا۔ (کنز الایمان شریف)۔

یہ سب آیات عالم جسمانی کے پیش نظر ہیں اور عالم روحانی کے اعتبار سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام انبیاء علیہم السلام اور ان کے ساتھ جو بھی واقعات پیش آئے آپ ان پر حاضر تھے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقُولُوا قَوْلًا لَا حَقَّ لَهُ لَوْلَا أَنَا لَمْ يَخْلُقْ هَذَا الْبَشَرُ ۖ إِنَّمَا حَقُّهُ رَبُّ الْمَلَكُوتِ ۖ يُخْبِرُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۚ

پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندہ پر قرآن نازل فرمایا تاکہ آپ تمام جہانوں کے لیے نذیر (نبی) ثابت ہوں۔

اور فرماتا ہے۔

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلنَّاسِ وَبَشِيرًا وَنَذِيرًا ۚ

۱۔ پ اپنا قص ہے آیت ۳۵۔ ۲۔ پ آل عمران ہے آیت ۳۴۔

۳۔ پ اپنا قص ہے آیت ۳۶۔ ۴۔ پ الفرقان ہے آیت ۱۔

۵۔ پ سب ہے آیت ۲۸۔

نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر تمام انسانوں کے لیے بشیر اور نذیر بنا کر۔

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام خود ارشاد فرماتے ہیں۔

كُنْتُ أَقْلَ النَّاسِ فِي الْخَلْقِ وَأَخْرَجَهُمْ فِي أَنْبِئَتِهِ ابْنُ سَعْدٍ عَنْ

قَتَادَةَ قَالَ الشَّيْخُ حَنِيفٌ صَحِيحٌ ۖ

میں پیدا اللہ کے مخلوق سے تمام انسانوں سے اقل ہوں اور بعثت کے

مخلوق سے آخر۔

علامہ عزیزی فرماتے ہیں۔

بِأَنَّ جَعْدَةَ اللَّهِ حَقِيقَةً تَقْصُرُ عَنْهَا عَنْ مَعْرِفَتِهَا وَتَقْصُرُ

عَنِهَا وَصِفَتِ الْبُيُوتِ مِنْ خَالِكِ الْوَقْتِ فَكَانَ هَذَا إِلَهُ بَاطِلًا

شَعًا ظَاهِرًا ۖ

یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک ایسی حقیقت بنایا کہ ہماری عقل اس

کی معرفت سے قاصر ہے اور اسی وقت سے آپ کو وصف نبوة

عطا فرمایا پس یہ از روئے باطن تھا پھر آپ کا ظہور ہوا۔

ایک دوسری روایت میں ہے۔

كُنْتُ نَبِيًّا أَدَمَ بَيْنَ الرُّوحِ وَالْجَسَدِ ۖ قَالَ الشَّيْخُ حَنِيفٌ

صَحِيحٌ ۖ

یعنی میں نبی تھا حالانکہ آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔

علامہ منادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں۔

۱۔ السراج المنیر شرح جامع صغیر جلد ۳ ص ۱۱۔

۲۔ السراج المنیر جلد ۳ ص ۱۱۔ ۳۔ السراج المنیر جلد ۳ ص ۱۱۔

قَوْلُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُنْتُ نَبِيًّا لِمَنْ يَعْلُ كُنْتُ
النَّاسَ وَلَا كُنْتُ مَوْجُودًا بِإِشَارَةِ الْإِلَهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ كَانَتْ مَوْجُودَةٌ فِي أَزَلِ الْخَلْقِ الزَّمَانِ فِي عَالَمِ الْغَيْبِ
وَدُونَ عَالَمِ الشَّهَادَةِ فَلَمَّا اسْتَقْبَلَ الزَّمَانُ بِالْإِسْمِ الْبَاطِنِ
إِلَهُ وَجُودِ جَسَدِهِ وَارْتِبَاطِ الشَّرْحِ بِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
اسْتَقْبَلَ حُكْمَ الزَّمَانِ فِي جَسَدِهِ يَأْتِيهِ إِلَى الْإِسْمِ الظَّاهِرِ فَيَقْبَلُ
بِذَاتِهِ جَسَدًا وَرُوحًا فَكَانَ الْحُكْمُ لَهُ بِاطْنِ الْإِلَهِ فِي كُلِّ
مَا ظَهَرَ مِنَ الشَّيْءِ عَلَى أَيْدِي الْأَنْبِيَاءِ وَالرُّسُلِ

ترجمہ :- نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول سے کنت نبیاً فرمایا اور
نہ فرمایا کہ میں انسان تھا اور نہ فرمایا کہ میں اس جسم سے موجود تھا اس
بات کی طرف اشارہ ہے کہ آپ کی تہرت اول زمانہ سے عالم
غیب میں موجود تھی مگر عالم شہادت میں جب آپ کا وہ باطن
کا زمانہ ختم ہوا تو آپ جسم اور روح کے ساتھ ظاہر ہوئے۔ پس
دور اول سے باطنی طور پر آپ ہی کا حکم تھا ان تمام شرائط میں جو
انبیاء اور رسولوں کے ہاتھوں سے ظاہر ہوئے۔

اور علماء اہل سنت نے اس آیت (وَسَيَرْحِي اللَّهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ)
سے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روایت اعمال پر جو استدلال کیا ہے وہ حق
ہے کیونکہ اس آیت میں لفظ دوست صاف طور پر مذکور ہے جس کے دو افعال
ہیں ایک اللہ تعالیٰ جس کا دیکھنا اس حیثیت کا ہے کہ اس پر کوئی چیز مخفی

سہ ۔ شرح جامع صغیر لنادی ۔

نہیں بلکہ اعمال کے ظہور سے پہلے بھی وہ جانتا ہے دوسرے نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ
والسلام لیکن آپ کا دیکھنا اللہ تعالیٰ کے دکھانے سے ہے اور یہ دیکھنا آپ
کے لوازمات تہرت میں سے ہے۔ لہذا دونوں فاعلوں کا دیکھنا اپنی اپنی شان
کے مطابق ہے۔ خان صاحب کا یہ کہنا کہ یہ آیت صرف منافقوں کے اعمال کی
رویت پر دلالت کرتی ہے غلط ہے۔ کیونکہ آیات قرآنیہ کا اگرچہ مورد خاص ہوتا
ہے۔ لیکن حکم عام ہوتا ہے۔ درجہ تہرت باہر است لازم آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی سوائے
منافقوں کے اور کسی کے بھی اعمال نہیں دیکھتے اور جس آیت میں اللہ تعالیٰ اور
نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مومنین کا بھی ذکر ہے وَسَيَرْحِي اللَّهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ
وَالْمُؤْمِنُونَ یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام اور
مومنین تمہارے عمل دیکھ لیں گے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ مومنین بھی حاضر و غا
ہیں کیا خان صاحب کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور مومنین میں
مرتبہ کے لحاظ سے کوئی فرق ہے یا نہیں۔ مومنین کے حق میں رویت یعنی علم ہے
وہ بھی باطلح النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ خان صاحب خود ہی شاہد کے معنوں میں
یہ تحریر کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور عام انسانوں
کے بارے میں ایک ہی لفظ استعمال ہوتا ہے تو اس کا ترجمہ ہر ایک کی شان کے مطابق
کرنا چاہیے اور یہ قاعدہ بھی درست ہے لیکن اس مقام پر خان صاحب فرق مراتب
کا باطل خیال نہ رکھتے ہوئے فرماتے ہیں۔

۱۰ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور عام مومنین میں اس صفت کے
لحاظ سے کوئی فرق نہ ہوا سہ

سہ ۔ تفسیر الزواجر ص ۱۳۶ ۔

یہ بات خان صاحب نے مولانا محمد عمر وامت برکات کے اس قول پر کرادیا۔
کرام بھی دیکھیں گے تمہارے اعمال اعتراض کرتے ہوئے فرمائی ہے۔ حالانکہ مومنین
کا ملین کا اعمال دیکھنا عقلاً اور نقلاً درست ہے حدیث پاک میں ہے۔

اَقْتُوا فِرَاسَةَ الْمَوْمِنِ اِنَّهُ يَنْظُرُ بِنُورِ اللّٰهِ۔

یعنی مومن کی فراست سے ڈرو وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے۔

علامہ مناوی نے اس حدیث کی شرح میں فرمایا ہے۔

کہ جو یہ اُس نور کے جو کہ مومن کے قلب پر چمکتا ہے۔ حقائق مومن پر روشنی
سوجاتے ہیں مافی الضمائر پر اطلاع ہو جاتی ہے۔ لیکن باوجود اس کے پھر بھی
مومن کسی طرح بھی اس صفت میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ
شریک نہیں۔

اہلسنت کی دلیل اور گھڑوی کا اعتراض

اہلسنت کا و ما آؤ سنک انہ رخصۃ للعالمین سے نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ
والسلام کے حاضر و حاضر ہونے پر استدلال اور دلیلیہ تنبیہ کا اعتراض۔

اہلسنت کا ایمان ہے کہ سیدنا و مولانا، نبوتنا، مرشدنا حضرت محمد مصطفیٰ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مرتباً پارحمت ہیں اور عالم کائنات کے ذرہ ذرہ کو ہر وقت
برآکن اپنا فیض رحمت پہنچا رہے ہیں۔

عارف باللہ علامہ مناوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔

لے۔ شرح جامع صغیر جلد ۱ ص ۴۴۔

فنبینا صلی اللہ علیہ وسلم رحمة للعالمین ولولا رحمة بنامنا
بقی منا احد۔

ترجمہ یہ پس ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام جہانوں کے لیے
رحمت ہیں اور اگر آپ کی رحمت کا تعلق ہمارے ساتھ نہ ہو تو ہم میں
سے کوئی بھی باقی نہ رہے۔

لیکن خان صاحب فرماتے ہیں۔

” بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمام جہانوں
کی اصلاح و فلاح کے لیے بھیجا ہے اور آپ کا رسول بنا کر بھیجتا خدا
تعالیٰ کی تمام جہانوں پر رحمت کرنا ہے۔“

جواب :- پہلی بات تو یہ ہے کہ خان صاحب عالمین کا مفہوم اور معنی
نہیں جانتے۔ دوسرے بھیجنے کے مفہوم سے بھی ناواقف ہیں۔ اگر بھیجنے سے
آپ کا جسم پاک کے ساتھ تشریف لانا اور مبعوث ہونا مراد ہو تو آپ کی بعثت
کے ماقبل دلوں کو شامل نہیں کیونکہ عالمین کا اطلاق ماسوا اللہ کے سب پر آتا
ہے۔ اس لیے خان صاحب کا معنی درست نہیں تھا۔ جب تک نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ
والسلام کے وجود پاک کو خواہ عالم باطن میں ہوں خواہ عالم ظاہر میں رحمت و تسلیم
کیا جائے ہرگز ہرگز رحمت اللعالمین کا مفہوم نہیں بنتا اور حقیقت بھی یہی ہے
کہ آپ کا وجود ہی رحمت ہے اقل خلق سے زمانہ بعثت تک عالم غیب
میں آپ رحمت تھے۔ جب جسم پاک کے ساتھ عالم ظاہر میں تشریف لائے تو آپ
رحمت اور جب عالم برزخ میں تشریف لے گئے پھر آپ رحمت۔ لہذا آپ

لے۔ تفسیر صاری جلد ۱ ص ۴۶۔ لے۔ تفسیر الزواجر ص ۴۶۔

رحمۃ اللعالمین ثابت ہوئے۔ سو صاحب یہ حقیقت ہے تو ثابت ہوا کہ کائنات کا کوئی فرد بھی آپ کے فیض رحمت سے محروم نہیں لیکن حصہ اپنے اپنے مقام کے مطابق۔

لہذا فیض کو مستفیض کا ہر گھڑی ہر آن علم ہونا ثابت ہوا اور یہ علم بذریعہ مشاہدہ ہی ہے۔ ذکر ہر وقت ہر ایک کے حال کی بذریعہ وحی آپ کو اطلاع دی جاتی ہے۔ وہابیوں کا عقیدہ یہ ہے کہ رحمۃ اللعالمین ہونا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص نہیں ہے۔

اہلسنت کی دوسری دلیل اور گھڑی کا غرض

اہل سنت کی دوسری دلیل اِنَّ رَحْمَةً اللّٰهِ قَرِيبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِینَ۔

خان صاحب اس پر ارشاد فرماتے ہیں۔

اگر بالفرض اس آیت سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ وسلم کی ذات گرامی ہی مراد ہے تو آپ صرف محسنین کے لیے حاضر و ناظر ہوں گے۔

جواب۔ محسنین کی قید سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کے علاوہ کسی دوسرے کے باطل قریب نہیں کیونکہ محسنین کے ساتھ ایک خاص قرب مراد ہے وگرنہ تو ان مندرجہ ذیل آیات کا جواب کیا ہوگا۔

ان اللہ مع المتقین۔ اللہ پر سب گاروں کے ساتھ ہے۔

لہ۔ ہ۔ فتاویٰ رشیدیہ کاں ص ۴۹۔

لہ۔ ہ۔ تفسیر امرواظر ص ۳۳۔

ان اللہ مع المحسنین۔ اللہ نیکو کاروں کے ساتھ ہے۔

ان اللہ مع الصبرین۔ اللہ تعالیٰ صابروں کے ساتھ ہے۔

کیا ان آیات کا یہ مغز ہے کہ اللہ سوائے ان کے اور کسی کے ساتھ نہیں ہوگا۔

دھو معکم اینما کنتم وہ تمہارے سب کے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو۔ ثابت ہوگا متقین، محسنین، صابرین کے ساتھ ایک خاص قربیت کا ساتھ ہے۔ درہم عام معیت سب کو حاصل ہے۔

خان صاحب ہر جگہ اور بار بار اس بات پر زور ایک مٹمہ اور اس کا حل۔

دیتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام گندی مجالس میں بلکہ جس گھر میں فوطیوں وٹاں حاضر نہیں ہوتے کیونکہ ایسی مجالس اور ایسے گھروں سے تو فرشتے بھی بھاگتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ آج دیکھے ہر

گھر صم کہہ اور بخت خاد ہوا ہے اور ان فوطیوں کا عقیدہ یہ ہے کہ آپ ہر جگہ موجود و حاضر ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ خان صاحب نے صرف فوطی کا تو ذکر کر دیا لیکن

دو چیزیں اور بھی تو ہیں جن کی موجودگی سے فرشتے گھر میں داخل نہیں ہوتے چہ جائیکہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام وہ دو چیزیں یہ ہیں۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد

فرمایا کہ نہیں داخل ہوتے اس گھر میں فرشتے ہوں جس میں فوطی یا جینی آوی

لینی جس پر مثل فرض ہو۔ اس حدیث کو بھی یاد رکھیں اور اس طائفہ ولایت کے غوث الاعظم رشید احمد لکھنوی کی بھی پیٹھے وہ فرماتے ہیں کہ

میں نے ایک رات حالت جنابت میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کی

لہ۔ ہ۔ تذکرۃ الرشیدیہ ص ۳۳۔

ناظرین خود فیصلہ فرمائیں کہ سچا ہے یا پہلے

ماكنت تقول في هذا الرجل بمرأى

جب کوئی آدمی یا مقام یا کوئی بھی چیز مشہور و معروف ہو یا جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہو تو اس کو حاضر کے ساتھ تعبیر کرنا جائز اور صحیح ہے۔ اگرچہ وہ پاس حاضر اور موجود نہ بھی ہو اور گویا احتمال عام کے مقابلہ میں قلیل ہے لیکن ہے ضروری۔
جواب در مطلق کی عبارت در يجوز على قللة فقط انما ظرفا متل هذا الرجل و ان كان غائبا۔ یعنی کبھی کبھی حاضر کے لفظ سے غائب کو بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس سے ہم کو اختلاف نہیں۔ سوال تو صرف یہ ہے کہ لفظ هذا کا موضوع لہ کیا ہے اس کا جواب مطلق کی مذکورہ عبارت میں ہی موجود ہے کہ صاحب مطلق نے لفظ حاضر بدل کر اس کی مثال هذا الرجل دی ہے ثابت ہوا کہ لفظ هذا کا قیاساً احتمال حاضر کے لیے ہی ہے۔ جب حقیقت اور اصل سے تجاوز اور عدول پر کوئی دلیل یا قرینہ قوی موجود نہ ہو عدول ہرگز جائز نہیں۔ لہذا حضور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قبر میں حاضر ہونا ثابت ہوا۔ ہماری اس تقریر سے خان صاحب کے دیگر دلائل اور ثبوتیں ہیا منشور ہو گئیں اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کا جواب علی القاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ دیا ہے۔

قلت على تقدير صحة ما يحتمل ان يكون مقيد البعض دون بعض والا فلهذا ان يكون مختصا بمن ادركه في

سنة ۱۱۰۰ قسود الزاظر سنة ۱۱۰۰

حياتهم عليه الصلوٰۃ والسلام وتشرف جردية
خدمته الشريفة۔

ترجمہ۔ ہم میں کہتا ہوں بالتقدیر صحیح ہونے اس بات لسانی دکھانے جاتے ہیں مقبور کو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے احتمال ہے کہ آپ کا دکھایا جاتا بعض کو تنہا ہوا اور بعض کو تنہا ہونا ہر بات یہ ہے کہ یہ معاملہ خاص ہے ان لوگوں کے ساتھ جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حیات مبارک میں پایا اور آپ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

بہر حال یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ حجاب ہماری طرف سے ہے نہ کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے اور اعلیٰ حضرت ستیہ الامام احمد رضا خان صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عبارت کو نہ معلوم سرکار جو تشریف لائے ہیں یا رد منہ مقدمہ سے پردہ اٹھا دیا جاتا ہے۔ شریعت کے کچھ تفصیل نہ فرمائی۔ خان صاحب کو تنہا نہیں کیونکہ اس میں تفصیل کی نفی ہے نہ کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقبور کے سامنے حاضر ہونے کی۔

اور خان صاحب نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قبروں پر حاضر نہ ہونے پر زمین واقعات سے استدلال کیا ہے۔ ان کا جواب امام الاحناف علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ دیا ہے۔

قلنا كان ثمة حق التقدم في الصلوة فتعلم انما تعالیٰ الشجب
اولی بالمؤمنین من الفسھم ولولای حق الاعادة

سنة ۱۱۰۰ قسود الزاظر سنة ۱۱۰۰ شرح القاری علی قاری ص ۱۱۰۰

ترجمہ :- ہم کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نماز کے معاملہ میں حق تقدم حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ النبی اولیٰ بالصومین من النہم اور ولی کو نماز کے اعادہ کا حق ہے۔

چونکہ صحابہ کرام کا آپ کو جنازہ کی اطلاع نہ دینے میں غبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حق تلفی تھی اور میت کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعا سے غلام رکھنا بھی عطا اس لیے آپ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اطلاع دینے بغیر کوئی میت دفن نہ کیا کرو کیونکہ میری دعائیت کے لیے رحمت ہے لہذا یہ قبر میں حاضر ہونے کے غفلت نہیں۔ خان صاحب کا یہ کہنا کہ فریق مخالفت آپ کی موجودگی میں خود کہوں نماز جنازہ پڑھاتے ہیں نماز خود پڑھاتے ہر خطبہ خود پڑھتے ہر فتویٰ خود دیتے ہو۔ سو یہ قول جہالت پر مبنی ہے کیونکہ یہ اور ایسے سب امور دنیاوی حیات سے تعلق رکھتے ہیں۔ کیا اس دوا تکلیف سے روپوش ہوجانے کے بعد بھی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم احکام کے مشکلات ہیں۔ کیا مفروض کی منتقل کے پیچھے عبادت جائز ہے۔ ایسی چربا تیں کرنا تو صرف فقدان عقل کی دلیل ہے۔

لکھنوی کا عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

”خان صاحب“ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اس شعر

دیو کے بندوں سے ہم کو کیا عرض
ہم ہیں عبد المصطفیٰ پھر کچھ کو کیا

کا جواب یوں دیتے ہیں۔

ہم تو ہیں اللہ کے بندے سچی۔ تو ہے عبد المصطفیٰ پھر ہم کو کیا۔

بالکل درست ہے کہ مذکورہ متن سے وہی چیز باہر آتی ہے جو اس میں موجود ہو یہ حقیقت ہے کہ خان صاحب کیا سارا طائفہ ہی اس منصب عالی سے ازلی طور پر محروم ہے۔ کیونکہ عبد المصطفیٰ ہونا کوئی معمولی بات نہیں اور ہر ایک بد نصیب کا حقہ بھی نہیں۔ تمام انبیاء علیہم السلام والستلام اور تمام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور دیگر اولیاء کرام سبھی عبد المصطفیٰ ہیں۔ سوائے منافقوں اور مشرکوں کے قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے کہ۔

قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَتِي اللّٰهِ ۖ

یعنی اے نبی آپ فرمادیں کہ اے میرے بندوں جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کر لی ہے۔ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا۔

حضرت حاجی اعاد اللہ مہاجر کئی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو کہ اس طائفہ کے نقیب وقت رشید احمد صاحب کے پیرو مشد میں فرماتے ہیں۔

”چونکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واصل بحق ہیں اس لیے عباد اللہ کو عباد الرسول کہہ سکتے ہیں جب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ لَآ تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَتِي اللّٰهِ ۖ مثلاً آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ مولانا اشرف علی صاحب نے فرمایا قریبہ بھی انہی جنوں کا ہے۔ آگے فرماتا ہے لَآ تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَتِي اللّٰهِ ۖ اگر مرجع اس کا اللہ ہوتا تو ضرورتاً رحمتی نہا کہ مناسب

لے۔ پتہ الزمر ص ۳۱ بیت ۱۳۔

مسئلیاں موجود و حاضر است پس مصلیٰ باید کہ ازیں معنی آگاہ باشد
 و ازیں شہود و غافل نہ بود تا با نوار قرب و اسرار معرفت منور و فائض گردد
 یعنی عارفین میں سے بعض فرماتے ہیں کہ یہ خطاب اسی لیے ہے کہ حضور
 کی حقیقت تمام موجودات کے تمام افراد میں سرایت کیے ہوئے ہے اور
 نبی اکرم نمازیوں کی ذاتوں میں موجود ہیں۔ پس نمازی کو چاہیے اس حقیقت اور
 شہود سے غافل نہ ہوتا کہ نوار قرب اور اسرار معرفت سے منور اور فائض ہو۔
 اہل سنت نے اس سید خطاب سے بھی نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے
 حاضر و ناظر ہونے پر استدلال کیا ہے خان صاحب گنگوڑی اس کا جواب
 یوں ارشاد فرماتے ہیں۔

”صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۰۰ وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت
 ہے فرماتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی تو ہم
 انبیاء میں اسلام علی النبی پڑھا کرتے تھے۔“

یعنی اہل سنت کا تشہد میں خطاب سے استدلال ہرگز درست نہیں۔
 میں عرض کرتا ہوں کہ خان صاحب اس روایت کی حقیقت سے بالکل
 ناواقف ہیں ورنہ اس کا یا اس جیسی دیگر روایات کا سہارا لیتے۔

اما الاحناف علی قاری مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔

اما قول ابن مسعود قلنا فتقول فی حیاة رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسلام عینک ایضا النبی قلنا

سہ :- اشتقاق اللفظ عند النبی ۔ سہ :- تسویۃ التواضع ۔

قبض علیہ السلام قلنا السلام علی النبی فہو روایۃ الخ
 عوانہ و روایۃ البخاری الا صحیح متفقاً بکلیت ان ذلک لیس
 من قول ابن مسعود بل من فہم الراوی عنہ و لفظہا
 قلنا قبض قلنا السلام یعنی علی النبی فتقول قلنا السلام یعنی انہ
 الذیہ مستمر دایم علی مکانہ علیہ فی حیاتہ و بعد انہ اراد عرضنا عن
 الخطاب و اذا احتل اللفظ لم یبق فیہ دلالة کذا ذکر ابن
 حجر۔

ترجمہ :- لیکن ابن مسعود کا قول کہ ہم نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات
 میں السلام عینک ایضا النبی پڑھتے تھے جب آپ کی وفات
 ہو گئی تو ہم نے اسلام علی النبی پڑھا یہ ابی عوانہ کی روایت ہے
 اور بخاری شریعت کی روایت زیادہ صحیح ہے اُس سے جس نے
 بیان کیا کہ یہ قول ابن مسعود کا نہیں ہے بلکہ اس کو روایت کرنے والے
 سے سمجھا ہے اور اُس کے الفاظ ہیں کہ جب آپ وفات پا گئے
 (راوی کا کہنا ہے) ہم نے پڑھا سلام ہو یعنی نبی پر اسلام علی النبی
 پڑھا اس میں احتمال ہے کہ مراد اُن کی یہ ہے کہ ہم اسی طرح پڑھتے
 رہے جس طرح آپ کی حیات میں پڑھتے تھے اور یہ بھی احتمال ہے
 کہ مراد اُن کی یہ ہو کہ ہم نے وفات کے بعد یہ خطاب عرض کیا اور جب
 نظر میں احتمال ہو تو اس میں دلالت باقی نہیں رہتی اسی طرح ذکر کیا
 ابن حجر نے فتح الباری میں۔

سہ :- مرقات جلد ۲ صفحہ ۲۲۲۔

لہذا یہ روایات اہل سنت کو مستر اور خان صاحب کو مفید نہیں۔

خان صاحب لکھنوی کا مدارج النبوت اور احیاء العلوم کی عبارت کو نہ سمجھنا

حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔

و احضر فی قلبک النبی صلی اللہ علیہ وسلم و شخصہ

انکرمیم و قل سلام علیک ایہا النبی

ترجمہ :- یعنی اپنے قلب میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات گرامی کو حاضر
کر اور کہہ سلام علیک ایہا النبی۔

سیدنا شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تتمہ مدارج النبوت
جلد ثانی میں فرماتے ہیں۔

ذکر کن اور اور و نہ و نہرست بروے علیہ السلام و باش در

حال ذکر گویا حاضر است پیش تو۔

ترجمہ :- ذکر کر اور درود پڑھ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اور حالت

ذکر میں ایسا رہ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تیرے سامنے حاضر ہیں۔

خان صاحب نے اپنی جہالت کا یوں اقرار کیا ہے۔

”دل میں حاضر اور تصور ہندھ کا معنی تو جانتے ہی ہوں گے اگر جناب

سے :- احیاء العلوم جلد ۱ ص ۱۹۵۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حقیقی طور پر حاضر و ناظر ہیں تو دل میں حاضر کرنے
اور تصور ہندھ سے کیا مطلب ہے۔ اس کو اسی طرح سمجھیے جیسے آنحضرت صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اعبد و بک کانک شہادۃ کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اس
طور پر کر کہ گویا تو خدا کو دیکھ رہے ہو۔

خان صاحب نے امام غزالی اور شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہما کی عبارت کا مطلب
سمجھانے کے لیے حدیث شریف کا جو جملہ تحریر فرمایا ہے اس نے اہل سنت کے
عقیدہ ہی کی تائید کی ہے۔ کیونکہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمانا کہ اللہ تعالیٰ
کی عبادت اس طور پر کر کہ گویا تو اسے دیکھ رہے ہو۔ یہ اس چیز کے پیش نظر ہے
کہ نمازی بارگاہِ خداوندی کا پورا پورا ادب رکھے کہ میں اللہ تعالیٰ کے سامنے
حاضر ہوں۔ کیونکہ حجابِ غمازی کی طرف سے ہے نہ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف
سے۔ اللہ تعالیٰ تو حاضر ناظر ہے۔ اسی طرح امام غزالی اور شیخ محدث دہلوی
نے علام کو بارگاہِ رسالت کے آداب کو ملحوظ رکھنے کو ارشاد فرمایا۔ کیونکہ حجب
ذاکر نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے دل میں یا سامنے حاضر یقین کرے گا
تو آداب بھی ملحوظ رہیں گے۔ امام غزالی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور نبی اکرم
علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول میں ایک قدر مشترک ہے۔ وہ آداب کا لحاظ ہے۔
سو اگر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاضر و ناظر نہیں تو لحاظ آداب پر معنی وارہ۔
لہذا اس قدر مشترک نے یہ بات ثابت کر دی کہ اللہ تعالیٰ اور نبی اکرم
علیہ الصلوٰۃ والسلام حاضر و موجود ہیں۔ حجاب اگر ہے تو ذکر اور نمازی کی طرف
سے ہی ہے ورنہ تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ بھی حاضر موجود نہیں

سے :- تصویر الزواجر ص ۱۱۰۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پرہیزی دیکھنے کا تصور باندھنے کو ارشاد فرمایا ہے۔
یہ بات خوب یاد رہے کہ کسی ذات کا نظر نہ آنا عدم موجودگی کو مستلزم نہیں لیکن
پاس ادب موجودگی کو مستلزم ہے۔

گکھڑوی کا مصنف انوار ساطعہ پر بہتان

خان صاحب گکھڑوی کا مصنف "انوار ساطعہ پر" بہتان کہہ "یا" حرف
نڈا سے حاضر و ناظر مراد لینے والے کو کافر اور مشرک سمجھتے ہیں۔
حالانکہ خان صاحب نے انوار ساطعہ کی جو عبارت نقل کی ہے اس میں
یہ جملہ موجود ہے۔

"کیا ضرور کہیوں کہو یہ شخص خدا کی طرح حاضر و ناظر حیاں کر چکا رہا ہے؟"
بیشک صرف انوار ساطعہ کے مصنف کا ہی نہیں بلکہ ہمارا سب کا یہ عقیدہ
ہے کہ مخلوق کے کسی فرد کو کسی بھی صفت میں اللہ تعالیٰ کی طرح ماننا شرک و کفر
ہے۔ "یا" حرف نڈا سے پیکار نا تو صرف نجدیوں کے نزدیک ہی شرک اور کفر ہے
کیونکہ یہ کہتے ہیں کہ "یا" حرف نڈا کا استعمال صرف حاضر و ناظر ہی کے لیے ہوتا
ہے، اہل سنت میں سے "یا" حرف نڈا سے حاضر و ناظر کسی نے بھی مراد نہیں لیا۔

گکھڑوی کا تحفہ قدیم مفتی احمد یار خاں صاحب دامت برکاتہما پر بہتان

خان صاحب لکھتے ہیں: فریق مخالف ایک حدیث سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کے ہمیشہ اور ہر وقت حاضر و ناظر ہونے پر استدلال کرتا ہے۔ حدیث سمر جلد
منہ اور مستدرک جلد ۴ ص ۳۶ وغیرہ میں حضرت ثوبان سے مروی ہے کہ جناب
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان الله زوى في الارض حتى رايت مشارقها ومقاربها
ترجمہ: کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لیے زمین کو سمیٹ دیا یہاں تک کہ
میں نے اس کے مشارق اور مقارب کو دیکھ لیا۔

یہ خان صاحب کا صریح کذب ہے فقیر العصر قبل مفتی صاحب نے تو
اس حدیث شریف کو علم غیب کے باب میں نقل فرمایا۔

اس دروغ گوئی کے بعد خان صاحب فرماتے ہیں: اس حدیث سے
یہ کب اور کیوں کر ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر وقت زمین پر
ہر چیز کو دیکھتے رہتے ہیں یا اب بھی دیکھتے ہیں؟

میں کہتا ہوں کہ اہل سنت بھی کب اس حدیث پاک سے یہ مدعا ثابت
کرتے ہیں، اگر ثابت ہو بھی جائے تو یہ طائفہ دنیا میں کب ایمان لانے والے
ہیں اگر ایمان لانے کو تیار ہوں تو ہم ایک دوسری حدیث پاک سے اس مدعا
کو ثابت کر دیتے ہیں۔

حافظ احادیث ابن حجر قسطلانی فرماتے ہیں

اخرج الطبرانی عن ابن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

لله في كل يوم خلق سبعون ألف فرقة من النار

ان الله قد دفع لي الدنيا فانظر اليس هذا ما هو كن
 فيها الى يوم القيامة كما انظر الى كسفي هذا
 ترجمہ :- طبرانی نے ابن عمر سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ
 والسلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لیے دنیا سے عجایب اٹھا
 دیے اور میں دنیا اور جو کچھ اس میں ہو گا قیامت تک دیکھ رہا
 ہوں جس طرح میں اپنی اس پیمبری کو دیکھ رہا ہوں۔

کیوں جی! خان صاحب اس حدیث پاک میں انظر تو مضارع کا صیغہ
 ہے جو کہ زمانہ حال اور مستقبل دونوں کو شامل ہے یعنی میں دیکھتا ہوں اور
 دیکھتا رہوں گا۔ یہ بات بھی طوطو خاطر رہے کہ جس طرح پیمبری میں سے کچھ بھی
 آپ سے پوشیدہ نہیں ہے، اسی طرح دنیا اور اس میں ہونے والے واقعات
 میں سے کچھ بھی آپ سے پوشیدہ نہیں ہے۔
 اس کے بعد پھر خان صاحب کہتے ہیں

نیز یہ بھی طوطو خاطر رہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ وسلم کے سامنے
 زمین سیٹھی گئی تھی تو کیا آپ نے ہر ہر آدمی اور ہر چیز کو تفصیلاً دیکھا تھا۔ کیا اگر
 آپ لاکھ دو لاکھ کے مجمع کو دیکھتے ہیں تو کیا اس کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ آپ
 ہر آدمی کو اور اس کے تمام اعضاء حتیٰ کہ سر اور دائرہ ہی کے ایک ایک بال کو
 بھی دیکھا کرتے ہیں؟ یا کسی پہاڑ کو اگر آپ دیکھتے ہیں تو کیا اس کے ایک ایک
 درخت کی ایک ایک شاخ اور پتوں کے ایک ایک پتے کو بھی دیکھ کر رہے ہیں۔
 کہنے کو تو یہ ہی کہا جائے گا کہ میں نے ایک بھاری مجمع کو دیکھا اور ایک بڑا

پہاڑ یا باغ دیکھا۔

ہم خان صاحب سے پوچھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے دکھانے اور نبی
 علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دیکھنے کو عام لوگوں کے دیکھنے پر قیاس کرنا کہاں کی
 ایمانداری ہے۔ لیکن خان صاحب مجبور ہیں کہ چونکہ اس علامت خدا کے گرد گفتگو
 کی تعلیم ہی یہی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور تمہارے درمیان کوئی فرق نہیں
 جیسے تم انسان ویسا ہی نبی۔

خان صاحب کہتے ہیں۔

خان صاحب کا ایک اور مہربان :- حافظ ابن حجر عسقلانی جن کی مجلس اور گزل

عبارت سے فریق مخالفت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مجلس میلاد میں حاضر
 ہونے پر استدلال کیا کرتا ہے۔ خود شرح نہجۃ الفکر ص ۱۷ میں لکھتے ہیں کہ اگر یہ
 بات صحیح طور پر ثابت ہو جائے کہ لیلۃ الاسراء وغیرہ میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ
 وسلم کو اس وقت جتنے بھی آدمی روئے زمین پر موجود تھے دکھائے گئے تھے
 اور آپ نے ہر ایک کو دیکھ لیا تھا تو چاہیے کہ ان لوگوں کو جنہوں نے آنحضرت
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زندگی میں ایمان قبول کیا تھا صحابی کہا جائے اگرچہ انہوں
 نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہ دیکھا ہو۔ اور عداوت بھی نہ ہوئی ہے۔
 کیونکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے رویت (دیکھنا) ہوئی ہوگی۔
 اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اگر آپ نے اس وقت ہر آدمی کو دیکھا تھا تو حافظ
 الحدیث کو اگر مگر کے الفاظ استعمال کرنے کی کیا مسیبت پڑی ہے نیز جب آپ
 کی زندگی میں ایمان قبول کرنے والے صحابی ٹکھڑے اگرچہ دو طرفہ رویت نہ تھی

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے روایت ہوئی تھی پھر معلوم حافظہ میں
کو ان کے صحابی ہونے میں کیا تردد؟ اس عبارت کو پیش نظر رکھنے سے معلوم ہوتا
ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہر جگہ حاضر و ناظر جانشین اور ماننے والے خود
صحابی بننے کا دعویٰ کرتے ہیں۔

جواب ۱۔ خان صاحب کی اس نقل کو دو عبارت اور ان کے دعویٰ کو
غور سے پڑھیں اور شرح تخریج الکفر کی اصل عبارت بھی ملاحظہ فرمائیں شرح
شرح تخریج الکفر کی اصل عبارت یہ ہے۔

لکن ان ثبت ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیلة
الاسراء کشف عن جمیع من فی الارض فراہم ینبغی
ان بعد من کان موثابہم فی حیاتهم اذناک وان
لو بلاقاة فی الصحابة لحصول الرویة جانبہ
صلی اللہ علیہ وسلم۔

ترجمہ ۱۔ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ معراج کی رات نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ
والسلام کے لیے ظاہر کیا گیا جو لوگ بھی زمین پر تھے پس آپ
نے ان کو دیکھا سو چاہیے کہ جس شخص نے آپ کی حیات میں بیان
قبول کیا اگرچہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملاقات نہ کی ہو۔
صحابہ میں شمار کیا جائے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی
طرف سے تو روایت ثابت ہے۔

یہ بات حافظہ مستقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

سہ۔ ۱۔ تفسیر الخواصر۔ ۲۔ شرح تخریج الکفر ص ۱۲۸ نمبر ۱۔

کے اس قول پر اعتراض کرتے ہوئے فرمائی ہے کہ امام نووی کہتے ہیں کہ جو لوگ
آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات میں ایمان لائے آپ کی صحبت نہ پائی اور نہ
زیارت کی ایسے لوگوں کو ابن عبد البر نے صحابہ میں شمار کیا ہے۔ سو اس کا جواب دیا
ہے کہ پھر تو وہ لوگ بھی صحابہ میں شمار ہوئے چاہئیں جن کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم نے معراج کی رات دیکھا اور وہ آپ کی زندگی میں ایمان بھی لے آئے حالانکہ
ایسا نہیں ہے کیونکہ صحابی کی صحیح تعریف حافظہ مستقلانی نے یوں کی ہے۔

«واصح ما وثقت علیہ من ذالک ان الصحابی من اتى النبی

صلی اللہ علیہ وسلم موثابہ ومات علی الاسلام»

یعنی صحابی وہ ہے جس نے مومن ہونے کی حالت میں نبی صلی اللہ علیہ

وسلم سے ملاقات کی ہو اور اسلام پیرا ہو۔

اگر حافظہ مستقلانی نے اس لیے استعمال کیا ہے کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ

والسلام کا تمام رونے زمین کی مخلوق کو نظر سے دیکھنا تو ثابت ہے لیکن یہ صحیح

طور پر ثابت نہیں کہ یہ دیکھنا شب معراج کا ہے یا کسی دوسرے وقت میں۔

تو تین حضرات اس اصل مضمون کو بھی پڑھیں اور خان صاحب کی

جواب دہ تقریر اور بے دلیل دعویٰ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

اس کے بعد خان صاحب گھڑوی یوں لب کشائی فرماتے ہیں۔

منہی احمد یار خان صاحب نے ایک حدیث کے پیش نظر اصطلاح مستقیم غفر

میں سونپا کر امام کی ایک اصطلاح کو نہ سمجھتے ہوئے یہ لکھا ہے اور یہ حدیث

سہ۔ ۱۔ اصحاب علیہ الصلوٰۃ۔

قدی كنت سمعه الذی یسمع بیه و یبصر الذی یرى بیه و ید
الشی یحشش بیه ایک اور روایت کی رو سے ولسانہ الذی یشکم بیه
اسی حالت کی حکایت ہے اس عبارت میں صفات اقرار ہے کہ جب انسان
خدا غیب اللہ ہو جائے تو خدا کی طاقت سے دیکھتا و سنتا اور چھوتا اور بڑا
ہے یعنی عالم کی چیز کو دیکھتا ہے ہر دور نزدیک کی چیزوں کو پڑتا ہے یہی عالم
انظر کے معنی ہیں اور جب معمولی انسان خدا خدا ہو کر اس درجہ میں پہنچ جائے
تو سید الانس والجان علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بڑھ کر خدائی اللہ کوں ہو سکتا
ہے تو بدرجہ اولی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حاضر و ناظر ہوئے ۔ بل غلط
جام الحق ص ۱۴۷

گھڑوی صفا کا احمقانہ جواب اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں تصدیق
عقیدہ بنلایا ہے کیونکہ انہوں نے یہی کہا تھا کہ حضرت مسیح علیہ السلام خدا
فی اللہ ہو گئے اور اللہ تعالیٰ میں حلول کر گئے ہیں ان میں اور اللہ تعالیٰ
میں کامل اتحاد ہو گیا ہے

جواب ”سبحان اللہ“ خان صاحب جہالت کے پتلے ثابت ہوئے
نصارتی کا جو عقیدہ لکھ رہا ہے کیا اس کا ثبوت قرآن و حدیث سے دے
سکتے ہیں کیا کسی مفسر قرآن نے یہ بات کہی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ

سہ ۔ تفسیر الزاھر ص ۱۷۷ ۔ سہ ۔ تفسیر الزاھر ص ۱۷۷

سہ ۔ پتہ المائدہ شیخ آیت ۱۷

خان صاحب اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں
ترجمہ ۔ تحقیق وہ لوگ کافر ہیں جنہوں نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ تو سچا ابن
مریم میں حلول کر گیا ہے
جسے حیا باش ہرچہ عوامی کن مکن نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ کا کسی فرد مخلوق میں
حلول کرنے کا عقیدہ رکھنا اور بات ہے جو کہ صریح کفر ہے اور مخلوق کے کسی فرد
کا خدائی اللہ ہونا اور بات ہے جو کہ عین مطلوب خداوندی ہے اس امر کی تحقیق
ہم اس علامہ ضار کے گھر سے ہی پیش کر دیتے ہیں۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھتے ہیں

فان العبد بعد الفناء المطلق الذی هو فناء الذات و فناء
الصفات یفنع علیہ وجود الحقائق حتی یشرف بذلك
انوجود بالادماغ الا بھقیة و یخلق بالخلق الربانیة
وفي هذه المقام یحقق مرتبة بی یسمع و بی یرى و بی
یبطش و بی یمشی و بی یعقل

ترجمہ :- پس بیشک عابد کو بعد فناء مطلق کے جو کہ فنا ذات اور صفات
ہے وجود حقائق کی خلعت عطا ہوتی ہے کہ بندہ اس خلعت کی
وجہ سے اوصاف الہیہ سے مشرف ہو جاتا ہے اور اس میں خلایق
ربانی پیدا ہو جاتے ہیں اس مقام میں پہنچ کر صمدیت کے معنی

سہ ۔ تفسیر الزاھر ص ۱۷۷ ۔ سہ ۔ انتہاء فی سائل اولیاء ص ۱۷۷

محقق ہوتے ہیں کہ محمد سے سنا مجھ سے دیکھتا مجھ سے پکڑنا اور مجھ سے چلنا اور مجھ سے بگڑنا ہے۔

اب خان صاحب بتائیں کہ جو معنی حدیث قدسی کے مفتی احمد یار خان صاحب وامت پر کا تنہا نے بیان فرمائے ہیں وہ معنی شاہ ولی اللہ صاحب سے منقول ہیں یا نہیں اگر مفتی صاحب مرفیاء کرام کی اصطلاح کو نہیں سمجھے تو کیا شاہ ولی اللہ صاحب بھی جاہل ہیں اور یہ تحقیق بھی ولی اللہ صاحب کی اپنی نہیں بلکہ حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے نقل فرماتے ہیں جو کہ سلسلہ نقشبندیہ کے بانی ہیں۔ کیا خان صاحب کے فتویٰ کفر کی زد میں یہ دونوں بزرگ آتے ہیں یا نہیں اگر جواب نفی میں ہے اور یقیناً ہے تو حضرت قبلہ مفتی احمد یار خان صاحب گجراتی کا قصور کیا۔

اس کے بعد خان صاحب فرماتے ہیں

فریق مخالفت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے پر وہی کی حدیث سے قیاس کرتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صبح کی نماز کے وقت ایک مرتبہ حضرت بلال سے پوچھا کہ تم نے اسلام میں کونسا مقبول کام کیا ہے؟ کیونکہ آج رات میں نے جنت میں تمہارے برائیوں کی کھڑکھڑاہٹ سنی ہے!

جواب یہ جو کہ خان صاحب نے اپنی تحریر میں قیاس کرنے والے کا ذکر نہیں کیا لہذا ہر کس دنا کس کی بات کے ہم ذمہ دار نہیں۔

خان صاحب امت کی بارہویں دلیل کے جواب کے عنوان سے کہتے ہیں۔

فریق مخالفت کہا کرتا ہے کہ ایک حدیث اس مضمون کی آتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک فرشتہ قیامت تک میری قبر پر کھڑا رہے گا جس کو اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کے کان دینے میں جو آدمی مجھ پر درود پڑھنا ہے وہ فرشتہ من لیتا ہے اور مجھے پہنچا دیتا ہے۔ اسی طرح ایک دوسری حدیث آتی ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب کسی شخص کی بیوی اپنے خاوند کے ساتھ لڑتی ہے تو جنت میں جو اس کی آواز کو سن لیتی ہے اور اس لڑائی کی عورت کو کہتی ہے، اپنے خاوند کو تکلیف زد سے تیرا تو عقوڑے دن کا مہمان ہے اصل میں وہ تو میرا خاوند ہے۔

جواب یہ خان صاحب سے جب ان دونوں حدیثوں کا جواب نہیں پڑا تو تنک بار کر رہے کہ یہ دونوں حدیثیں ضعیف ہیں اور قابل سند نہیں۔ حدیث اول کی عبارت اور شارحین کا فیصلہ ملاحظہ فرمائیں اس حدیث شریفہ کے خاتم الحقائق امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جامع صغیر میں نقل کیا ہے اور سراج منیر شرح جامع صغیر میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتا ہے۔

ان الله ملکا اعطاء سمع العباد اى فتوة يفتد ربها على

سماع ما ينطق به كل مخلوق من النس و جن وغیرھا

فی اسی موضع کان فیمن من احد یصل علی الابلقشیہا الا

ردہ عن عمار بن یاسر قال الشیخ حدیث حسن ہے

بیشک اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے ایسی قوت

دی گئے جس سے تمام مخلوق کی باتیں مستجابے خواہ انسان ہو یا جن یا ان کے سوا اور چاہے کہیں بھی۔ پس جب کوئی مجھ پر درود پڑھتا ہے وہ مجھے پہنچا دیتا ہے روایت کیا ہے اس کو طبرانی نے عمار بن یاسر سے اور فرمایا شیخ نے کہ یہ حدیث حسن ہے اس حدیث کے متعلق خان صاحب کی ساری ٹیپیں ہیں بہانہ منشاء را ہو کر رہ گئی اور السراج النیر کے مخطی نے تو اس طائفہ وادیہ کی خوب بڑھائی ہے۔ وہ اس حدیث پر حاشیہ تحریر فرماتے ہیں۔

(قولہ ملکاً) ای واقعاً علی قبری یبلغنی صلۃ کل احد باسمہ
وہم ابیدہ و ہذا لا یتاح ان غیری یبلغ ذالک کالمد کلکۃ لایحی
یعنی فرشتہ کھڑا ہے گامیری قبر پر پہنچاتا ہے مجھے درود ہر ایک کا، اُس درود کی بجائے والے کا نام اور اس کے باپ کا نام بھی ذکر کرتا ہے اور یہ منافی نہیں اس کے کہ دوسرے فرشتے بھی درود پاک پہنچاتے ہیں۔
سُبْحَانَ اللّٰہِ کیا شان عطا فرمائی ہے نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اردلی کو کہ وہ جانتا ہے کہ درود شریف پڑھنے والے کا نام کیا ہے اور وہ کس کا بیٹا ہے۔

دوسری حدیث ابن ماجہ باب فی الصلۃ توذی ذویہا میں ہے
پر موجد دہے جس کے راویوں میں ناقدرین نے کلام کیا سو اگر اس حدیث کے سب سے کم درجہ دیا جائے تو صرف یہ ہی کہا جاسکتا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے ناقدرین میں سے سب سے متشدد ابن جوزی ہیں جو کہ ایک مولیٰ شہر پر بھی حدیث کو موضوع قرار دے دیتے ہیں ان ہی ابن جوزی نے ابن ماجہ کی چوتھیں احادیث کو موضوعات میں داخل کیا ہے لیکن یہ حدیث ان میں شمار نہیں۔ ابن جوزی کے علاوہ بھی سائے احادیث پر حاشیہ لکھنے والے

اور باطل ہونے کا حکم لگایا ہے یہ حدیث ان میں بھی شامل نہیں۔
لہذا یہ حدیث موضوع اور باطل نہیں باقی ربا ضعف کا درجہ سو باب
ضعف میں ضعیف حدیث کے مقبول ہونے پر اثر احادیث کا اتفاق ہے اور
جو کوئی ابن ماجہ کی احادیث کے متعلق زیادہ معلومات حاصل کرنا چاہے وہ باتیں
الیراحیہ محمد عبدالرشید نعمانی کی تصنیف کا مطالعہ کرے۔

خان صاحب نے اپنی کتاب تسوید النواظر میں پر موصیٰ الدنیر کی حدیث
کے بارے میں جو دھوکا دیا ہے اس پر ہم اپنی کتاب سنہ پر مواخذہ کرتے ہیں۔
توضیح حدیث کہ سنتے ہیں رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام بذات خود درود
پاک بروز جمعہ۔

خان صاحب گھٹروہی بحوالہ جہاد الحق حدیث نقل کر کے فرماتے ہیں۔
خانی اسمع صلواتکوا علیہ واسطۃ یعنی میں تہذیبی طرف سے
درود کو بلا واسطہ سنتا ہوں تو یہ بالکل بے سند اور بے اصل ہے ایسی بے پروا
روایتوں سے یہ مسئلہ حل نہیں ہو سکتا بلکہ

جواب ۱۔ میں کہتا ہوں کہ کسی دینی مجاہد کے کہنے سے تو کوئی روایت
بے سند اور بے اصل نہیں ہو سکتی جب کہ اگر کرام سے اس کا بے اصل ہونا
ثابت نہ کیا جائے۔

امام علی نور الدین حلی صاحب سیرہ حلبیہ اپنے رسالہ تعریف اہل الاسلام
والایمان جو کہ جوامع البحار علیہ ثانی ص ۱۱۱ پر درج ہے اوشاد فرماتے ہیں۔
ورد فی صحیح الاخبار ان اللہ تبارک و تعالیٰ وکل مشکا بصیر

السنی صلی اللہ علیہ وسلم یلئے الصلوة والسلام من
المصلی والمسلم علیہ وادع لیلۃ الجمعة دیومہا
یسبح ذالک بنفسہ ویدرہا بکل حال ۱۲

ترجمہ :- جمع حدیث میں وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ
والسلام کی قبر شریف پر ایک فرشتہ مقرر کر رکھا ہے جو کہ آپ
کو صلوٰۃ و سلام پہنچاتا ہے جمعہ کی روز و شب کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
بذات خود سنتے ہیں اور ہر حال جواب دیتے ہیں۔

انصاف قارئین کرام خود فرماویں کہ حدیث صحیح اور ثابت ہے اور
خان صاحب گھڑوی فرماویں کہ بے اصل اور بے سند ہے ثابت ہوا کہ
آئمہ دین کے نزدیک اس حدیث کی اصل اور سند ثابت ہے اور سند ذکر
نہ کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ سند سے ہے ہی نہیں خان صاحب
خود جمعہ کے روز اپنے وعظ میں ہمیشہ حدیث بیان فرماتے رہتے ہیں کیا ہر
حدیث کی اصل اور سند بھی پڑھ کر سناتے ہیں مشکوٰۃ شریف کی تمام احادیث
بے سند مذکور ہیں تو کیا مشکوٰۃ غیر معتبر ہے۔

خطبہ دلائل الخیرات میں یہ روایت موجود
دلائل الخیرات کی روایت ہے کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام
نے فرمایا : سمع صلوة اہل محبتی واعدائهم میں محبت والوں کے درود
شریف کو خود سنتا ہوں خان صاحب فرماتے ہیں یہ بھی بے سند اور بے تحقیق
روایت اور جعلی و من گڑست ہے۔

سبح :- تراجم البہار جلد ۲ ص ۱۳۰
سبح :- تسویر النواظر ص ۱۵۰

جواب :- خان صاحب دلائل الخیرات اور اس کے مولف رحمۃ اللہ علیہ
کی عظمت اور شان سے بالکل جاہل ہیں ورنہ اس حدیث شریف کو جعلی اور
من گھڑت قرار نہ دیتے ہم مولف دلائل الخیرات کا مختصر حال عرض کرتے ہیں۔
دلائل الخیرات کے مولف عارف کامل ابو عبد اللہ محمد بن سلیمان ابن ابوبکر بن
سلیمان الجرجانی المعروف الماسکی رضی اللہ عنہ ہیں مزید الحسانت شرح دلائل
الخیرات میں مولف کا مختصر تذکرہ یوں مذکور ہے۔

مولف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قطب فلک فضل و کمال مرکز دائرہ شرف و جلال
سلاطین خاندان نبوی سید حسینی مولانا سید عبد اللہ بن سلیمان جزولی در شہر فاکر
کہ از بلاد مغرب است تحصیل علوم و کمالات نمودہ و در آن شہر مقتدر ای اکابر و
علمای کرام بودہ و تالیف کرد آنجا کتاب دلائل الخیرات۔

لیکن آپ کے زمانہ کے علماء کرام میں سے کسی ایک نے بھی اس روایت
میں کلام نہیں کیا۔ مولف کا وصال آٹھ سو بیس صدی ہجری میں ہوا ہے
آج تقریباً چھ سو سال گزر گئے کہ یہ کتاب بابرکات علماء و دانشمندان اور اولیاء
کامین کے اوراد میں داخل ہے اور ان میں سے بھی کسی کو اس روایت
میں کلام نہیں اور بڑے بڑے اہل علماء اور صوفیائے اس کی شرح بھی کی
ہے جن میں الشیخ محمد البہدی الفاسی جو کہ ۱۱ صدی ہجری کے بزرگ ہیں۔
اور محمد فاضل بن محمد عارف سیف الدین دہلوی بھی ہیں کسی شارح نے بھی
اس روایت پر بحث نہیں کی۔ بالخصوص اس طائفہ و بابیہ کے پیشوا حاجی اولیاء
مہاجرین نے خود بھی اس کتاب کو اپنے اوراد میں شامل رکھا اور مریدین کو بھی
تلقین فرماتے۔ اور شاہ ولی اللہ صاحب نے انتباہ فی سلاسل کے آخر میں اس کی

سبح :- تراجم البہار جلد ۲ ص ۱۳۰

سند یوں لکھی ہے۔

امام لائل الخیرات فاضل قلوبہ شیخنا ابو طاہر عبد
الشیخ احمد الشافعی عن سید عبد الرحمن الاورینی الشہید
بالمحبوب عن ابیہ احمد عن جدہ محمد عن ابیہ
جدہ احمد عن مؤلف السید الشریف محمد بن سلیمان
الجزلی رحمۃ اللہ علیہ۔

ترجمہ :- دلائل الخیرات کی ہم کو اجازت ہمارے شیخ ابو طاہر
نے انہوں نے شیخ احمد غفلی سے انہوں نے سید عبد الرحمن اوری
سے جو کہ محبوب مشہور ہیں انہوں نے اپنے باپ احمد سے انہوں
نے اپنے دادا محمد انہوں نے اپنے باپ کے دادا احمد
سے انہوں نے دلائل الخیرات کے مؤلف سید شریف محمد بن
سلیمان رحمۃ اللہ علیہ سے۔

اب ہم خان صاحب سے سوال کرتے ہیں کہ کیا ولی اللہ صاحب جیسے
محدث اور ان کے شیوخ میں سے کسی نے اس حدیث کو رد کیا ہے؟ نہیں
ہرگز نہیں۔ من ادعیٰ فعلیہ البیان۔ لہذا اس حدیث کی سند اور اصل علماء
دارین اور موقیہ کامین اور محدثین عظام کے نزدیک ثابت ہے۔ چھ سو سال
میں صرف خان صاحب ہی پیدا ہوئے ہیں جنہوں نے اس حدیث کو بے سند
بلکہ اصل، من گھڑت قرار دیا ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

لے :- انتباه فی سلاسل اولیاء ص ۱۳۳۔

قصیدہ النعمان کے متعلق خان صاحب کی لکھی ترانی

خان صاحب فرماتے ہیں :- یہ قصیدہ النعمان خالص حبلی اور من گھڑت
ہے۔ حضرت ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ ہرگز تصنیف نہیں ہے۔ بغیر تصانیف
کے ان کی اپنی دنیا میں کوئی تصنیف ہی نہیں ہے۔

جواب :- بندہ عرض کرتا ہے کہ اہل سنت و جماعت میں سے کوئی بھی
امام عظیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تالیفات سے منکر نہیں ہوا صرف بعض معتزلہ
نے انکار کیا ہے سو وہ اعتبار کے قابل نہیں امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کی مشہور کتابیں مندرجہ ذیل ہیں۔

فقہ اکبر کتاب العالم والمعلم کتاب الاوسط کتاب الوصیۃ کتاب المقصود
یہ کتابیں اتنی مشہور ہیں کہ سند کی محتاج ہی نہیں لیکن اگر خان صاحب
ان کی سند ضرور دیکھنا چاہتے ہوں۔ تو قاضی ابوزید ابو یوسف کی کتاب الزکاة
کے باب زکاة الفارح اور ابوسہل الغضالی کی کتاب الطہارۃ کے باب الخیض
اور ابوعلی البدقاقی کی کتاب النکاح کے باب العدة اور ابوالمنصور ہامیری کی
کتاب الزکاة کے باب زکاة السوائم اور کتاب الوکاة کے باب الوکاة بالبیع
والشرع اور ابوالیث سمرقندی کی کتاب النکاح کے باب المہر کا مطالعہ فرمادیں۔ ان
میں شرح فقہ اکبر تمام دستیاب ہے لیکن فقہ اکبر کا ایک قدیم نسخہ اور کتاب
الوصیۃ ہندہ کے پاس بھی موجود ہے۔ امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک اور

لے :- تسوید النواظر ص ۱۳۳۔

کتاب چندہ کے علم میں ہے جس کا نام زبدۃ الفصاح ہے اور اس کا ذکر قرۃ العین
بغدادی علماء الحرمین میں شیخ عبدالعظیم بن درویش النجفی حنفی مفتی مکرّم نے
نے صنف پر کیا ہے امام عظیم کا وصال سنہ ہجری میں ہوا ہے یعنی دوسری
صدی ہجری کے نصف میں اس وقت سے لیکر آج تک کسی بھی عالم سے اس
تفسیر کا انکار مقبول نہیں لہذا خانصاحب کو اپنی قلت علمی پر آنسو بہانا چاہیے
کیا اسی مبلغ علم پر تصنیفات کا شوق گدگدایا ہے یا یہ تجاہل عارفانہ ہے۔
نوٹ :- قارئین حضرات کی خدمت میں گذارش ہے ہم نے ان باتوں
کا جواب عرض کیا ہے جو جواب کے قابل تھیں اور خانصاحب کی لائینی باتوں
کا جواب نہ تو ہمارے ذمہ تھا نہ ہی ہم ان کے جوابات کے درپے ہوئے ہیں۔
اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کی راہ ہدایت پر رکھے۔

تمت هذه الشفعة بفضلہ تعالیٰ و بفضل رسولہ الکریم و ببرکت
اولیائہ الکاملین - امین شواہین۔

اعلان :- ہمارے بطور انعام فی حوالہ اس شخص کو دیا جائے گا جو ہمارے
نقل کردہ حوالہ غلط یا اس کی نقل میں خیانت ثابت کرے اور ایک قصہ روپیہ
اس صاحب کی تذر کیا جائے گا جو ہماری اس کتاب کا لفظ بلفظ جواب تحریر
فرماوے۔

تعارف بانی ادارہ اشاعت العلوم

نعمتہ دہ نصلی وسلم علیہ وسلم

احیاء العلوم عام طور پر تدریسی دیکھا جاتا ہے کہ جو مناظر پر وہ ضوئی نہیں ہوتا اور جو صوفی ہو
وہ مناظر نہیں ہوتا کیونکہ ان دونوں کلاں کے اندر فطری طور پر ایک فرق موجود ہوتا ہے۔
لیکن پروردگار عالم نے حضرت مناظر اسلام مولانا صوفی اللہ و تارحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رحمۃً
سنة ۱۹۱۵ء میں ان دونوں غریبوں کو جمع کر دیا تھا۔ وہ جہاں فطری طور پر ایک ہندو یا مسلمان تھے۔
وہاں مبلغ ایک صوفی باصفا اور شیخ فریبت بھی تھے۔ سرانہ ملت کی بھجائی میں جہاں وہ گذار
کے غازی تھے وہاں حق و صداقت کے چلتے پھرتے مبلغ یعنی کردار کے ایسے غازی تھے کہ
اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے کی منہ لاتی تصویر نظر آتے تھے۔ یہ خوبی آج بھی ان کے عقیدہ مندوں
کے اقوال و افعال پر اپنا سکہ جمانے ہوئے ہے۔

پیدائش محترم صوفی اللہ و تارحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رحمۃً سنة ۱۲۹۵ھ / ۱۹۱۶ء میں مشرقی پنجاب
کے اندر لدھیانہ چھاؤنی میں پیدا ہوئے۔ دس کے آریہ ہائی سکول سے

میرنگ تعلیم حاصل کی کچھ عرصہ ٹیکسٹ بک فون میں ملازمت کی اور پھر تجارت میں اپنے والد محترم میاں
مہر الدین صاحب کا ہاتھ بٹانے لگے۔ قیام پاکستان کے بعد آپ کا گھرانہ ضلع گوجرانوالہ میں
آ گیا یعنی تحصیل ویدار سنگھ کے پاس موضع ڈویر بھی وڑائیک میں سکونت اختیار کی۔
میں کچھ عرصہ آپ اپنے والد محترم کا ساتھ کاری میں ہاتھ بٹاتے رہے اور والد ماجد کا اس وقت
ذریعہ معاش یہی تھا۔

حصول علم والد محترم کے حکم سے آپ دینی علوم حاصل کرنے کی غرض سے شیخ پورہ میں وارد
ہوئے ایک روز وہاں کے مفتی عبدالجبار رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو دیکھا اور
پہچان لیا کہ یہ تو گورنمنٹ ہے مفتی صاحب آپ پر خصوصی مہربان ہو گئے اور آپ کو صوفی صاحب
کے لقب سے یاد فرمایا کرتے تھے مفتی صاحب کے دولت خانے پر ایک روز سلسلہ نقشبندیہ

عبدیہ کے معروف بزرگ حاجی محمد اکبر نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ نشر لائے اور ان کی نظر کیجا اثر نے حضرت صفوی الشہوتہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی از خود مراد پوری کر دی کہ ان کے دل کی کائنات ہی بدل گئی۔ گفتار کو دار کے تمام زائید اسلامی سانچے میں وصل کئے اور ہر قول و فعل پر عشق رسول کی چھاپ لگ گئی۔

اگر شوق ارادت ہے تو خدمت کر فقیروں کی

نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزانوں میں

کچھ سرمد مفتی علیہ الجید رحمۃ اللہ علیہ کی اتماس پر حضرت حاجی شیخ محمد اکبر نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ نے مقرر صفوی الشہوتہ رحمۃ اللہ علیہ کو سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت کر لیا بروصوف کا استاد چھانگامانگا کے قریب بخبر دال میں تھا۔ آپ نے ساڑھے تین سال مرشدِ حرامی کی خدمت میں رہ کر منازلِ سلوک طے کئے۔ پیر روشن خیر نے آپ کو جو کچھ بتانا تھا بتایا اور جہاں تک پہنچانا تھا پہنچایا اور اس کے بعد اپنے شیخ طریقت کے حکم سے پہلے مولانا مہر محمد خاں ہمدرد رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۴۸ھ / ۱۹۲۳ء) سے درس نظامی کی ابتدا لی۔

اسکے بعد لاہور کی مشہور دینی درسگاہ جامعہ نعیمیہ میں داخلہ لیا۔ وہاں ان کے اساتذہ میں حضرت مفتی اعجاز دلی خاں رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (المتوفی ۱۳۶۳ھ / ۱۹۴۳ء) کی معیت میں کوکب علیہ الرحمہ (المتوفی ۱۳۶۹ھ / ۱۹۴۸ء) قادری محمد یوسف صدیقی صاحب اور مفتی محمد حسین نعیمی صاحبان کے اسمائے گرامی سر فہرست ہیں۔ فنِ مناظرہ کی تربیت آپ نے پلٹان کے مناظرِ اعظم شہر پنجاب حضرت مولانا محمد سعید احمدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (المتوفی ۱۳۶۱ھ / ۱۹۴۰ء) سے پائی اور مفتی تویب ہے کہ حضرت مناظرِ اعظم کی طرح یہ بھی میدانِ مناظرہ میں اپنی مثال آپ ہی تھے۔ ان کے مقابلے پر گزرا کروں کے بڑے سے بڑے مناظر کے چمکتے چھتے جاتے تھے۔

امامت و خطابت | صفوی الشہوتہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ۱۳۵۵ھ سے حسن پورہ کی جامع مسجد میں امامت و خطابت کے فرائض سر انجام دینا شروع کیے اور آخری دم یعنی ۱۹۹۵ء تک سترائے تائیس اٹھائیس سال تک اُس علاقے کو رشد و ہدایت، علم و عرفان اور عشق رسول کے ایمان افروز دریا سے میراب کرتے رہے۔ آپ کے احوال و حال

کا رنگ آج بھی ان سے فیض یاب ہر نواں پر چڑھا ہوا صاف نظر آتا ہے۔ آپ روزانہ کچھ کو قرآن مجید کا درس دیا کرتے جو علی لحاظ سے ہندو پارہ اور ایمان افروز ہونے کے باعث اعلیٰ محبت نے کیسٹوں کی صورت میں محفوظ کر رکھا ہے۔ اب بھی کیسٹ لگا کر آپ کا درس سنا کر سنا جا رہا ہے اور جامع کے وقت یوں غمگین ہوتا ہے کہ گویا آپ بنفس الحسین درس دے رہے ہیں، لیکن کہاں؟ وہ تو ۲۰ دسمبر ۲۰۰۵ء کو رحلت فرما گئے۔ ۱۹۹۵ء کو رحلت خداوندی کی آغوش میں چلے گئے تھے۔

ابو رحمت ان کے مرقد پر کبر باری کرے

حشر میں شانِ کریمی ناز برداری کرے

عشق رسول

موصوف کی گفتیر جہاں علی نکات سے صبر پور ہوتی وہاں اُس کے اندر عشق رسول روحِ رواں کی ضرورت میں سرایت کیجے ہوئے ہوتا چودھویں صدی کے مجددِ برحق، امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۴۳ھ / ۱۹۲۳ء) اور میاں محمد بخش قادری جہلمی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام آپ کو بہت ہی پسند تھا۔ نعت خوان احمد کو ہدایت کر بھی تھی کہ وہ حدائقِ بخشش یا سیف الملوک سے اشعار سنایا کریں، سنائیے انہی حضرات باذوق ہوتے۔

جب نعت خوانی ہوتی تو آپ آخر تک مودب بیٹھے رہتے اور آخر تک سر جھکا کر رکھتے۔ نعت خوانی کے دوران بعض اوقات بے خود ہو جاتے اور بعض اشعار پر آپ کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی بھی لگ جاتی۔ دراصل آپ کا دل رحمت و وعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت سے بھر پورا اور آپ کے دل و دماغ میں سرور کون و مکان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت و محبت کیوں سمائی رہتی جیسے پھول کے اندر خوشبو اور اُسی خوشبو سے مست ہو کر زبانِ حال سے یوں کہتے رہتے تھے۔

تیرے سوا خیالِ نبی میں تیرے نثار

سمجھا کوئی دیدہ گریاں کی گفتگو

حقیقت یہ ہے کہ جناب صفوی الشہوتہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سے ہی محبت تھی کہ میرا آپ کے نزدیک عشق رسول ہی جان بیاں ہے جیسا کہ سواہ کلام نے بجا
اور ہر صاحب ایمان کا یہی نظریہ ہے یعنی

بعضی برساں خویش را کو دین ہر اوست

اگر باور رسیدی تمام بولہی ست

صوفی الشرف تار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو علم سے بے پناہ نگاہ اور تحقیق کا بہت
ذوق تھا جس کا واضح ثبوت یہ ہے کہ اگرچہ وہ مال دار نہیں تھے لیکن ان

کی ذاتی لاہری میں لاکھوں روپے کی کتابیں تھیں، جن میں کتنی ہی نایاب کتابیں اور خطوط
بھی تھے۔ دین برحق کی تبلیغ و اشاعت اور حق و صداقت کی ترویج کے لیے وہ ہر وقت کوشاں
رہتے تھے۔ اصحاب حق اور ابطال باطل کے ایسے شہیدانی تھے کہ ایک جانب کتابیں لکھ کر حق
کی حمایت میں محنت تقسیم کرتے رہتے اور دوسری جانب اگر کسی بے دین سے مناظرہ کرنے کی ضرورت
پیش آتی تو صوفی صاحب ہر گز گراہ گرسے مناظرہ کرنے کے لیے ہمیشہ تیار رہتے تھے۔ مناظرہ کے
یہ وہ مناظرہ علم و دانش و سیرا و سیرا تھی و رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے لاجواب شاگرد اور مرد میدان تھے۔

ان کا اسلام مولانا صوفی الشرف تار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اگرچہ عمر کے لحاظ سے بڑے
یعنی عمر رسیدہ علماء میں شمار نہیں ہوتے تھے لیکن علم و عمل کے لحاظ سے ان کا

شمار صنف اول کے علماء میں ہوتا ہے بلکہ میں تو یہاں تک کہنے کے لیے تیار ہوں کہ محترم صوفی صاحب
کی طرح اپنے علم پر پورے غلوں سے عمل کرنے والے اور اپنی زندگیوں کو سنت رسول کے سانچے میں
ڈالنے والے علماء کو اگر آج پرانے شکر و صوفیوں کی قریب سے ملے۔ آخری وقت تک ان کے قدم شریف
محمدیہ کی پھر اطر پر دراز نہیں ڈگسکتے۔ کوئی مصلحت و لاف یا خود انہیں حق بات کہنے سے
باز نہیں رکھ سکا۔ انہوں نے حق و صداقت کی شمع کو فروزاں رکھا جس کو باطل کے جھکڑ یا
آندھیاں ہرگز نہ بجھا سکیں۔

صوفی الشرف تار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو فضیلہ تعالیٰ علمائے کرام میں یہ امتیاز حاصل تھا کہ ان
کے قول و فعل میں تضاد نہیں تھا۔ ان کا ظاہر و باطن ایک تھا۔ وہ عالم باطل تھے اور اپنے
خدا کو علم پر ہر وقت عمل پیرا رہتے تھے۔ ان کا ہر قول و فعل رضائے الہی کے لیے تھا۔ وہ

امتبار رسول کی منہ بولتی تصویر، اکابر کے نقش قدم پر چلنے والے اور سنت رسول کی پیروی
کے سانچے میں ڈھلے ہوئے تھے۔

حق و صداقت کے وہ ایسے شہیدانی تھے کہ کوئی مصلحت یا خوار انہیں حق بات کہنے
سے روک نہیں سکتا تھا۔ ان کی اس روش کے باعث بیگانے تو بچانے ہی ہیں بعض اوقات
اپنے بھی ناراض ہو جاتے تھے کیونکہ کسی مصلحت کے تحت وہ نرم و لاپرواہ نہیں کہا کرتے تھے
جیسا کہ سابق وزیر اعظم پاکستان، مسٹر ذوالفقار علی بھٹو کے خلاف بننے والے قومی اتحاد کو انہوں
نے ناجائز قرار دیا تھا۔

منزل مقصود

عالم دین ہونا بہت بڑا کمال ہے لیکن یہ منزل مقصود نہیں ہے کیونکہ
شیطان بھی تربیت بڑا عالم ہے اور اہل سنت کے علاوہ جتنے
بھی گمراہ فرقے نظر آ رہے ہیں ان کے بانی اور چلانے والے بھی تو سارے عالم ہی تھے اور ہیں۔
لیکن وہ سب گمراہ۔ بے دین اور اسلام و مسلمین کے بدخواہ ہیں۔ ایسے علماء کو علمائے سوء اور
شیطان کے مددگار شمار کیا جاتا ہے۔ وہ اپنے علم پر عمل بھی کرتے ہیں لیکن منزل مقصود کی طرف
جاتے سے قاصر ہیں۔ منزل مقصود یہ ہے کہ شریعت مطہرہ کا وہ علم حاصل کیا جائے جو اہل سنت
قرآن و احادیث و سنیوں کی طرف عمل کیا جائے اور عمل بفضل خلاص کے ساتھ جو یعنی اس سے مقصود محض اپنے
پیادہ کو نیک کرنا ہو اور کوئی دنیاوی غرض اس کے ساتھ وابستہ نہ ہو۔

علمائے دین تو بے شمار ہیں لیکن قحط الرجال کے اس زمانے میں خلاص کے ساتھ
عمل کرنے والے علماء اگر نایاب نہیں تو کم یاب ضرور ہیں۔ حقیقت کی نظر سے دیکھا جائے
تو اس دور کے اکثر علماء دنیا داروں اور بازاری لوگوں سے بھی چند قدم آگے ہی نکلتے ہیں۔ تقدس
کے لباس میں چھپے ہوئے ان جھٹوں کو خدائے ذوالنن ہدایت بخشنے جیکر یہ بزرگ جن کی
بزرگی میں شک کرنا ہمارے جیسے سہرا لگنے بکار اور نااہل آدمیوں کو کسی صورت بھی جائز نہیں
لیکن حقیقت میں وہ اپنے آپ کو اسلام کی مقدس پیشانی پر کلک کا ٹیکہ بنائے رکھنے پر بہت
ہی خوش ہیں اور میرا اس خوش فہمی میں بھی ہمتا ہیں کہ جن کی زیب و زینت ہمارے ہی دم
قدم سے ہے اور علم و عمل کے دریاؤں کو عبور کر کے اب تو ہم خود جانی منزلوں کو طے کر رہے

ہیں۔ لیجی۔

وہ منزل میں سب گم ہیں مگر افسوس تو یہ ہے

امیر کا رواں بھی ہیں انہیں گم کردہ راہوں میں

پہلے زمانوں میں لوگ علمی و روحانی ہستیوں سے جتنے قریب ہوتے اتنے ہی اسلامی رنگ میں رنگے جاتے تھے اور مقتدر اسلام کے ساتھ ان کا تعلق مضبوط سے مضبوط تر ہوتا جاتا تھا اب اسلام کے اکثر علمدار جو علم و میر کے وارث تو بنے بیٹھے ہیں لیکن وہ اپنے دنیاوی مفاد ہی کے محافظ بن کر گم کردہ منزلیں جو چکے ہیں۔ ان کی زبانوں پر قالی اللہ اور قالی دوستی اللہ کے الفاظ تو ہوتے ہیں لیکن صرف کمانے کمانے کے لیے کاروباری طور پر ایسی ہستیاں بہت ہیں جن کی یہ نگہ دو محض اللہ اور رسول کو راضی کرنے کے لیے ہو۔

عام مسلمان جب ایسے علماء کے نزدیک ہوتے ہیں اور ان کے قول و فعل کا اقتدار ان کے سامنے آتا ہے تو وہ دیکھتے ہیں اور سوچتے رہ جاتے ہیں کہ کیا یہ وہی نہیں ہیں جن کی زبانوں پر کلام الہی کی آیتیں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی احادیث مسطورہ جاری و ساری رہتی ہیں۔ لیکن ملی میدان میں یہ ہم اپنی آنکھوں سے کیا دیکھ رہے ہیں؟ اللہ اور رسول کے احکامات سے روگردانی کرنے میں یہ حضرات تو عوام الناس سے بھی چار قدم آگے ہی نظر آ رہے ہیں۔ کیا خوف خدا اور خطرہ روز جزا کا ان کے دلوں میں کوئی تصور موجود ہے؟

وہ سوچتے ہی رہ جاتے ہیں کہ یہ وہی تو ہیں کہ بعض اوقات اسلامی تعلیمات کو ایسے رقت آمیز اور درد بھرے لہجے میں بیان کرتے کہ بے اختیار ان کی آنکھوں سے آنسو چھٹک پڑتے اور سامعین پر بھی رقت طاری ہو جایا کرتی تھی اور ساتھ ہی حاضرین میں سے کہتے ہی حضرات ان کی بزرگی کے قائل ہو جاتے ہوں گے لیکن تصویر کا دوسرا رنگ اتنا جیسا تک کیوں ہے۔ اگر وہ ساری کارگزاری اپنی جمہوری بزرگی کا سکہ جانے اور دکان چکانے کے لیے نہیں تھا تو ان کے افعال ان جملہ کارگزاریوں کی تکذیب کیوں کر رہے ہیں؟ عوام الناس میں سے جو ان کے قول و فعل کا اقتدار دیکھ پا کر اسے وہ زندگی و میران کے قریب پہنچنے کی جرات نہیں کرتا۔ یوں وہ بڑی حد تک اسلام سے لاتعلق ہو جاتا ہے یا گمراہ فرقوں کے علماء اُسے

اپنے جال میں پھنسا لینے میں عوام الناس کے اسلام سے لاتعلق ہونے کی وجوہات میں سے ایک وجہ علماء کی بے راہ روی بھی ہے۔

واعظان کیس جملہ برعکس راہ منبری کنند

چوں بخلوت می روند آن کار و دیگری کنند

حضرت صفوی اللہ تبار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے معاصر علمائے اہل سنت کا جان و دل سے احترام کرتے اور قارئین کے کام میں سے منفی علم پاکستان قبلہ ابوالبرکات ستید احمد شاہ (المتوفی ۱۳۶۹ھ/۱۹۵۰ء) محدث علم پاکستان مولانا سرور احمد لاہوری (المتوفی ۱۳۸۶ھ/۱۹۶۶ء) مصنف علم پاکستان مفتی احمد یار خاں گجراتی بدایونی (المتوفی ۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء) مفتی محمد امین الدین بدایونی (المتوفی ۱۳۸۱ھ/۱۹۶۱ء) حافظ الحدیث مفتی سید جلال الدین (المتوفی ۱۳۷۲ھ/۱۹۵۲ء) مناظر علم مولانا محمد امجد علی تھانوی (المتوفی ۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء) شیخ القرآن مولانا عبد الغفور مزاروی (المتوفی ۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کا ادب و احترام تو بہت ہی زیادہ کیا کرتے تھے۔ علماء سے آپ کا اس درجہ محبت رکھنا دراصل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سچی محبت رکھنے کے باعث تھا کیونکہ علمائے حق ہی علم کے وارث ہیں۔

تصانیف

صفوی اللہ تبار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ساری عمر میں متین کی تبلیغ و اشاعت میں گزاری رات کا درس قرآن کینوں کی شکل میں مختصر ہے۔ کیا ہی اچھا ہو کہ پورے درس کو کینوں سے مختصر قرآن پر منتقل کر لیا جائے اور یوں اہل سنت و جماعت کو قرآن مجید کی ایک مکمل تفسیر اور دل جانے موصوف کی جو تفسیریں ریکارڈ کی ہوئی ہیں اگر انہیں بھی شائع کر دیا جائے تو ابھی بات ہے۔ محترم صفوی صاحب نے جو کتابیں احسانی حق اور ابطال باطل کی غرض سے لکھیں اور شائع کرائیں انہیں اکثر مفت ہی تقسیم کیا کرتے تھے۔ چند رسائل کے نام حسب ذیل ہیں۔

- (۱) تنویر الخواطر متحقق المأثر والاعتراف
- (۲) تحفین الخواطر مولوی محمد سرخشاہ گھڑوی صاحب کا رد۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ

تعلیم المرتبت ذی شان مجدد الف ثانی ہیں
 ہے شاداب شگفتہ آپ کے دم سے ریا علی ہیں
 بولتا ہوں بے خود ہوں حق آنسو سب اندھا
 میں کیوں کہ نہیں اسرار تو حیدر خودی سب
 جہاں نور شمعوی ہے بے شک آپ کی صورت
 تیرا سر آپ کے در پر کیوں ہوئے سلاطین بھی
 ہے لہجہ حدیث پاک سے روشن دل حضرت
 شہو سب تقدس آپ کے آئینہ وحدت
 نواز افرقہ طہر سے خوشیاں پاک سنے ان کو
 جس ہستیا پر ہی ام گرامی حضرت حسد
 خدا تعالیٰ دین متعلق کے عاشق صادق
 حدیث شریف کا عنوان مجدد الف ثانی ہیں

ابوالطاهر فدا حسین فدا
 (مدبر اعلیٰ مابینا مہر واداء لا ہور)
 (۱۳۷۷/۳/۱۵) دی ڈسٹریکٹ اندرون مری گیت لاہور (ش)

کردوں دُرود

کعبے کے ہاں اللہ ہی تم پر کردوں دُرود
 شافع دُرود جسے تم پر کردوں دُرود
 اور کوئی حبیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا
 دل کرو نشتر اسراؤہ کعب پا چاند سا
 تم پر حقیقت اسفیت کیا ہے ذہ دشمن غیث
 گرچہ ہیں بے حد قصور تم ہو عفو و غفور
 تم ہو شفاء مرض خلق خدا خود غرض
 خلق تمہاری پسر خلق تمہارا جلیل
 طیبہ کے ناہ تمام جملہ رسل کے امام
 خلق کے عالم ہو تم رزق کے قائم ہو تم
 جاہیں نہ جب تک غلام خلک ہے سب حرم
 برسے کرم کی بھرتی پچھو پس نعم کے گرم
 کیوں کہیں کیوں نہیں کہیں کہیں میں میں ہیں
 کر کے تمہارے گناہ مانگیں تمہاری پناہ
 ہم نے خطا میں نہ کی تم نے عطا میں نہ کی
 کئی کئی ستر تم پر کردوں دُرود

کام وہ لے لیجیے تم کو جو راضی کرے
 ٹھیک ہو نام رضا تم پر کردوں دُرود

۳۱ درود حل مشکلات

یہ درود مشکلات کو آسان کرنے کے لیے بہت موثر ہے اسی لیے اسے درود حل مشکلات کہا جاتا ہے اکثر بزرگوں نے اسے مشکل کے وقت پڑھا ابن عابدین نے اپنی کتاب فتویٰ ثانی میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ دمشق کے مفتی حاتم القدی سمیت مشکل میں گرفتار ہو گئے وہاں کا سربراہ کاوشن ہو گیا وہ بے حد پریشان ہوئے رات کو جب آنکھ لگی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور انہوں نے تسبیح دی اور یہ درود سکھایا کہ جب تڑاس کو پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ تیری مشکل آسان کر دے گا۔ جب آپ بیدار ہوئے تو آپ نے یہ درود پاک پڑھا تو اللہ تعالیٰ نے مشکل آسان کر دی۔ ابن عابدین نے کہا ہے کہ میں نے ایک فتنہ عظیم میں اس درود پاک کو پڑھنا شروع کیا ابھی دس مرتبہ میں پڑھا تھا کہ ایک شخص نے مجھے اللہ تعالیٰ کی کفایت ختم ہو گیا ہے انہوں نے مزید کہا ہے کہ مجھے یہ درود شیخ عبدالحکیم کی کتاب سے ملا ہے۔

اللَّهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَى سَيِّدِنَا

اے اللہ ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام

مُحَمَّدٍ قَدْ ضَاقَتْ حِيلَتِي أَدْرِ كُنِّي

اور برکت بھیج یا رسول اللہ میری غارش کیجئے میرا جیلہ اور کوشش

يَا رَسُولَ اللَّهِ

تنگ آچکے ہیں

تضانیف
امام المنظرین مولانا محمد الشاذلی صاحب
خطبہ طبر

۱۔ الصلوٰۃ والسلام علی خیر الانام

۲۔ بھیڑ نما بھیڑیے (بعض کمرہ گروں کی نشاندہی)

۳۔ دستور جماعت اسلامی کا تنقیدی جائزہ

۴۔ دین اسلام کے خدو خال

۵۔ نبی الانبیاء

۶۔ اسلام کے بدترین دشمن

۷۔ حدیث مجدد اور مودودی صاحب

۸۔ سواد اعظم اور ابن سبیل کی

۹۔ علماء اہل سنت کی نظر میں یزید

۱۰۔ مروجہ حسنات (مکراتی مولوی حمایت اللہ صاحب کی کتاب شجرہ دعائے کاروی)

۱۱۔ الریۃ علی الغی فی ظہور الامام المجددی

امام المناظرین حضور قبلہ صوفی

مولانا محمد الشاذلی صاحب
خطبہ طبر

نقشبندی قادری مجددی

ہر سال 25 رمضان المبارک

دُعَاء 11 بج کر 35 منٹ

عمر مبارک